100 yrs old

خصوصی کارڈ

مصنف "

عنوان "

ترقی "

اردو شاعری - مجموعہ کلام

لطیف
دیوانِ

ملنے کا پتہ
"کتاب گھر"
لبّے مسجد
کراس
بنگلور ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃ

دیوان لطیف

سعدیٔ دکن حضرت سید سیف الدین لطیف

متوطن آرکاٹ، قدس سرہٗ

کا وہ نادرۂ روزگار دیوان جس کا ہر شعر نصیحتوں سے بھرا ہوا ہے

ستّر سالہ مدّت کے بعد

شائقین کے پُر شوق اصرار پر

کتاب گھر بنگلور سے

شائع کی گئی

برقی کوثر پریس — بنگلور ۱

عزّ اسمہٗ

حمدِ باری تعالےٰ

حمدِ حق اب کیوں نہ ہو مطلع مرے دیوان کا
سورۂ الحمد سے ہے ابتدا قرآن کا
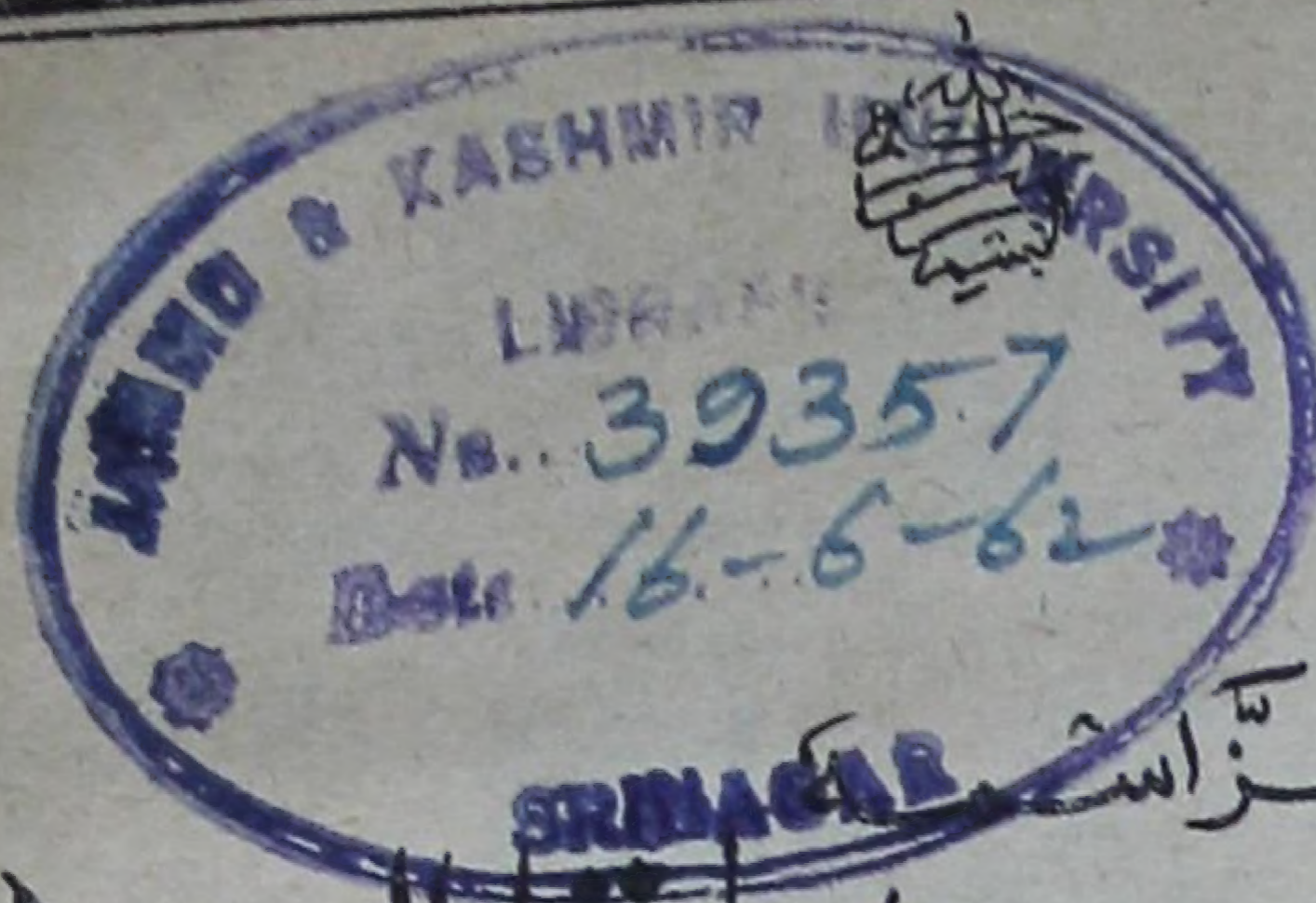
انتہا اس حمد کا کیونکر کسی سے ہو سکے
ابتدائے وصف میں مطلع ہوا یسے شان کا

کوئی وحدت میں غرض اب قُل ہُو اللہ کے سوا
نہ فرشتے کو نہیں کیا دخل ہے انسان کا

ہاں مگر دیکھوں تو اوسکے وصفِ لا تحصیٰ کے بیچ
نعتِ پیغمبر ستوں ہے حمد کے ایوان کا

مدحِ آلِ پاک اور اوصافِ اصحابِ کرام
ہے یہی دیوان محشر میں سبب ایمان کا

شکر واجب ہے غرض ہر امر میں انسان کو
ورنہ کیونکر ہو سکے بدلہ کچھ اس احسان کا

صرف یک رزّاقیت ہے اُسکی عالم پر محیط
ورنہ کب جامِ صدف کو ہے یقیں نیسان کا

پیٹ بھر روٹی کہاں دیتا ہے یہ چرخِ تنور
ماہ کو جس نے رکھا محتاج سارے نان کا

صبر لازم ہے سبھی عالم میں انساں کو لطیفؔ
سب طرح روزی رساں ہے اپنے وہ مہمان کا

مستزاد

کیا منہ ہے مجھے شکر کو اے باری تعالیٰ — قاصر ہوں زباں سے
جب دانت نہ تھے تو نے مجھے دودھ سے پالا — میں صدقے ہوں جاں سے
وہ چیز مجھے تو نے شب و روز کھلایا — بے محنت و مشقت
جس چیز سے تو آدمؑ و حواؑ کو نکالا — راحت کے مکاں سے
کب دوست ہے محروم ترے خوانِ کرم سے — اے صاحب نعمت
جب تو نے مدارات سے دشمن کو سنبھالا — صد نازش و ناں سے
ہستی میں مجھے صلب سے مومن کے لے آیا — احسان سے اپنے
صد شکر شکم میں کسی کافر کے نہ ڈالا — لا مجھکو وہاں سے
کیوں دور تری ذات کو اس قرب سے سمجھوں — اے حاضر و ناظر
موجود ہے ہر شئے میں بھی ہے سب سے نرالا — نقصان و زیاں سے
ساقی تیرے میخانے میں کس طرح سے آؤں — منہ اپنا چھپا کے
حاضر ہے سبھی وقت مرا دیکھنے والا — ظاہر و نہاں سے
مرقد کو گنہ گاروں کے تاریک نہ سمجھو — اے اہلِ بصیرت
ہے زیرِ زمیں شمعِ رسالت کا اجالا — روشن ہے یہاں سے
امت کے لئے اوس نے کیا خاک نشینی — کس عجز سے یارو
باوصف کہ رکھتا تھا قدم عرش سے بالا — بل کرسی کے شاں سے
یارب مرے بخشش کو محمدؐ کے بغیر از — اب عرض یہی ہے
مت کر تو مرا عالمِ بالا پہ حوالا — لے جا کے جہاں سے
محفل میں مرا سوزِ سخن شمع سے شُبہ — دل سوزی سے اپنے

ز
بیاں

پروانہ کہا سلمہ اللہ تعالا ؛
جنت میں اگر جائے مری ہے تو لطیفو
دعوی کیتیئیں بس یہی کافی ہے قبالا

صد رُوحِ رواں سے
الطاف سے حق کے
رضوانِ جناں سے

ایضاً

کہتا ہے سخن سُن کے مِرا عالِم بالا
ہندی میں تو کوئی ایسا نہیں بولنے والا
تقلید نہیں اوسکو کسی اہلِ سلف کی
یک طرزِ سخن اوسنے تو تازہ ہے نکالا
ہر پیرِ و جواں اوس کے دل آویز سخن کو
سُنتے ہی کہا سلمہ اللہ تعالا
سچ ہے جو سخن لائقِ توصیف ہو جس کا
کیونکر نہ کرے اوسکی ثنا ادنیٰ و اعلا
یَں لائقِ توصیف نتھا پیرِ فلک نے
ناحق کے یہ کیوں اپنے کو تکلیف میں ڈالا
یَں ایسا سخن گو ہوں سخن گویوں کے آگے
سورج کے ہے جوں رُوبرو تارے کا اُجالا
یک پا کے ہے تخفیف سے اس بحرِ فضا میں
کس لطف سے یَں اپنے تخلص کو سنبھالا

اُردو کے رِقم سے
اس درد و الم سے
ہر شعر و غزل میں
خود اپنے ہی دم سے
محفل میں خوشی سکے
الطاف و کرم سے
انصاف سے اپنے
تقریر و رقم سے
نادانی سے یارو
بیگانے کے غم سے
سمجھے تو عزیزو
تبدیلِ عدم سے
موزونی کے خاطر
تعلیم قلم سے

غزلیات

مختارِ حقیقی ہے خداوندِ تعالا
چاہے تو کرے ارض وسما کو تہ و بالا

پر قدرتِ کامل سے نہیں کس کو تغیّر
جو کر چکا پھر اوسکو تبدل ہی نہ ڈالا

ممکن نہیں لاوے گا کوئی بعدِ محمدؐ
اُمّت کے لیئے مہرِ شفاعت کا قبالا

کیا شان ہے اُس مالکِ لولاک کی یارو
ہے جسکا قدم عرشِ معلّا سے دوبالا

مُنہ اوسکے جو درگاہ سے پھیرا تو خدا سے
رُو اُسکا کیا نارِ جہنّم سے بھی کالا

بتلاؤ سوا اوسکے کوئی ہے تو عزیزو
دوزخ کی حرارت سے مجھے کھینچنے والا

اک قبر فقط میری منوّر ہے نہ سمجھو
کونین میں ہے شمعِ رسالت کا اُجالا

اُس نورِ مصفّا کے لئے باغِ عدن سے
آدم کے تئیں حیلے سے گندم کے نکالا

آئندہ جو توفیق خدا چاہے سو دیوے،
پر اب تو لطیف اپنے عقیدت کو سنبھالا

کیونکر ادا ہو شکر خدائے کریم کا
شرمندہ گُل ازل سے ہے بادِ نسیم کا

چشمِ حیا چمن میں میں نرگس کے دیکھ کر
نادِم ہوں سب طرح سے میں اپنے ندیم کا

باوصف اُس گُنہ کے مجھے آشنا کیا
کیا مُنہ ہے پھر جو شکر کروں اُس رحیم کا

ہستیٔ ناشنا سے مجھے آشنا کیا
احسان کیا کہوں مرے صاحب قدیم کا

جرأت میں اُسکے وصف میں کس مُنہ سے اب کروں
کب حوصلہ زباں کو ہے موسئے اکلیم کا

نسبت نہیں فنا کو کچھ اوسکے بقا کیساتھ
کیوں ہو سکے کفیل مسافر مقیم کا

اعمالِ بد کو اپنے میں کبتک چھپا رکھوں
ظاہر ہے سب یہ علم ہمارے علیم کا

دریائے احمدی سے میں کیونکر نکل سکوں
ہے دائرہ محیط محمّد کے میم کا

چہرے پہ گل رُخوں کے تو زُلفِ سیہ نجان
یک تار جلوہ گر ہے اوسی کے گلیم کا
صلوات اوسکے رُوحِ معطّر پہ بھیجیو
صَلُّوا عَلَے النَّبِیؐ ہے لقب جس جسیم کا
یک قبر کی مدینے میں گر مجھکو جا ملے
پھر تو ہمیشہ دور ہے دارالنّعیم کا
قُربان گرچہ اپنے سخن پر ہے ہر کوئی
پر مَیں نثار ہوں مرے طبعِ سلیم کا

خوف و خطر جہاں میں ہے کِس چیز کا لطیفؔ
مرجع وہی ہے خلق کے اُمید و بیم کا

دِن دِیا روزی کو آرام کو تو رات دِیا
مجھ کو اس ایک شکم کیلئے دو ہات دیا
شُکر کرتا ہُوں یہی عالمِ ہستی میں تجھے
گنگ پیدا نہ کیا مُنہ میں مرے بات دیا
مَیں نے راہی نہوا تھا رہِ ہستی کا ہنوز
توشۂ شِیر بندھا کر تُو مرے سات دیا
سیب و انگور تجھے کیوں نہ میسّر ہووے
باغ و بر پر تو مرے واسطے برسات دیا
انبیا نام پہ جس کے کہ فِدا ہوتے ہیں،
اُسکے خاطر تو ہمیں تحفۂ صلوات دیا
مُجھ کو اِس شُکر کے آگے تو کوئی شُکر نہیں
تُو نے جو سرورِ عالمؐ کی مُلاقات دیا

کیوں نہ توبہ مَیں کروں اپنے گناہوں سے لطیفؔ
حق نے توبہ کے اجابت کو مُناجات دیا

مَیں اپنے رویا میں شب کو یار و جمالِ فخرِ عربؐ کو دیکھا
اُٹھایا گھونگٹ کو عین کے جب تو عینِ انوارِ رب کو دیکھا
عجب تھی احمدؐ کی میم روشن کہ صرف آدم صفیؑ کی خاطر
وگرنہ نُورِ احد میں مَیں نے نہ کوئی نام و نسب کو دیکھا،
سرائے تحت الثّرا سے لیکر مقامِ محمود و لامکاں تک
مَیں اپنی رنگِ دوئی کو سنکر وہ نُورِ احمدؐ میں سب کو دیکھا
کروں مَیں کِس طرح شُکر اُسکا کیا جو ایسے شفیع کو پیدا
مَیں اُس کے شانِ کرم کے آگے کبھی نہ غالب غضب کو دیکھا

جہاں میں عقبےٰ میں یا الٰہی ہمیشہ رویت سی مصطفےٰؐ کے
ہر ایک مومن کو کر تو روزی لطیف سپنا جو شب کو دیکھا

سلام اوسپر کہو عزیزو خدا نے جسپر سلام بھیجا
وہ جسکو اپنا بنا پیمبرؐ ہم عاصیونکو پیام بھیجا

پیام پہلا یہی ہے اوسکا ہر ایک عاصی کے مخلصی کو
کمال فضل و کرم سے وہ جو رکوع و سجود و قیام بھیجا

نہیں ہے مشکل ارے عزیزو ادائے صوم صلوٰۃ ہمپر
خدا نے کیا سہل تر ہمارے نبیؐ کے اُمت پہ کام بھیجا

کمال شکر خدا یہی ہے ہمارے عصیاں کو دور کرنے
ہے جسکے روزوں میں دور رحمت سو ویسا ماہ صیام بھیجا

خدا نے لشکر کو ابرہہ کے تباہ کرکے پرندگوں سے
کرم سے تحفہ ہمارے خاطر طواف بیت الحرام بھیجا

یہی ہے شکر خدا عزیزو سجود حق سے نہ سر کو پھیرو
ہمارے بخشش کو سر جھکانے پیمبروں کا امام بھیجا

مقام محمود میں کھڑیگا ہم عاصیونکے دعا کے خاطر
خدا نے فضل و کرم سی اپنے اب ایسا عالی مقام بھیجا

یہ وہ محمدؐ ہے اے محبو وجود آدمؑ صفی کے آگے
خدا نے کلک کرم سی لکھکر ہر ایک جنت میں نام بھیجا

بہت سے فصحاء عرب کے چاہے کچھ ہم بھی دل سے بنا کے لاویں
بنا نہ ابتک کسی فصیح سی وہ ایسا افصح کلام بھیجا

متاع عظمےٰ یہی اے عزیزو کمال کوشش سے لوٹ لیجو
خدا نے کوئی شئی رکھا نہ باقی نبیؐ پہ نعمت تمام بھیجا

صحاب صدیقؓ اور عمرؓ کو جناب عثمانؓ اور علیؓ کو
نبیؐ کے قائم مقام ایسے صحابئی ذوالکرام بھیجا

میں اس پیمبرؐ کا امتی ہوں کہونگا محشر کے دن خدایا
ق
تو جسکو بستر سے لامکاں تک اٹھاکے بہر خرام بھیجا

غلام اوسکا ازل سے ہوں میں کہ جسکے سائے کئیں خدا نے
بنا بشکل بلالؓ اوسکو حبش سے جسکو غلام بھیجا

عذاب دوزخ حرام اوسپر کرم سے اپنے خدا کریگا
درود اسکے نبیؐ کے اوپر جو صدق دل سے مدام بھیجا

لطیف ابر کرم سی اوسکے کبھی نہ تو تشنہ لب رہیگا
خدا نے تیرے شفیع کے اوپر کرم سے کوثر کا جام بھیجا

دشمنوں کے نہ بیر میں رہنا
دوستوں کے نہ خیر میں رہنا

خیر و شر سے کسی کے کام نہیں،
اپنے ہی دل کے سیر میں رہنا

دل کے کعبے کو کر کے مستحکم
چاہیے کعبے میں دیر میں رہنا

عینیت کے نظر سے اسے صاحب
چاہیے اپنے میں غیر میں رہنا

مرغِ دل کو اُوڑا کے اپنے لطیف
عرش کے سیر و طیر میں رہنا

ترے باغِ حسن ہے اے صنم نہ تو گل ملا نہ ثمر ملا
مگر ایک شاخِ جدائی سے جو ملا سو خارِ جگر ملا

میں عدم سے لیکے یہاں تلک اسی جستجو میں پڑا پھرا
کسی باغِ دہر سے ثمر مجھے نہ ادھر ملا نہ ادھر ملا

ارے جوہری مجھے مت ستا میں غریقِ بحرِ فراق ہوں
کہ سوائے دانۂ اشک کے نہیں کوئی مجھکو گہر ملا

یہی داغ ہے ارے بلبلو کہو کیا ہوا وہ کدھر گیا
جو اُڑا یہ صحنِ چمن سے اب کہیں اُسکا پھر نہیں پر ملا

نہ تو دوستی نہ تو دشمنی نہ طمع کسی کی نہ آرزو
مگر اُسکا دل سے غلام ہوں جو خوشی ہی شام و سحر ملا

نہ بدی کسی کی بیاں کروں نہ خوشی کروں نہ خوشامدی
یہی خوش ہے اوسکی خدائی میں جو کہ مجکو نفع و ضرر ملا

کبھی دربہ دیر کے جا رہا کبھی جی حرم سے لگا رہا
بہ سوائے دل کے لطیف کو کہیں یار کا نہیں گھر ملا

باغِ فردوس کجا جائے مسلماں ز کجا
غیرِ دیدارِ تو نظارۂ گلشن نہ کنم
آں قدر کوہ گنہ بارِ گراں می دارم
ہر طلسماتِ جہاں غرہ مشو اے غافل
آرزو نیست کہ چوں خضر بظلمات روم
فرق در دیر و حرم نیست مگو اے ناداں
چونکہ تو خاک شوی دیر و حرم بر تو یکیست
گر تو مرغِ سحری دعوی زپرواز مکن
در عمل ہمسرِ آدم نہ شود جن و پری
پیر مشمار مرا با تو نصیحت کردم

حور و غلماں ز کجا حضرتِ انساں ز کجا
خطِ رخسار کجا سنبل و ریحاں ز کجا
سنگِ عصیاں ز کجا پلۂ میزاں ز کجا
جامِ جمشید کجا تختِ سلیماں ز کجا
حوضِ کوثر ز کجا چشمۂ حیواں ز کجا
جائے تقویم کجا منزلِ قرآں ز کجا
ورنہ پروانہ کجا مرغِ پریشاں ز کجا
بومِ صحرا ز کجا بلبلِ بستاں ز کجا
منکرِ حکم کجا تابعِ فرماں ز کجا
پندِ پیرے ز کجا طفلِ دبستاں ز کجا

چونکہ ساقیِ اجل بر تو کُند لطفِ لطیفؔ
تو کجا، جام کجا، محفلِ رنداں زکجا

اے رفیقو تمہارے خاطر تڑپ رہا ہے چچا تمہارا
نہ اُس کو قدرت ہے مال و زر کی نہ اسمیں طاقت ہے اس سفر کی
تمہارے بابا کی دُوردستی تو پائی ہمت کو توڑ ڈالی
تم اپنے بابا سے اتنا کہیو کہ ایسے مفلس کی ٹک خبر لو
یہی ہے قاصد کی مجھ پہ منت جو اتنی تم کو خبر سنادے
حرم میں تم جا کے اسکے خاطر ہر ایک پتھر سے اتنا کہیو
تمہاری دُوری سے دل پہ میرے بھی تو یہ داغ رہ گیا ہے
اے نونہالانِ باغِ جانم زیادِ خود ہا جدا نداند
بہار شبنم کی دیکھ گُل پر لسانِ بلبل چمن میں رو رو
بہت سے مہر و کرم سے اسکو تم اپنے محفل میں یاد کیجو

ذرا تو پوچھو پدر سے اپنے کہاں ہے بابا چچا ہمارا
غریب عاجز پڑا ہے بیکس تمہارا فدوی چچا بچارا
سوائے دستِ دعا کے تم سے کرے کیا مفلس چچا مدارا
نہیں ہے عادت جہاں میں ایسی کہ پھر کے آوے چچا دوبارا
کہ ایسے اپنے اخی کے آگے سرائے عقبیٰ چچا سنوارا
ہمارے بابا کی سنگدلی سے ہمارا آخر چچا سدھارا
جو تم نے گودی میں بیٹھ میرے نہ مُنہ سے مجھکو چچا پکارا
ز آلِ اولادِ خود زیادہ عزیز دارد چچا تمہارا
تمہارے کُرتے کو آنسوؤں سے بھگا رہا ہے چچا دکھارا
کہ اپنے بھائی کے پاس تم سے زیادہ تر ہے چچا پیارا

لطیفؔ ہجرت میں اُس اخی کے اب ایسی تجھ پر گذر رہی ہے
کہ جیسا اپنے وطن میں رو رو غلامِ چشتی چچا گذارا

جہاں کے جور و جفا سے اے دل یہ تن کو کبتک جتن کریگا
یہاں تو عمرِ عزیز تیری سراپا رنج و بلا میں گذری
پھر ایسے مشکل سے پار کرنے ہے کون مشکلکشا جہاں میں
جہاں کے ماتم سرا میں یارو یہ غم کسی سے ادا نہوگا

یہ وہ بدن ہے جدا ہو تجھ سے زمیں کے نیچے وطن کریگا
عذابِ دوزخ ہو جب ترے پر تو کس سے عرضِ محن کریگا
مگر جو مشکلکشا ہے تیرا وہ نارِ دوزخ چمن کریگا
جو غم کہ شہدائے کربلا کا جنابِ حضرتِ حسنؑ کریگا

لطیفؔ سچ ہے کہ حوضِ کوثر اُسیکے خاطر خدا بنایا
الم میں آلِ نبیؐ کے رو رو جو موج دریا نین کریگا

رزق پانا ہوں وہی میں جس قدر لایا ہوا
وقتِ رخصت ایک ہی کھایا دونا کھایا ہوا

خوانِ نعمت پر تم اپنے غرہ ہرگز مت کرو
منتشر تھا رزق جبتک اسکی لذت گیر تھے
یہ نہ سمجھے فیضِ صحبت سے ہمارے بیٹھ گے

حلق کے نیچے ہوا لقمہ سو سمجھو کیا ہوا
بعد کرتے ہیں کراہت جبکہ وہ یکجا ہوا
ایک شب رہنے سے اسکا نام لو فضلا ہوا

صحبتِ بد پاک کو ناپاک کرتی ہے لطیف
کر تو صحبت اوسکی جو نعماتِ حق پایا ہوا،

خدا نے تاجِ شفاعت جسے دیا سو دیا
ہزار ایسے سکندر بھی سیر کر جاوین
یقین ہے کہ قیامت میں پھر بھی لیویگا
گیا جو ملکِ عدم کو وہ پھر نہیں آیا

نہیں ہے اوسکو تبدل جو وہ کیا سو کیا
جنابِ خضر جو ظلمات میں پیا سو پیا
شفیعِ مرا شبِ معراج میں لیا سو لیا
جہاں کے بیچ غنیمت ہے جو جیا سو جیا

نہ سی سکیگا کوئی زخم میرے سینے کا
لطیف صبر کے رشتے سے جو سیا سو سیا

ہوا گلشن میں جب تیرے گلِ رخسار کا چرچا
میں اوسدن ہی پریشان ہوں میاں اس زلفِ مشکیں کا
عیادت کیلئے میرے نہو تکلیف عیسےؑ کو
گنہ کے بعد یوں دریا کرم کی موج لاتی ہے
اگر کوئی رازِ دل اپنا کہے تم سے تو مت کیجو
غزل اہلِ چمن میری بہت خوبی سے پڑھتے ہیں

تو سنبل بیچ کھا دل میں کیا دیدار کا چرچا
نہ تھا دشتِ جہاں میں آ ہوئے تاتار کا چرچا
کہیں مت کیجئے یارو دلِ بیمار کا چرچا
کہ جیسا گل کو لاتا ہے چمن میں خار کا چرچا
کسی کے روبرو اسکے کبھو اظہار کا چرچا
ہوا گلزار میں جب سے میرے اشعار کا چرچا

لطیف اب اسکے ابرو سے نہیں ہے تیغ کو نسبت
کہاں باقی ہے دنیا میں جو ہو تلوار کا چرچا،

کیا دیکھتے ہو بلبل گلزار کا تماشا
خوں ناب سے ہمارے صحرا چمن کیا ہے

کچھ دیکھیو ہمارے خونخوار کا تماشا
بتلا کے ابروں کے تلوار کا تماشا

رشکِ چمن سراپا آئینہ بن رہا ہے — ہر صبح دیکھ اُسکے رخسار کا تماشا
کچھ مرضِ معصیت کا اپنے علاج کیجے — کیا دیکھتے کھڑے ہو بیمار کا تماشا
کچھ منحصر تجلّی کہ طور پر نہیں ہے — ہر سنگ میں ہے اُسکے انوار کا تماشا
صحرا بصحرا جسکو تم ڈھونڈھتے ہو یارو — ہم دل میں دیکھتے ہیں اس یار کا تماشا

کچھ آرزو چمن کی مت رکھ **لطیف** ہرگز
دوزخ میں بھی ہے تجھ کو گلنار کا تماشا

فلک بچارا ہے خود پریشان وہ کسی کی تائید کیا کریگا — جہاں میں ایسا نہیں ہے نادان جو اُسکے اُوپر گلا کریگا
مثال کیا برمحل کسی نے فلک کے رنگریزی پر لے آیا — جو اپنے داڑھی کو رنگ سکا نہیں وہ کب کسی کو رنگا کریگا
یہی ہے لازم ایسے عزیز و مدد تم اپنے خدا سے چاہو — نبیؐ کے صدقے سے وہ تمہارے تمامی عقدوں کو وا کریگا
خدا نے اس امتحاں کے خاطر عدم سے ہستی میں ہمکو لایا — کہ شکر اپنا فلک ملک سے زیادہ آدم ادا کریگا
خلاف اُسکا ہو عزیزو خمارِ الفت میں مال و زر کے — اگر وہ چاہے تو خاکِ صحرا کو پل میں رشکِ طلا کریگا
فلک کے دوں ہمّتی کے اُوپر کبھی نہ گھبراؤ اے عزیزو — جو شیرِ مادر دیا تھا تمکو وہ رزق و روزی دیا کریگا

لطیف لازم یہی ہے تجھ کو کچھ اپنے عقبیٰ کی فکر کیجے
کہاں تلک تو فلک کا شکوہ بتوں کی غیبت کیا کریگا

ترے ستم سے جو اشکِ رنگیں ہمارے نین سے ڈھلا کریگا — تو کیوں نہ رو رو کے لعل و گوہر وہ اپنے آنکھیں ملا کریگا
یہ وہ نین ہیں کہ جسکے خاطر فلک پہ بادل بھی رو رہا ہے — بھلا میں دیکھوں جہاں میں کبتک یوں ستم کا چلا کریگا
ہم اپنے ہاتو سے کر چکے ہیں یہ غم کے مجمر میں دل کو بریاں — کہاں تلک تو ارے اے ظالم جلے بھنے پر جلا کریگا
روش جدائی کا چھوڑ ہم سے تو ملکے آخر چلیگا آخر — تو ہم سے روٹھا ہوا اے ظالم چمن میں کبتک ٹلا کریگا

لطیف آلِ عبا کے خاطر جہانِ رنج و بلا کو سہہ جا
جنابِ شاہِ نجف ترے تیں مجاورِ کربلا کریگا

مرے شیریں سخن اُوپر دیا دل کوہ کن اپنا — صنم کیا سخت پتھر ہے بتایا حُسنِ ظن اپنا

ارے شیریں تو کس بارِ سیہ پر یار کو چھوڑا
غرض اب تیرے کوچے میں بہت اغیار رہتے ہیں
نہ وہ گل ہے نہ غنچہ ہے نہ بلبل کا تماشا ہے
ارے پروانہ مست بتلا تو شعلہ سوزشِ دل سے
غبارِ دل کسی سے نہیں ہے مشتِ خاک کو میرے

کہیں افعی کبھی سنتا ہے دیوانے منہ سے من اپنا
مگر میں دیکھتا ہوں تو نہیں ہے ہمقرن اپنا
لٹایا باغباں کس کے خرابی پہ چمن اپنا
سراپا شمع سا روشن کیا ہوں جان و تن اپنا
سراپا گردِ عصیاں ہیں رکھا ہوں پیرہن اپنا

لطیف اب کیوں نہ ہو خاطر شگفتہ صبحِ محشر میں
کہ غنچے سا صبا کے وصف میں کھولا دہن اپنا

موسم میرے خزاں میں ہے ابرِ بہار کا
بلبل گلِ شگفتہ پہ بلوہ نہ کیجئے
شبنم کے آہ و زاری سے معلوم یہ ہوا
مجنوں نے خاک اپنی زمیں سے اٹھا دیا
یارو یہ گرد و باد کو خالی نہ جانیو
دیر و حرم میں تجھ کو بتانے کو اے صنم
اہلِ جنوں کے حال کو ہرگز سبک نہ جان
خدام سے تو خوفِ اذیت کبھی نہ رکھ

مشکور ہوں میں اپنے سدا چشمِ زار کا
دل چاک ہو رہا ہے کسی بے قرار کا
کشتہ ہے زیرِ خاک کسی گلعذار کا
صحرا میں رقص دیکھ ہمارے غبار کا
ہے یہ خرامِ روح کسی خاکسار کا
کافی ہے ایک سنگ ہمارے مزار کا
یہ مرکب رواں ہے کسی شہسوار کا
گل آشنا ہے اپنے سدا نوکِ خار کا

اسلوب تو زمانہ کا معلوم ہے لطیف
شکوہ نہ پھر زباں پہ لے آ روزگار کا

بھائی مرا غلام ہے رضواں آنجناب کا
ہوتے اگر حضور تو قسمت سے آئے نصیب
صدقے سے اس جنابِ معلّٰی کے یہ غلام
صد شکر اب یہی ہے کہ ہر خاص و عام پر

میں بھی غلام ہوں اسی عالیجناب کا
تھا مرتبہ ہمارا بھی کچھ انتخاب کا
ابتک نہیں پیادہ کسی کے رکاب کا
ایک نور جلوہ گر ہے اوسی آفتاب کا

اُوس نُور کی دُعا میں سحر کیجیے لطیفؔ
روشن ہے جس سے دین رسالت مآبؐ کا

ہے جب تلک بسیرا پنجرے میں جانور کا
پھر یہ مزہ کہاں ہے تجھ کو ارے دیوانے
آخر پڑے گا یکدن پھل پھول سے جدا ہو
آدم کو لا عدم سے دے اپنی دستِ قدرت
جس جان کی تمنّا رکھتا ہے تو جہاں میں
کوئی بات نا رہیگی بعد از ترے مُسافر

صیّاد سیر کر لے کچھ اپنے بال و پر کا
جب جائے گا جُدا ہو مہماں ترے گھر کا
حاصل یہی ہے بُلبُل اس شاخ کے ثمر کا
دُھومیں مچا رہا ہے صانع نے اس ہُنر کا
ہے وہ چراغِ روشن مہمان اس سحر کا
پر ذکرِ نیک رہے گا اعمالِ خیر و شر کا

اُمید کارواں کی مت رکھ لطیفؔ ہرگز
کچھ باندھ لے جہاں سے توشہ ترے سفر کا

شمع رُو کے واسطے میں مُفت میں پروانہ ہُوا
یہاں تلک رویا میں اُوسکے شمعِ محفل کے حضور
سنگ مرمر کے جو ہم پیدا کیئے بہر مزار
فیض سے خالی نہیں اوسکو مرے دل کی شکست
دام سے صیّاد کے ڈرتا نہیں مُرغِ چمن،
کب خبر رکھتے ہیں میرے دِل کی شیخ و برہمن

جل کے خاکستر ہُوا پر اُوسکو پروا نہ ہُوا
اشک اہلِ چشم کے آنکھوں میں دُردانہ ہُوا
آج وہ مسجد کہیں اور کہیں تو بتخانہ ہُوا
شیشہ گر چھوٹے تو اوسکے حق میں پیمانہ ہُوا
زُلف کا جب سے دلِ وحشی کو کاشانہ ہُوا
بے خبر اُس کو جو اس منزل میں مستانہ ہُوا

عشق کی منزل بہت مشکل ہے دیکھا تو لطیفؔ
یہ نہ سمجھو سہل و سست اب میں بھی مردانہ ہُوا

خانۂ عزلت کا یارو مجھ کو اب کونا بھلا
بے ثباتی سے مرے ہر صُبح گلشن میں صبا
میلِ خاطر اہلِ غیبت سے کہاں ہوتا ہے دُور

طعنہ زن صحبت سے گھر میں تا نکر سونا بھلا
گُل کے ہنسنے سے تیرے شبنم کا اب رونا بھلا
ایسے ناپاکوں سے گا ذرکا میرے دھونا بھلا

دل مسخر زلف کے غیر از کسی کا نا ہوا — سحر و جادو سے جہاں کے یار کا ٹونا بھلا
اُلفتِ خالص اگر چہتا ہے تو اے بوالہوس — عمر مجنوں کی طرح جنگل میں اب کھونا بھلا
تخم لیمو کا جہاں بوتا ہوں تو ہوتا ہے نیم — ایسے تخمِ بد کے یہاں بونے سے نا بونا بھلا

نوح کا بیٹا بھی ہو تو صاف کہدینا لطیف
ناخلف اولاد کے ہونے سے نا ہونا بھلا،

عجب کام قسمت کا گولا ہوا، — میں پھیرا تھا خرِ با سندولا ہوا
میرے پیش آخر کو آیا وہی — مثل اہلِ دنیا کا بولا ہوا
میں کب زلف کو اسکے بولا تھا سانپ — جو ہر تار اُس کا سنپولا ہوا
خدا جانے کس پر یہ ڈالا ہے دام — جو آتا ہے زلفوں کو کھولا ہوا
محبت میں اُس گُل کے اے باغباں — کہ شبنم سا دِل پر پھپولا ہوا
بہت شیر مردوں کی روزی گئی — جمعدار جس دن سے کولا ہوا

عجب رنگ دنیا کا دیکھا لطیف
کہ یہاں زاغِ صحرا بگولا ہوا

کام ایسا چمن میں کر جانا، — داغ لالہ کے دل پہ دھر جانا
مزرعِ آخرت کا معنےٰ یہ — باغِ ہستی سے باثمر جانا
مردِ کامل اُوسی کو کہتے ہیں — اپنے مرنے کے آگے مر جانا
ورنہ امرِ قضا سے گھبرا کر — کون سی جائے ہے کدھر جانا
ہر جگہ پر ہے پشۂ نمرود — کام اُسکا ہے مغز چر جانا
چشمِ انصاف نیں ہے عاشق کو — یار کے گھر کو چشمِ تر جانا
عمر تو ہے حباب کے مانند — بے صدا ہے بھلا گذر جانا
بات روزِ ازل سے ہے ثابت — اپنے آخر قدیم گھر جانا

مثلِ پروانہ کیوں نہ اب اے دل
دے جلا اپنے بال و پر جانا

عشق میں طور سا جلا دِل کو
مثلِ موسیٰ کے جلوہ گر جانا

حق میں بندے کے سخت مشکل ہے
اپنے خالق سے بے خبر جانا

بات سیدھی ہے مت خفا ہو **لطیف**
نہ دیوانوں کے بات پر جانا،

بعد صد سال بھی یک دن ہے مقرر جانا
مردیّت وہ ہے کہ کچھ کام بھلے کر جانا

یہ سفر وہ ہے کہ جس رہ میں مقامات نہیں
ہر مسافر کو مقدّم ہے وہی گھر جانا

نیک و بد اس سفرِ دہر میں رہتے تو نہیں
مرد وہ ہے کہ قبل مرنے کے یہاں مر جانا

مال و اموال کسی راہ سے ہمراہ نہیں
جو کہ پیدا کئے سب چیز یہاں دھر جانا

دل کہا دیکھ کے میخانے کے شیشے خالی
مَی نیکی سے یہ ہر شیشے کو یہاں بھر جانا

کم نہیں پشۂ نمرود سے بھی فکرِ جہاں
ہے غذا اوسکی شب و روز جگر چر جانا

فکرِ دنیا کے لئے درد و الم سے یارو
غیرِ درگاہِ خدا کس کے کہو در جانا

مجھ کو حیرت ہے یہی منزلِ ہستی سے **لطیف**
کس طرح سے کہو بے توشہ مسافر جانا

تو مرے درد کی دوا نہ کیا
میں ترے حق میں جز دعا نہ کیا

سب طرح میں ترا بھلا چاہا،
تو میرے حق میں کچھ بھلا نہ کیا

حسنِ اخلاق کے سوا صاحب
میں نے تیرا کہیں گلا نہ کیا

آگے اب کچھ ترے سے کیا ہوگا
تو مجھے اپنا مبتلا نہ کیا

ہم مسلمان اوسکو کہتے ھیں
مردِ مومن سے جو دغا نہ کیا

زنگ ناپاک دل سے کیوں نکلے
تو نے الفت کا مصقلا نہ کیا

دوست اسکو میں اپنا سمجھا ہوں
عیبِ دشمن جو برملا نہ کیا

رکھ محبت خدا سے اپنے لطیف
کوئی اُلفت کیا کیا نہ کیا،

دیوانہ دل جہاں میں ہوا سب کا آشنا / لاکن کبھی ہوا نہ میرے رب کا آشنا
دردِ صنم کو چھوڑ کے ناحق کے دل مرا / کیا مفت ہو رہا تھا ترے لب کا آشنا
دُنیا میں سوز و درد کسی کا کسے نہیں / دیکھوں تو جس کو اپنے ہی مطلب کا آشنا
دُشمن بھی ہو تو اس سے بھی ایسا نہ ہو سکے / جیسا کہ دُکھ دیا ہے مجھے اب کا آشنا

اس طرح سے ستانے کو یارو دل لطیف
پُوچھو ذرا اوسی سے یہ تھا کب کا آشنا

دولتِ علم سے جو شخص کہ محروم ہوا / دِین و دُنیا سے اوسے سمجھئے معدوم ہوا
کیا فضیلت کہوں اس علم کی سُبحان اللہ / شاہ سے تا بگدا جس کا کہ محکوم ہوا
تا دمی علم کی جو اپنی ریاضت سے کیا / تا دمِ زندگی وہ خلق کا مخدوم ہوا
کاش ہم علم کی تحصیل میں رہتے تو مدام / لوگ کہتے کہ یہ کیا صاحب مقسوم ہوا
ایک عالم سے جو میں مل کے ندامت کھینچا / تب سے اس علم کا چسکا مجھے معلوم ہوا
شمع سا رو دیا ایامِ گذشتہ پہ مرے / یہ مرے رونے پہ پروانہ بھی مغموم ہوا
کوئی جاہل نہیں مجھ سا میرے آنکھوں کے حضور / گر کہیں ہو تو وہ بدبخت ترا شوم ہوا
اسپ تازی نہیں محتاج میرے کہنے کا / یہ اشارہ مرا ٹٹو کو گویا لوم ہوا
ناخلف کا کسی محفل میں گلا مت کیجے / تخم سے مرغِ ہما کے تو سمجھ بوم ہوا
منتشر کیوں نہ ہو خاطر مرا اس درد کے بیچ / جو کہ شیرازہ دل تھا سو تو مرحوم ہوا
سرنوشت اپنی سے یکسر میں گلہ رکھتا ہوں / یہاں تو دفتر مرے بدنامی کا مرقوم ہوا
زاہدا صحبتِ رندان سے تو پرہیز نہ کر / کوئی یہاں غیر پیمبر نہیں معصوم ہوا
شرم آتی ہے مجھے اپنی کسافت پہ لطیف / اس تخلص سے جو میں شعر میں موسوم ہوا

خلق کا خُلق سے غلام کیا
خُلق میرے نے زور کام کیا

جس مخالف کا تھا قلق دل پر
خُلق سے میں نے اسکو رام کیا

مجھکو دشنام جو دیا دشمن
اُس کو میں خُلق سے سلام کیا

خُلق مومن کو موم کر ڈالا
پر یہ دشمن پہ کچھ نہ کام کیا

زخمِ حسرت کو خلق کے یارو
مرہمِ خُلق التیام کیا

خُلقِ عالی سے سرورِ عالم
دین و دُنیا کا انتظام کیا

بعد سرور کے ہر صحابِ کرام
خُلق سے اپنے فیض عام کیا

خُلق کے باب میں غزل ساری
کس لطافت سے میں تمام کیا

حُسنِ اخلاق سے میرے صاحب
خوب اپنا لطیف نام کیا

بس کر سخن لطیف ترا کام ہو گیا
دُنیا کے شاعروں میں تیرا نام ہو گیا

پھر آرزو چمن کی نہ اس باغ میں رہے
جب اپنے گُل کے آنے کا ہنگام ہو گیا

تدبیر اس دماغ کی کیونکر کرے طبیب
جسکو تپِ فراق میں سرسام ہو گیا

اوس کعبہ رو کے یاد میں اے خواجۂ حرم
مجھکو تمامی عمر کا احرام ہو گیا

شکوہ نہیں جو دل کو میرے لے گیا صنم
جانے سے اس دیوانے کے آرام ہو گیا

زُلفوں کے رنگ و بو سے جھکتا ہے دل مرا
آسیب کس پری کا سرِ شام ہو گیا

صحبت سے اہلِ عیش کے دیکھا تو میں لطیف
بوڑھوں سے بدجوانوں کا انجام ہو گیا

جوڑ سکتا ہے شیشہ گر مینا
زخمِ سینہ محال ہے سینا

پھر نہ وہ گُل مجھے نظر آیا
جسکو گلچیں نے ہاتھ سے چھینا

دید ہر شئے میں اوسکے کرتا ہے
جو کہ رکھتا ہے دیدۂ بینا

زاہدوں کو مزا بتاتا ہے
چشم نرگس بہ گل ہمیں گویہ
کینہ جو مجھ سے دل میں رکھتا ہے

بس ہمارا شراب کا پینا
کور بہتر ز چشم نابینا
میں بھی اوس سے کیا کروں کینا

صرف سوزش میں ہو گیا یارو
شمع سا اب **لطیف** کا جینا

اگر یہ باغباں ہوشیار ہوتا
نہوتا کوئی نافرماں کسی کا
اگر کچھ آبرو گلشن کو ہوتی
اگر کچھ گل کو ہوتی آشنائی

تو گلشن میں گل نرگس نہ سوتا
اگر لالا کے یہ لالا نہ بوتا
تو ایسے گوہر شبنم نہ کھوتا
تو بلبل اس قدر ہرگز نہ روتا

وفا گلشن کی گر معلوم ہوتی!
لطیف اس سیر گل سے ہاتھ دھوتا

باغباں میں نے سنا تو نے عجب کام کیا
عذر اس خون کا صیاد کے گردن پہ نہیں
لیک نرگس کے سوا اے میرے سیراب چمن
آہ پیری میں جوانی کو میں کیوں یاد کروں
صبح رخسار سے ہے کس کو توقع ظالم
پھر بھی کس سنگ سے پرزے تو کرے گا ساقی

قتل بلبل سے تو صیاد کو بدنام کیا
گل کی تقریب سے بلبل کو تو پیغام کیا
کون گلشن میں تیرے آن کے آرام کیا
جسکے آغاز نے آخر کو یہ انجام کیا
زلف دکھلا کے تو جنگل میں مجھے شام کیا
شیشۂ دل کو میرے پھوڑ کے تو جام کیا

مجھ کو ہر آن یہی دولت عظمےٰ ہے **لطیف**
شعر گوئی میں فصاحت سے جو تو نام کیا

اگر ورزش کیا کرتا تو میں ایسا بلی ہوتا
اگر میں فی سبیل اللہ کہیں مردی سے مرجاتا

کہ بکتر آہنی مجھ پر قبائے مخملی ہوتا
تو ہر فرزند یہاں میرا سپاہ کابلی ہوتا

عبث فکرِ سخن میں ہیں کیا ہوں عمر کو ضائع
اگر ذکرِ خدا کرتا تو میں بیشک ولی ہوتا

جو کوئی انفاس کا اپنے کیا میں پاس سینے میں
تو ایسے مردِ غافل سے کہاں ذکرِ جلی ہوتا

اگر حج و زیارت کو ادا کر کر بلا جاتا
تو میں بیشک غلامِ آلِ نثارانِ علی ہوتا

اے بادِ صبا مجھ کو ترے گلشن سے اولے اٹھا
اگر اس باغِ ہستی سے فنا اسکے گلی ہوتا

لطیف اب اہلِ دل تیری غزل پر کیوں نہ ڈٹیگے
میرے باتوں پہ رو دیتا اگر ناصر علی ہوتا

شکر للہ کہ حق مجھکو مسلمان کیا
دینِ احمد کا مجھے تابعِ فرمان کیا

کون سا شکر کروں میں ترا اے ربِ کریم
تو نے امت پہ محمد کے جو احسان کیا

غیرِ عیسے نہ کوئی حاوئ انجیل ہوا
تو نے ہر فرد کو یہاں حافظِ قرآن کیا

گرچہ ہے خلقتِ خاکی میں سگ و خوک و شغال
پر مجھے بندہ نوازی سے تو انسان کیا

جستجو رزق کی مطلق مرے خاطر پہ نہیں،
گبر و ترسا کو تو جب اپنا ہے مہمان کیا

جب نہ تھے دانت مجھے تو مرے روزی کیلئے
خونِ مادر کو میرے قوت رگِ جان کیا

بندگی پر نہیں موقوف ترا لطف لطیف
تو جسے چاہا اوسے صاحبِ ایمان کیا

یہ نہ سمجھو دل مرا دنیا سے وارستہ ہوا
بلکہ راہِ حق میں اس گمراہ کو رستہ ہوا

کون خوش ہے اس چمن میں اے میرے بادِ صبا
گل بھی یہاں روتا ہے اس ہستی پہ کچھ ہنستا ہوا

باغِ ہستی سے نہ پھل نا پھول جنت سے ملا
خارِ صحرا تھا سو تھا گلشن میں بھی خستہ ہوا

شمع اسکے بیکسی پر کیوں نہ اب رویا کرے
جسکا دلِ گلشن میں گل کھا کھا کے گلدستہ ہوا

جس نے دیکھا سو کہا افعی سمجھ کر مار مار
زلف سے اوسکے یہ دل جب سے کہ وابستہ ہوا

کیا خریدے خاک وہ میں جسکی ہانڈی میں جوار
فرض کی ہم نے اگر موتی بھی یہاں سستہ ہوا

بے وضو ہرگز نہو گا شب سے تا وقتِ سحر
جو مصلّی کھائے گا کھانا شکم کستہ ہوا

بھاگ جانے کے سوا کوئی چیز جیتا نہیں
جو غلام بے وفا کھا کھا کے کٹ بستہ ہوا

اہلِ معنی کے دعا سے اے مرے مردِ لطیف
جو کہ تو بولا سو وہ مضمون برجستہ ہوا

ہست مجھو بارِ غم سے مرا دم نکل گیا
یک زخم تھا کہ جس پہ سے مرہم نکل گیا

تنہا مجھے رقیبوں کی محفل میں چھوڑ کر
کیسا مرا زمانے سے محرم نکل گیا

یوں طفلِ اشک چشم سے نکلا مرے نسیم
جس طرح گل سے قطرۂ شبنم نکل گیا

بلبل کسی سے گل کی شکایت نہ کیجئے
پژمردہ دل ہے جیسے کہ موسم نکل گیا

وہ زہرِ زلفِ یار سو سر سے گیا نہیں
گرچہ فسونِ صبر سے کچھ سم نکل گیا

محفل میں تہنیت کے وہ کس طرح جا سکے
بزمِ جہاں سے جسکا کہ ہمدم نکل گیا

الفت میں ان بتوں کی جو گھر سے گیا لطیف
ایسا جہاں کے بیچ کوئی کم نکل گیا !

کہاں ہے حوصلہ مجھ کو خدا کی جستجوئی کا
مجھے تو رات دن دھندا لگا ہے ہانڈی ڈھیکا

اٹھو یارو وضو کر لو صبا کوئی دم میں آتی ہے
عجب وقتِ طہارت ہے گلو کی شست و شوئی کا

سحر یک ذاتِ شبنم کے ہیں سب کو بدگماں دیکھا
چمن میں کون ہے واقف گلو کی نیکخوئی کا

صبا تو دھوم سے اچھے بہارستاں میں آتی ہے
مگر اندیشہ ہے مجھ کو خزاں کی جنگ جوئی کا

لطیف اہلِ چمن تیرے بہت مشتاق رہتے ہیں
صبا جب سے کئی چرچا تیرے اشعار گوئی کا

گنہ جو کر چکے پھر مت کرو ہوا سو ہوا
کرم تو حق ہے غضب ہی ڈرو ہوا سو ہوا

شرارِ برق چمکتے ہیں ابرِ رحمت سے
سرِ سجود زمیں پر دھرو ہوا سو ہوا

چمن میں بیٹھ کے شیشے جو تم گئے خالی
بہار جاتی ہے جلدی بھرو ہوا سو ہوا

قفس سے چھوٹ کے جاوینگے پھر کہاں بلبل
اسی میں خیر ہے پڑ کر مرو ہوا سو ہوا

کہو غزالوں سے صحرا ہی ملک مجنوں کی
کسی حریف سے محفل میں کام پڑ جاوے

سمجھ کے اُسکی زمیں پر چمر و ہوا سو ہوا
قصور مت کرو تم بھی دھرو ہوا سو ہوا

لطیف تم نے جو اوقات مفت ہیں کھوئے
اوسکے درد ہیں اب دن بھرو ہوا سو ہوا

دل میں آنا فقیر ہو جانا
یا کسی کے اسیر ہو جانا

خاکِ مجنوں سی عشق چاہتا ہے
خاک بن کر خمیر ہو جانا

صندلی رنگ کے تصور میں
دل تو کہتا عبیر ہو جانا

رحمتِ دُنیا کو کرکے خاکستر
عاشقِ بے نظیر ہو جانا

پرتوِ مہرِ خاص سے اوسکے
رشکِ ماہِ مُنیر ہو جانا

اہلِ باطن کے فیضِ صحبت سے
مثلِ روشن ضمیر ہو جانا

آرزو ہے کہ جا کے کعبے میں
عشر لگ جائے گیر ہو جانا

دُکھ سے صیاد کے ارے بُلبُل
ہے بھلا ہم صفیر ہو جانا

ڈر ہے دوزخ کے اے میر واعظ
داخلِ زمہریر ہو جانا

اہلِ دولت کی اب خوشامد سے
اپنے گھر کے امیر ہو جانا

بوریا جسکے تئیں نہیں مطلق،
اوسکے فرشِ حصیر ہو جانا

لُطف ہے شعر کا وہی صاحب
سُنتے ہی دلپذیر ہو جانا

بلکہ محفل میں اہلِ معنی کے،
دل پہ دشمن کے تیر ہو جانا

لب پہ شاعر کے معنیٔ رنگیں
شکر و شہد و شیر ہو جانا

ایسی تازی تلاش کرتا ہوں
غیر سے ناگزیر ہو جانا

گر تمنّا ہے باغِ جنّت کی
خادمِ دستگیر ہو جانا

لُطف ہے تو وظیفہ عقبے اسکا
محوِ پیران پیر ہو جانا

مَیں نے اس نخلِ محبّت کا ثمر بھیج دیا
اے کمان ابرو تیرے تیرِ نظر کے خاطر
سر پہ اس بارِ مصیبت کے اُٹھانے سے صنم
مست رو لا پھر بھی مجھے اے میرے خورشید لقا
صُبحِ محشر میں مجھے تشنۂ دیدار نہ رکھ!
اپنے محفل کے سوا محفلِ آفاق کے بیچ

مجھ کو معلوم نہیں تُو نے کدھر بھیج دیا
جو کہ پرواز کے بقے باندھ کے پر بھیج دیا
ایک دم مَیں نے تیرے روبرو سر بھیج دیا
مَیں نے شبنم سا یہ آنسو کے گہر بھیج دیا
جس لئے ایسے تو مَیں گوہرِ تر بھیج دیا
شعر مقبول ہُوا مَیں نے جدھر بھیج دیا

کُنجِ وحشت میں جو کُچھ مجھ پہ گذرتی ہے لطیف
مَیں نے قاصد سے تیرے اپنی خبر بھیج دیا

اپنے کرم سے نت حق تعالےٰ
دستِ کرم سے ہر انجمن میں
ہر صُبح ساقی محفل میں تیرے
سر پیچ جیغہ سر پر ہو کلغی!
دولت تیرے گھر ایسی خُدا دے
یارب تُو اپنے فضل و کرم سے

قائم رکھے اس گھر کا اُجالا
رکھے ہمیشہ تجھ کو دوبالا
غنچہ صُراحی گُل ہو پیالا
شایہ تجھے نت موتی کا مالا
ڈیوے تُو نسدن ہم کو دوشالا
دے مجھ کو جگ میں دل چاہیئے لالا

کیا لُطف سے مَیں اپنا تخلّص
تخفیف یا سے لا کے نکالا،

ملنا بھلا ہے جا کے بُلایا نہ جائے گا،
بہنا بھلا ہے خُون کا قاتل کے ہاتھ سے
تحفوں میں آخرت کے بجز عشق کے میاں
جو طفلِ اشک آنکھوں سے گھر کے نکل گیا
شیشہ نہیں بغل میں جو دکھلا دیں محتسب

پھر ہم کو اس نواح میں آیا نجائیگا
پھر خُوں بہا کے وقت بہایا نجائیگا
کوئی چیز اس جہاں سے لیجایا نجائیگا
پھر دامنِ مژہ میں چھپایا نجائیگا
یہ شکل دل ہے جس کا ہٹایا نجائیگا

دوزخ کا خوف مجھ کو نہ جنت کی آرزو
مذہب مرا کتاب سے پایا نجائیگا

مشرب تو عاشقی کا بہت سخت ہے لطیف
ہر بوالہوس سے سمجھ کہ نبھایا نجائیگا

دل ٹوٹ گئے پہ طور اُٹھا احتیاج کا
ٹوٹے پہ کب علاج ہو قوت مزاج کا

تکلیف چپ طبیب کو دیتے ہیں اقربا
نسخہ ہے اوسکے پاس ہمارے علاج کا

فرہاد ہو تو اُٹھ کے مرا سر ہرا کرے
لاکن یہ سنگدل ہے عجب کچھ رواج کا

سونپا ہے ملک حسن تصرف میں غیر کے
دعوے کرے ہے پھر بھی یہ ہم سے خراج کا

یارو سمجھ کے رکھیئے قدم خوب اپنی جا
نقشہ بہت خراب ہے یہاں کل سے آج کا

مرغ ہما کے طرح ہر ایک حال میں صنم
ہیں خیر خواہ وہی ہوں تیرے تخت و تاج کا

کیوں عزم اس کو ہیل دماغ کا ہو لطیف
شانہ کہ جسکے زلف میں ہے آج عاج کا

جس وقت تبسم میں وہ رشک قمر آیا
یک نور کا شعلہ تھا کہ مجھکو نظر آیا

ہستی کے اجٹ جانے سے دل مجھ سے یہ بولا
باقی ہے شب قدر تو کیسی سحر آیا

زلفوں کے بکھرنے سے وہ رخسار کے اوپر
اوس مہ پہ سیہ ابر کا مجھ کو خطر آیا

باوصف کہ دل زلف کے سائے میں پڑا تھا
پوچھا نہ شب تار میں اب تو کدھر آیا

سمجھا ہیں خم ابرو سے یوں خال کو اسکے
تلوار میرے قتل کو لے پا سپر آیا

خرمن پہ غریبوں کے ترحم کی نظر کر
اے برق صفت تجھ سے یہاں کون بر آیا

محفل میں لطیفوں کے عجب دھوم مچی ہے
وہ رشک قمر جب سے کہ مست خمر آیا

خار و خس کو میں نے اپنا زینت گلشن کیا
تو بھی ظالم باغباں صیاد کو دشمن کیا

ہاتھ سے گلچیں کے اے گل کون پھل پایا ہے یہاں
تو نے جو رو رو کے اسکے روبرو دامن کیا

کوئی میرے مزرعِ ہستی سے کچھ نا لے گیا
اشک کے دانوں کا میں اس قدر خرمن کیا

سنگدل کوئی دن خوشی سے یاد تجھ کو نا کیا
گرچہ میں سنگِ جفا کو دانۂ سمرن کیا

کچھ ترے جانے سے میرا کام تو بگڑا نہیں
پر تو اپنے عاقبت کا کام مستحسن کیا

تارِ سنبل کو ترے تیرِ نظر سے باندھ کر
زخمِ دل کے واسطے میں رشتۂ سوزن کیا

آب و دانے کا گلہ کس سے کریں صیادِ بن
اب تو یہ کنجِ قفس پرواز سے ایمن کیا

لئے ہیں لیلیٰ کے رہا وہ مرد ہر لیل و نہار
مشہدِ مجنوں پہ اپنا جا کے وہ مدفن کیا

خاک بھی تیری نہ پہنچی بزم تک اسکے لطیفؔ
شمع کے مانند تو نے صرف اپنا تن کیا

دلربا کوچے میں تیرے گرچہ میں مہمان تھا
پر تیرے قاصد کے چلتی راہ پہ قربان تھا

دل بہت چاہا تجھے ہو وسے تو میرا نا ہوا
گر ہوا ہوتا تو صاحب کیا بڑا نقصان تھا

بت پرستی کو میرے کہتے ہیں کافر خود پرست
یہ نہ سمجھے دل میں میرے گوہرِ ایمان تھا

ہر گھڑی گلشن میں تیرے اے میرے بادِ صبا
گل بھی تھا غنچہ بھی اور صبح کا سامان تھا

ایکدم گلشن تلک پہنچا کے اپنے کو لطیفؔ
بھر کے آنکھیں دیکھ لینا بس یہی ارمان تھا

اٹھو یارو چلو نکلا ہے تارا
چلا ہے قافلہ سارا ہمارا

اگر سستی سے رہ جاوینگے ہم تم
مسافر ہے برا منزل کا مارا

بہت اس روشنی میں گل ہوئے گل
مگر باقی ہے اس کا گل ہزارا

حسابِ دوستاں ہے گرچہ در دل
مگر لازم ہے اس کا گوشوارا

رہا بیت دوست دشمن کی یہی ہے
تلطف اون سے تو ان سے مدارا

دریں محنت سرائے سب ہوا سا
چہ شد تاجِ سکندر تختِ دارا

کسے امید ہے شام و سحر کی
شبا شب کا ہے سب گذران سارا

ع یعنی رات

نہیں سرسبز ہوتا ہی جہاں میں
ہے جس کا اوج پر نجم سعادت
خوشامد ہمسروں کی مت کرو تم

ازل سے پھر گیا جس کا ستارا
تو اوس پر کہکشاں اسپند اتارا
خدا ہے رزق کا پہنچانے ہارا

لطیف اب اہلِ گلشن سے ملو تم
چمن میں پھر نہ آوینگے دوبارا

شب کو پری خانے میں زور سمایا ہوا
جو کہ دیوانہ ہوا اپنے پریزاد کا
اہلِ دول پر کبھی منتِ دُنیا نہیں
سب کی سنو دوستو اپنی نہ کس سے کہو
یارو زمانے کا میں تم سے گِلہ کیا کروں
اہلِ سخن کہتے ہیں سنکے مرا ریختہ

بیٹھ گیا صبح تک شام کا آیا ہوا
لوگ اوسے دیکھ کے کہتے ہیں سمایا ہوا
کر گیا دولت وہی جو کہ وہ لایا ہوا
کام نہیں آئے گا کس کا سکھایا ہوا
باپ تو یک تھا سو تھا بیٹا سو آیا ہوا
ہے کوئی افسردہ دل اُس کا بنایا ہوا

حرفِ شکایت نہیں تجھ کو کسی سے لطیف
اپنا ہی غیروں سے مل جبکہ پرایا ہوا

جب سے ہمارا صنم قابلِ شانہ ہوا
نام و نشان اوسکا اس تودۂ گل پر رہا
مُلکِ عدم کی خبر ہم سے نہ پوچھو کوئی
شعر و غزل پر میرے اب سے نظر مت کرو
نورِ نبی کے لئے حضرتِ آدمؑ کے تئیں
نامِ خدا کے سوا کچھ نہیں لیجائیں گے

تب سے یہ دل زلف کا اُسکے دیوانہ ہوا
تیرِ نگہ کا جو کوئی اوسکے نشانہ ہوا
پھر نہ پھرا اس طرف جو کہ روانہ ہوا
کیوں کہ یہ فن چھوٹ کر تجھ کو زمانہ ہوا
دانۂ گندم کا یک صرف بہانہ ہوا
قرض کی ہم نے اگر تم کو خزانہ ہوا

شکرِ خدا روز و شب مجھ کو یہی ہے لطیف
ذکر تیرے شعر کا خانہ بخانہ ہوا

حسنِ یوسفؑ کا تو ہر کوئی خریدار ہوا
پر نہ یعقوبؑ کے کوئی درد کا غمخوار ہوا

وقتِ بد کوئی کسی کا تو مددگار نہیں
جو کہ مشکل میں پھنسا اوسکا خدا یار ہوا

جو کہ معبودِ حقیقی کی جلالت سے ڈرا
وہ سو معشوقِ مجازی کا گنہگار ہوا

بات یوسفؑ کے خریداروں کی بھولی نہ گئی
گرچہ وہ مصر کے اورنگ کا مختار ہوا

بوئے پیراہنِ یوسفؑ جو لگی آنے کو
پھر تو اوس رشتۂ الفت کا وہی تار ہوا

الغرض جو پھنسا زنداں میں سو پھر آکے ملا
نہ ملا قید سے دنیا کے جو کوئی یار ہوا

سیرِ گلشن کی تمنا نہ رہی مجھ کو لطیفؔ،
داغ دل جب سے میرے سینے میں گلنار ہوا

جو پیمبرؐ کو خواب میں دیکھا
نارِ دوزخ وہ آب میں دیکھا

رشکِ گلشن ہے آتشِ دوزخ
یہ بشارت کتاب میں دیکھا

شکرِ حق میں جو شب کو سپنے میں
نورِ احمدؐ نقاب میں دیکھا

جلوہ گر اوس نقاب سے یوں تھا
ماہ کو جوں سحاب میں دیکھا

ماہ و خورشید کے تجلّی کو
اسکے پائے رکاب میں دیکھا

جھوٹ رویت کا جو کرے دعوےٰ
اُسکو دائم عذاب میں دیکھا

کس کا نورِ لطیفؔ بتلاؤں
میں جو اوس آفتاب کو دیکھا

ایسی گلشن میں گوٹ کر دینا
دل پہ بلبل کے چوٹ کر دینا

ہر سحر گل کو موجِ شبنم سے
باغ میں لوٹ پوٹ کر دینا

شعر وہ ہے جو دل میں جا بیٹھے
نہ کہ بارے کا موٹ کر دینا

بارِ خاطر کسی کے نا ہووے
بات ایسی چکوٹ کر دینا

ہم سے ایسی نہو معاذ اللہ
آسماں کو دو بوٹ کر دینا

مطربانِ چمن کے گانے سے
دل کو دریا کی لوٹ کر دینا

کچھ غنیمت لطیفؔ مل جاوے
دل کو کیسے کی پوٹ کر دینا

کچھ غم نہیں عزیز و اموال کے تلف کا
میں اپنے حال اوپر لاحول پڑ رہا ہوں
کیا وقت ہے عزیز و اس اک شکم کی خاطر
اس مزرعِ جہاں سے کچھ لیکے اب گذر جا

پر ہے غم قیامت اولادِ ناخلف کا
سنتا ہوں جب کسی سے احوال ماسلف کا
خوف و خطر نہیں ہے قرآن کے حلف کا
مثلِ حمار مست ہو اس گشت کے علف کا

بے عیب ہے جہاں میں ذاتِ لطیفؔ اوسکی
مہتاب میں بھی دیکھا یک سقم ہے کلف کا

جبکہ گلشن میں ہوا مست میرا متوالا
کیوں نہ شرمندہ کرے زلفِ سیہ سنبل کو
عرقِ رخ جو وہ گلرو کا چمن میں ٹپکا
یہی اوس بزم میں سوسن کے زباں سے نکلا
شیشہ گر دیکھ کے کہتے ہیں پری رو کو میرے
سانپ کی لہر ہی زلفوں میں سراسر اوسکے
دورِ دامن پہ نہ تم اوسکے کناری سمجھو
دردِ ہجرت وہ پری رو کا میں کس سے بولوں

مستئ چشم سے نرگس کو خجل کر ڈالا
خالِ مشکیں سے لیا داغ جگر پر لالا
ہو گیا رشک سے ہر گل کے بدن پر چھالا
سرو قد اوسکا ہے سب سے بلند و بالا
حق نے اس شوخ کو سانچے میں سراپا ڈالا
کون زہری نے اوسے دودھ پلا کر پالا
صرف یک نور کا ہے قرصِ قمر پر ہالا
کون ایسا ہے پرستاں میں لجانیوالا

آرزو ہے یہی گلزارِ قیامت میں لطیفؔ
داغ لالہ سا رقیبوں کا رہے منہ کالا

جبکہ میں شعر میں زباں کھولا
اس تصور کا کیا کرے کوئی

کوئی اچھا کوئی برا بولا
عقل جن کی ہے اصل میں گولا

یہ تم نے میزانِ عقل سے اپنے
اے مبصر ذرا نظر کیجو
شیخ و سید کو مت جدا سمجھو
بیا نہ بیٹے سے گھر کھڑا کرنا

خوب ہر ہر کا حوصلہ تولا
گوہر بے بہا جو میں رولا
کوئی دامن تو کوئی ہے چولا
کہ خدائی کا کہہ خدا بولا

ہر سخن کو لطیف کے سمجھو
گویا شکر کو شیر میں گھولا

کون ظالم نے تیرے پاؤں کا توڑا توڑا
تیرے زخمی کو کسی طرح سے آرام نہیں
کفش بردار ہوں میں روزِ ازل سے تیرا
تو نے تنہا کیا مجھ کو تو میں تنہا نہ رہا

تو اوسے سانپ بنا جان پہ میرے چھوڑا
دکھ یہ دنبل ہوا جس دل کا تو پھوڑا پھوڑا
جب اٹھا تو نے تو جھٹ میں تیرا جوڑا جوڑا
کیوں کہ اللہ نے پیدا کیا جوڑا جوڑا

عورتِ نیک سے ہے مرد کو آرام لطیف
نہو ایسی تو جیئے لگ سے وہ جوڑا کھوڑا

صبح صادق کا مجھے وقت بہت خوش آیا
جبکہ دن ڈوب گیا شام نمودار ہوئی
تب مجھے دیکھ کے پروانہ کہا اے نادان
اس قدر دل جو ترا قبر کی ظلمت میں پڑا
ایک قندیل سے ہوتا ہے اندھیرا زائل
سنکے اس مژدۂ صادق کو مرا دل بولا

مرغِ دل گلشنِ جنت کی حلاوت پایا
یاد کر قبر کی ظلمت کو جو میں گھبرایا
کیا تجھے شمع رسالت کا نہیں ہمسایا
تجھ کو شاید کوئی یہ رمز نہیں سمجھایا
یہ تو وہ نور ہے سورج کو عدم سے لایا
شکرِ حق حق نے تجھے نورِ یقیں بتلایا

تا قیامت تیرے الطاف و عنایت سے لطیف
خاکِ مرقد یہ میرے رکھیئے نبی کا سایا

یوں زلف سے بتوں کے دل میرا کانپ آیا

جیسا کسی نے ڈر کر کہتا ہے سانپ آیا

ہم نے تو قتل موذی ایذا سہے کیئے نہیں
چھوڑے جو اوس کو جیتا سو اوس کو سانپ آیا

دیر و حرم میں اوسکو ہر کوئی ڈھونڈتا ہے
جیسے کہ وہ پری رو منہ ڈھانپ آیا

مانند ناگیان کے ہم قید میں پڑے ہیں
جس دن سے اس میں یہ گردوں کا جھانپ آیا

سد سکندری کا یہ کار میں نے دیکھا
جیسے لطیف دل کے دریا کو سانپ آیا

شبنم کے طرح کب تک تو چشم نم کرے گا
اس گلشن جہاں میں کس کس کا غم کرے گا

غم ہے تو فرض تجھ پر شیدائے کربلا کا
جس غم سے ابن حیدر تجھ پر کرم کرے گا

جب تو صراط اوپر راہی نہ ہو سکے گا
تب رہبری کو تیرے دلدل قدم کرے گا

یہ فائدہ اوسی دن معلوم تجھ کو ہوگا
ہستی سے تو نے جسدم سیر عدم کرے گا

تفریح اوسپہ دائم فردوس کی رہے گی
جو مشت خاک اپنی خاک حرم کرے گا

کچھ فائدہ نہ ہوگا گردن کشی سے تیرے
پشت نیاز تو نے جبتک نہ خم کرے گا

اس صفحہ جہاں پہ سمجھا لطیف میں نے
مقبول خلق تجھ کو تیرا قلم کرے گا

صبح گلشن میں عجب تو نے نظارا مارا
ایک تبسم میں کیا غنچے کو پارا پارا

رنگ رخسار ترا دیکھ کے مرغان چمن
گل و گلزار کا سب بھول گئے نظارا

گل کی تعریف میں اس باغ میں کس طرح کروں
ترے رخسار کا ہے باد صبا ہرکارا

زلف مشکیں کو ترے دیکھ کے آہوئے ختن
رشک کھانے کو لگے چھوڑ کے اپنا چارا

جوہری دیکھ کے الماس ترے ٹیکے کا
یہی کہتے ہیں یہ ہے برج اسد کا تارا

لب خموشی بھلی کچھ کس سے میاں مت کہیو
ہے برا جگ میں جو دل سوز سے کہنے ہارا

آرزو دولت دنیا کی نہ رکھ دل میں لطیف
آہ جسکے لیئے دارا کو سکندر مارا

معصیت اوسکی خدا جان کے انجان ہوا
جان سے نامِ محمد پہ جو قربان ہوا

کیوں نہ اوس نامِ مبارک پہ تصدق ہوؤں
مَیں نے جس نام کے لینے سے مسلمان ہوا

لاف توحیدِ الٰہی پہ فقط مت کیجو
بے پیمبر نہیں کوئی صاحبِ ایمان ہوا

کھل گیئے عقدۂ لاحل جو بہت مشکل تھے
جبکہ نازل شہِ معراج پہ قرآن ہوا

مسیح و ملعول نہوا کوئی جہاں میں ابتک
وہ جو مشغولِ دعا حق سے کہ ہر آن ہوا

گرچہ کافر بھی نہیں ذکرِ خدا سے خالی
پر پیمبر کے نہ سمجھے سے وہ حیوان ہوا

خاتمہ نامِ محمد پہ ہرا ہو تو لطیف
تب تو ہر فرد سے کہیئے کہ یہ انسان ہوا

لوگ کہتے ہیں مجھے تونے عجب کام کیا
بیٹھا بیٹھا ہوا ملکوں پہ بھلا نام کیا

آرزو ہر کوئی رکھتا ہے ترے ملنے کی
تونے جو شعر و غزل درد سے ارقام کیا

عندلیبانِ چمن سنکے یہی کہتے ہیں
یہ عجب یار کا صیادِ سخن دام کیا

شکر کرتا ہوں شب و روز الٰہی مَیں نے
تونے جو دل پہ میرے لطف سے الہام کیا

تا ابد اوسکو میسّر ہے لباسِ جنّت
جو کہ اوس کعبۂ کونین کا احرام کیا

اوسکو سمجھو کہ یہ دنیا کے بلا سے چھوٹا
بسترِ خاک پہ جسدن کہ جو آرام کیا

عمر کھویا تو عبث فکر میں دنیا کے لطیف
آہ عقبیٰ کا نہ کچھ تونے سرانجام کیا

حیرت یہی ہے مجھکو کہ تو آکے کیا کیا
کعبہ میں گھر کیا نہ مدینے میں جا کیا

تکیہ مقامِ حشر میں کس چیز کا کروں
دنیا میں کام کونسا مَیں نے بجا کیا

اوستاد کا گلہ ہے نہ شکوہ ہے پیر کا
ہاتوں سے اپنے مَیں درِ دوزخ کو وا کیا

اک آسرا یہی ہے میرے جرم کے لیئے
لاتقنطوا کا حق نے جو مژدہ عطا کیا

آدم کے دشمنی سے کہو کیا ثمر ملا
ابلیس لعین نے جو ایسی دغا کیا

ابلیس پر گُناہ نہ حوّا پہ حرف ہے
اوسکی سزا ہے جوکہ خلافِ خُدا کیا

کیوں سُرخ رُو ہو جائیگا اندیشہ ہے مجھے
احکامِ حق لطیف تُو نے کُچھ نا ادا کیا

یارو وہی ہے خالق ہمارا
ارض و سما کو جس نے سنوارا

شعر و غزل سے کیونکر بیان ہو
نا جس کو تشبیہ نا استعارا

قُدرت ہیں یارو اس بیچگون کے
چون و چرا کا ہے کس کو یارا

عُمرِ دوروزہ سمجھو غنیمت
ممکن نہیں پھر آوین دوبارا

اس دم کا یارو کب ہے بھروسا
دو دن کا سمجھو ہے یہ گذارا

گرچہ تلطف ہے دوستوں سے
دُشمن سے بھی تُم کیجو مدارا

بے فکر ہوں میں تب سے لطیفو
جب سے کہ مَیں نے دیکھا بشارا

غربالِ خُون ہے سینہ ہمارا
تیرِ مژہ سے ظالم جو مارا

یہ بارِ مرہم کیوں کر اُٹھاویں
سینہ مشبّک دل پارا پارا

اب تک جو یہ دل باقی رہا ہے
فولاد ہے یہ یا سنگِ خارا

شمشیر کی اب حاجت نہیں ہے
ابرو کا بس ہے مجھکو اشارا

اتنی جو ضد ہے تُم کو رقیبو
بولو کیا کیا مَیں نے تمھارا

دُنیائے دُوں پر غرّہ نہ کیجو
کہیے کہاں ہے جمشید دارا

شوقِ خُدا کُچھ ہو تو لطیفو
عشقِ بُتاں سے کیجو کنارا

وہ بھی یک روز تھا زمانہ تھا
ایک دُنیا کا کارخانہ تھا

فرش قالیں تھا، چاندنی اُوپر
مخملی اوس پہ شہمیانہ تھا

مضطرب ہوں کے زبانِ موزوں سے
تان ٹپا تھا اور ترانہ تھا

ہر کماندار کا گویا یہیں سے نے
تیرِ مقصود کا نشانہ تھا

میرے شعر و غزل کا ہر کوئی
جان و دل سے گویا دیوانہ تھا

یہی میرا امکان اے بلبل
آشنایوں کا آشیانہ تھا

مثلِ نقشِ قدم ارے یارو
میں تھا اور میرا آستانہ تھا

اے فلک مجھ کو شادماں رکھ کر
کچھ تو دنیا میں آزمانہ تھا

دیکھ لینا تو تھا ارے ظالم
میرا حیلہ تھا یا بہانہ تھا

آہ تقدیر رہبری نا کی
ہر سحر قافلہ روانہ تھا

آج کے دن لطیف دیکھا تو
وہ جو تھا خواب تھا فسانہ تھا

خلقتِ خاک میں جب قالب انسان بنا
سجدہ گہ حور و ملائک کا ابھی آن بنا

روحِ آدم نے سنا حمدِ الٰہی جس دم
تب سے ابلیسِ لعیں دشمنِ ایمان بنا

کفر و اسلام کی تفریق ازل سے سمجھو
نہیں کافر کوئی تازہ نہ مسلمان بنا

کام منقول سے ہے، تابعِ معقول نہ ہو
کیوں کہ یونان اسی عقل سے ویران بنا

اپنے اوزانِ گناہوں سے بہت خوف کرو
وزن سنجی کیلئے پلۂ میزان بنا

نالۂ خورشید کو ہے جستجو اوس کی دایم
جو کوئی اپنے ہی رزّاق کا مہمان بنا

کیوں نہ باقی رہے دنیا میں ترا نام لطیف،
لطف سے حق کے جو تو صاحبِ دیوان بنا

اے بخر وحشت کرد اصنام کا پوجا
جس نام سے آئے کرو اوس نام کا پوجا

اے بلبلو ہرگز نہ کرو گل کی پرستش
کچھ گلشنِ ہستی میں کرو کام کا پوجا

اس دیرِ کہن میں جو صنم ہم کو لے آیا
لازم ہے سدا ایسے دل آرام کا پوجا

ہاتوں سے بنا کر نہ کسی چیز کو پوجو
پوجو اوسے جو ذات نہیں کس سے مشابہ
پھر کون سے مخلوق کا پوجا ہے جہانمین

ناچیز سراپا ہے یہ گم نام کا پوجا
جز اوسکے نہیں عالمِ اجسام کا پوجا
جب میرے نبیؐ کے نہو اقدام کا پوجا

مَیں کس کو نہ پوجوں گا بجز حق کے لطیفو
ہے اصل یہی مذہب اسلام کا پوجا

دل چاہتا ہے یار کا دیدار دیکھنا
قمری کی طرح طوقِ سیہ ڈال کر گلے
گرچہ چمن میں گل پہ ہمیشہ بہار ہے
اب آرزو یہی ہے میرے دلکی اے صبا

دیکھیں گا کس طرح سے یہ بیمار دیکھنا
اوس سرو قد کی قامتِ رفتار دیکھنا
بے یار کس طرح سے یہ گلزار دیکھنا
اوس غنچہ لب کے خوش لبِ گفتار دیکھنا

کچھ تو ترے سخن میں لطافت نہیں لطیف
کہتا ہے ہر کوئی ترے اشعار دیکھنا

یارو ذرا تو سنیو میرے دل کا ماجرا
چالیس دن خمیر کیا ابرِ غم مجھے
تم سے مَیں ذکر اوس دمِ عشرت کا کیا کروں
پروانہ کی خبر نہ کوئی مجھ سے پوچھیو
حیرت سوائے کچھ نہیں تشخیص ہو سکے
افسانہ گو سے کہیو کہ شب جاگتے کٹی
اظہارِ غم رقیبوں نے کہتے ہیں مت کرو
قاصد تجھے قسم ہے کسی کے ہو رو برو

تخمیرِ اربعین کے ہے یہ گل کا ماجرا
یکروز کی خوشی کے ہے محفل کا ماجرا
مشکل ہے ایسے بزم کے بسمل کا ماجرا
مہجور کیا کہے دمِ وصل کا ماجرا
عیسی بھی گر سنیں میرے کاہل کا ماجرا
کچھ یاد ہو تو کہہ کسی نادِل کا ماجرا
پوشیدہ کب ہے عاشقِ کامل کا ماجرا
کہنا نہیں ہے بھول کے قاتل کا ماجرا

اس ماجرے کا ذکر کسی سے نکر لطیف
غیر از خدا کے حل نہیں مشکل کا ماجرا

قاصدِ مُفسد کے آنے سے فقط نامہ بھلا
مگر کے بھیجنے سے میرا بے ریا جامہ بھلا

مُجھ کو بہتر ہے تیرے بیکار باتوں سے لطیف
مَیں بھلا، کاغذ بھلا، اور ہاتھ میں خامہ بھلا

جب کہ رشتہ حیات کا ٹوٹا
پھر تو سمجھو کہ جانور چھوٹا
سنگساری کا مت گمان کیجو
خود بخود گر کے آئینہ پھوٹا
اصل میں ہے حباب کے مانند
اس چمن کے زمین کا ہر بوٹا
بے ثباتی کو دیکھ گلشن کے
مُرغِ دل نے تو یہاں چمن لوٹا
دیکھ نیرنگی اس زمانے کی
دِل کے پیچھے بہت ہیں سرگوٹا
یہی کہتا تھا اس دیوانے کو
عشق ہے گلگر خوں کا جگ جھوٹا

نہیں مانا لطیف کی جب تو
وہ لہو اپنا آپ ہی گھوٹا

کل جو ہونا سو میاں خاک ابھی ہو جانا
خاکساروں کے طرح پاک ابھی ہو جانا
بعد گذرے کے کسی کا کوئی غمخوار نہیں
اپنے اعمال پہ غمناک ابھی ہو جانا
کِس کو اُمید ہے ہر صُبح صبا آویگی
مثلِ گُل دامنِ صد چاک ابھی ہو جانا
خوش لباسی ہے بہت اہلِ فنا کے خاطر
کل جو پہنے گے سو پوشاک ابھی ہو جانا
یہ کہالت کبھی تُجھ کام نہ آوے گی میاں
مردیت وہ ہی کہ چالاک ابھی ہو جانا
چوبِ ناچیز ہُوں آتش سے بچالے زاہد
دل یہ چہتا ہے کہ مسواک ابھی ہو جانا

خوفِ عقبیٰ کا اگر تُجھکو ہے تحقیق لطیف،
سب سے رخصت ہو کے بیباک ابھی ہو جانا

جان و دل مَیں نے ترے ابرو پہ قربان کیا
تُو بھی قاتل تو میرے قتل کا سامان کیا
دل کو پاسنگ کیا مَیں تیرے قدموں کے تلے
زُلف کو جیسے کہ تُو حُسن کا میزان کیا

تو نے پروانہ کیا میں تیرا پروانہ ہوا
حق نے جب سے کہ تجھے شمعِ شبستان کیا

بد نظر مجھ کو مجھ و دفعِ مضرت کے لیئے
خال کو عارضِ گلگوں کا نگہبان کیا

منتشر ہو گیا شیرازۂ دلِ گل کے طرح
طرۂ زلف تو جب رخ پہ پریشان کیا

معترض جو کہ تھے اشعارِ ہر مطلع پہ میرے
شکر للہ کہ حق اون کو پشیمان کیا

آرزو دولتِ دنیا کی نہ رکھ دل میں لطیف
حق نے تو تجھ کو یہاں صاحبِ دیوان کیا

آدم کا جسم خاک سے جب ساختہ ہوا
تب سے ہوا و حرص کا پرداختہ ہوا

وہ زخم التیام نہ پایا ابھی تلک
جو زخم تیرِ حرص کا انداختہ ہوا

بے واسطہ نبیؐ کے جو توحید لے اُڑا
نزدیک حق پرستوں کے وہ فاختہ ہوا

جو لے گیا جہاں سے لوائے محمدیؐ
اُوسکا نشان حشر میں افراختہ ہوا

جو مرد اس زمانہ میں تجرید سے رہا
کہتے ہیں لوگ اوسکو کہ یہ آختہ ہوا

شکرِ خدا ہی ہے مرا توسنِ قلم
میداں میں صفدروں کے جو وہ تاختہ ہوا

اب تک ترے سخن میں توارد نہیں لطیف
جو کچھ کہ تو کہا سو وہ نو ساختہ ہوا،

کیا مبارک ہے جہاں میں رسمِ بسم اللہ کا
صاحبِ اولاد پر نت شکر ہے اللہ کا

حکم ہے مادر پدر پر رسمِ بسم اللہ کریں
تھا طریقِ پاک ایسا ہی رسول اللہ کا

حضرتِ فیاضِ عالم یعنے ممتازِ جہاں
سنتے ہی نور البصر سے لفظِ بسم اللہ کا

یہاں تلک اوسنے کیا عالم پہ الطافِ عظیم
کر دیا آباد گھر ہر ایک دولت خواہ کا

جسطرف دیکھا تو میں مانندِ خورشیدِ جہاں
فیض ہے سب اُوس عظیم الشان عالیجاہ کا

سایۂ دولت میں اسکے یوں رہے سب شادماں
ہر نو خورشید سے روشن ہی جوں دل ماہ کا

پہنچنا کعبہ کا کچھ مشکل نہیں تجھ کو لطیف
جب خداوندِ جہاں رہبر ہو تیرے راہ کا

مظہرِ لُطف وعنایت معدنِ جود و سخا
ہے جناب حضرتِ فیاض مختار النسا

پرورش سیّد کی جس کو اس قدر منظور ہے
ہے کسی سیّد کی اس ایوانِ دولت کو دعا

وصف اُوس حاتم صفت کی کب کسی سے ہو سکے
کوئی نہیں محروم جس سرکارِ عالی سے پھرا

یا الٰہی رکھ سلامت اوس جناب خاص کو
مہر و مہ کو جب تلک ہے دَور دُنیا میں بقا

والضّحیٰ والشّمس کے نُورِ برکت سے لطیف
ہو مُبارک اوس جناب خاص کو عید الضحیٰ

ایسا ہی لب ملا کے کرو لب سے چونچلا
جیسا کہ گُل سے کرتی ہے بُلبُل نے چونچلا

گر آرزو ہے گلشنِ فردوس کی لطیف
منقار اپنے گُل کے محبّت سے چونچلا

شادی دکھا خوشی تیری یا درد و غم دکھا
لاکن حبیبِ خاص کے پہلے قدم دکھا

کھولا ہے چشم جیسا صدائے جرس کے ساتھ
ویسا ہی باندھ اُوسکو حصارِ حرم دکھا

طالب ہیں جو کہ مطلب دُنیا سے بے غرض
ایسے طلب کا اونکو نہ رنج و الم دکھا

اس عالمِ فنا سے مجھے سہل تر لجا
آزار دے نہ مجھ کو نہ دردِ شکم دکھا

کافی ہے مجھکو دفترِ افضال سے تیرے
یکبار خاتمے کا تو مجھکو رقم دکھا

شیرازۂ سیہ کو میرے کر کے مُنتشر
اوراقِ دستِ راست کا مجھ کو حجم دکھا

ظاہر پہ سے ہیں جو کہ میرے باعثِ ظہور[1]
پہلے میرے تو اونکو مقامِ کرم دکھا

گرچہ سند میں مخبرِ صادق سے لے چکا
لاکن گواہِ صدق تو اوس پر بہم دکھا

ہر مرد کا ہے شکلِ محمّد سے جلوہ گر
صورت بدی کی دیکھ اون آنکھوں کو کم دکھا

حالت میں اپنے عالمِ رُویا کی کیا کہوں،
بیدار مار اسکے قدم ایک دم دکھا

تعبیر پہلے خواب کی دکھلا کے یا لطیف
بعد اوس کے اس کثیف کو راہِ عدم دکھا

[1] یعنی مادر و پدر ۱۲

یارب بحقِ مصطفیٰ کر دُور دُنیا سے وبا — سُن عاصیوں کی التجا کر دُور دُنیا سے وبا

اِس قہر سے اماں دے اور دولتِ ایماں دے — اے دافعِ رنج و بلا کر دُور دُنیا سے وبا

بندے ترے گھبرائے ہیں آفت سے ہیبت کھائے ہیں — اے مونسِ محن و جفا کر دُور دُنیا سے وبا

اب تجھ سے ہو آزاد ہم کس سے کریں فریاد ہم — پھر کون ہے تیرے سوا کر دُور دُنیا سے وبا

یارب تیرا در چھوڑ کر بندے تیرے جاویں کدھر — تجھ بن نہیں کوئی آسرا کر دُور دُنیا سے وبا

تیری عبادت چھوڑ کر تجھ سے ہوئے جو بے خبر — اوسکی تو یہ دیکھے سزا کر دُور دُنیا سے وبا

کچھ خوف تیرا نا کیئے جو کچھ ملا سو کھا گئے — اوسکا تو یہ پائے مزا کر دُور دُنیا سے وبا

یارب عجب بیہودہ ہے ہر جا شراب و سود ہے — اس قہر سے ہم کو بچا کر دُور دُنیا سے وبا

یارو نشہ کو چھوڑ دو شیشے کو شر کے پھوڑ دو — حق سے کہو کوثر پلا کر دُور دُنیا سے وبا

یارو جو تم پہ فرض ہے سمجھو خدا کا قرض ہے — کیجو ادا مانگو دُعا کر دُور دُنیا سے وبا

یارب گنہ سے دُور رکھ دل نور سے معمور رکھ — ہے عرض یہ صُبح و مسا کر دُور دُنیا سے وبا

یارب تُو رکھ عورات کو عصمت سے انکی ذات کو — شیطان کے شر سے بچا کر دُور دُنیا سے وبا

یارب یہی ہے التجا مومن کو غیبت سے بچا — بغض و حسد دل سے اٹھا کر دُور دُنیا سے وبا

بدعت محرّم کی چھوڑا راہِ شریعت پر لے آ — اے ہادیٔ راہِ خدا کر دُور دُنیا سے وبا

اس معصیت کی سن صدا آئی ہے دُنیا میں وبا — حیران ہے سب شاہ و گدا کر دُور دُنیا سے وبا

پیسہ جو ہم پیدا کیئے یک دام کس کو نا دیئے — آخر وہ کس کا نا ہوا کر دُور دُنیا سے وبا

دولت متفاوت میں گئی کوئی دن سخاوت نا ہوئی — اے صاحب جود و سخا کر دُور دُنیا سے وبا

یارو خدا کا قہر ہے سم ہے نہ کس کا زہر ہے — سب مل پکارو اے خدا کر دُور دُنیا سے وبا

اے مومنو عبرت کرو اعمال سے اپنے ڈرو — مانگو یہی حق سے دُعا کر دُور دُنیا سے وبا

یارب بحقِ مصطفیٰ اُمّت کو دے خوف و رجا — تجھ سے یہی ہے التجا کر دُور دُنیا سے وبا

یارب تیری بندے ضعیف دم مارتے ہیں یالطیف — دے فضل سے صدق و صفا کر دُور دُنیا سے وبا

میں جو پیری میں پیر کو پایا
خضر سے دستگیر کو پایا

دل مرا جس طرح سی چہتا تھا
ویسے روشن ضمیر کو پایا

دل مرا کیوں نہ اب منوّر ہو
میں نے مہرِ منیر کو پایا

فخر غیر و فقیر کرتے ہیں
میں نے ایسے امیر کو پایا

خوف دوزخ کا دل سے دھو ڈالا
جب میں ایسے ظہیر کو پایا

پیرِ کامل کے ہیں شجاعت سے
دینِ حق کے سریر کو پایا

بعدِ مدّت لطیفؔ قسمت سے
مرشدِ بے نظیر کو پایا،

ردیف الباء

ساقی مجھے بلوری میں شبنم کے دے گلاب
تا مجھ پہ مرغِ گل نہ کرے تہمتِ شراب

شبنم اوسی شراب کے سوزش سے کم نہیں
جس کا جگر کہ آتشِ گل سے ہوا کباب

میں وہ تیرے غریقوں میں نازک دماغ ہوں
دریا میں ہے لحد پہ مری گنبدِ حباب

یہاں تک ہوں مضطرب کہ دمِ سر دیے مرگے
ہے بسترِ عدم میں بھی بجلی کو اضطراب

سوزِ سرور ہے رگ و پے سے میرے نمود
مطرب خدا کے واسطے مت دی مجھے عذاب

کیونکر مقام اوسکو تجلّی کا مل سکے
جب تک ہر ایک ذرّے کو سمجھے نہ آفتاب

شکوہ نہیں قفس میں کسی غیر کا لطیفؔ
یہ الفتِ چمن نے کیا عاقبت خراب

میں اپنے گل کا خواہاں ہوں نہیں کچھ غیر سے مطلب
قباحت بلبلاں جانے ہی اپنے سیر سے مطلب

حقیقت دوزخ و جنّت کی مجکو مت سنا واعظ
جسے نیں کام کعبے سے اوسے کیا دیر سے مطلب

طریقِ پارسائی میں میں وہ آزاد مشرب ہوں
نہ شر سے کام ہے مجھ کو نہ کسیکے خیر سے مطلب

میں ایسا مست و بیخود ہوں کہ مہر و محبت آگئے
نہ کسی کی دوستی مجھ کو نہ کس کے بیر سے مطلب

لطیف ہر چند غیبت میں بہت بد گو معاند ہیں
مگر اب تو سو رکھ ہر یک کے ذکرِ خیر سے مطلب

باغباں سمجھا نہیں بلبل کے رونے کا سبب
داغ دل پر ہو گیا لالہ کے بونے کا سبب

گل سے لے گلشن تلک جسوقت نافرماں ہوا
بس یہی تھا سرو کے آزاد ہونے کا سبب

خون خوبانِ جہاں کا ہو گیا بار و سپید
ہر سحر گل کو صبا شبنم سے دھونے کا سبب

بخت تھے بیدار جنکے بسترِ گل پر سدا
شاق ان پر ہو گیا نرگس کے سونے کا سبب

بے سبب کوئی کام نہیں ہوتا ہے دنیا میں **لطیف**
ہو گیا قسمت سے تیرے جان کھونے کا سبب

اے باغباں نہیں مجھے گلزار کی طلب
ہاں ہے تو تیرے رویت رخسار کی طلب

گل کی طلب ہے اوسکو نہ گلشن کی آرزو
اس غنچہ لب سے ہے جسے گفتار کی طلب

موسیٰ نہیں جو جا کے کروں کوہ طور پہ
دل سا مقام چھوڑ کے دیدار کی طلب

آزادگی چمن سے ہوئی مجھ کو اس قدر
اس باغ و بر سے نہیں ہے کسی بار کی طلب

تسبیح کیوں نہ توڑوں تیرے یاد میں صنم
ہے میرے من کے کو زنار کی طلب

جنت میں خستگوں کا گذر نا محال تھا
ہوتی نہ شاخِ گل کو اگر خار کی طلب

پردے کو غیریت کے جو دل سے اوٹھا دیا
رہتی ہے کب اوسے در و دیوار کی طلب

شہرت میرے سخن کی ہوئی یہاں تلک بلند
فردوسیاں کو ہے میرے اشعار کی طلب

پتھر بھلا و سنگ کے سینے سوائے **لطیف**
جسکے کہ لعلِ دل کو نہو یار کی طلب

سید کو کب ہے شیخ سے تعظیم کی طلب
نہ وہ کسی سے رکھتا ہے تسلیم کی طلب

چاہے کوئی سلام کرے یا وہ نا کرے
تاخیر کا گلہ ہے نہ تقدیم کی طلب

ہاں ہے تو جد و کد اوسے ابنائے جنس سے	غیروں سے کب وہ رکھتا ہے تکریم کی طلب
جنت کی جیم خوش ہے جہنم کی خوش نہیں	اس جیم سے غرض ہے نہ اُس جیم کی طلب
مشقِ احد میں میم جو ایجاد ہو گئی	ہے کاتبِ قضا سے اُوسے میم کی طلب
پیرانگی میں اور بھی کہتا ہے دلِ مرا،	کچھ مکتبِ علوم سے تعلیم کی طلب

اہلِ دول کی اُوسکو خوشامد نہیں لطیف
جس کو نہیں کسی سے زر و سیم کی طلب

جو صبحِ رُخِ یار کی اُلفت میں ہوا اب	رہنے دو اُسے زُلف کے سایے میں شبا شب
دوزخ سے نہ انکار نہ جنت کا طلب گار	حاضر ہوں جدھر بھیجے ہے مختار مرا رب
مرقد سے میرے کیوں نہ ہو اعزاز چمن کو	فردوس بنا روضۂ محمود سے یثرب
مشکل تھا دلِ خستہ کا فردوس میں جانا	ہوتا نہ اگر گُل کا خس و خار مقرّب
مت پوچھو طبیبوں سے میرے درد کی دارو	ہے پاس تیرے نسخۂ دیدارِ مجرّب
ساقی مجھے میخانے میں لیجا کے کوئی دن	تو نے نہ کیا ساغرِ اُلفت کو لبا لب
گر قدرِ شبِ قدر کی رکھتا ہے تو دل میں	آبیٹھ اوسی زُلف کے سایے میں کوئی شب
پروانے کے جلنے پہ جو تم کو ہے تامّل	اے مُرغِ سحر تم سے ہے اُمیدِ وفا کب

احوال دیوانوں کا لطیف ہم سے نہ پوچھو
روشن ہے ہر یک شمع سے پروانے کا مشرب

کم نہیں کچھ چشمۂ حیواں سے آبِ آفتاب	موڑ کو سرسبز کر دیتا ہے تابِ آفتاب
فیض ہر ذرّے کو اُون کا کیوں نہو صبح و مسا	مردِ عابد کو جگا دیتا ہے خوابِ آفتاب
برف کو پانی بنا دیتا ہے فیضِ نور سے	جبکہ دریا سے نکلتا ہے حبابِ آفتاب
گردشِ گردوں کے گرمی پہ نظر مت کیجئے	گوہرِ غلطاں بناتا ہے سحابِ آفتاب
شرم سے اوس شمع رُو کے مُنہ پہ مت لیجے نقاب	جان پروانے کی لیتا ہے حجابِ آفتاب

بے ثباتی پر میرے کس چیز کا لاؤں مثال
نقشِ دُنیا کو سمجھ لو ہے سرابِ آفتاب

اور گئے کئی ماہ رُو مانندِ شبنم کے **لطیف**
جو کہ بیٹھے ہیں سو ہیں پا در رکابِ آفتاب

ہے عجب فصلِ زمستاں میں بہارِ آفتاب
ہر سحر ہے گوہرِ شبنم نثارِ آفتاب

خاک میں کل صبح جا دیکھا تو مستانوں کے تئیں
ہر تنِ عُریاں کو تھا مجمر شرارِ آفتاب

عالمِ پیری میں ہر واحد کو اے بادِ صبا
دامنِ مادر سے ہے برتر کنارِ آفتاب

منتظر صُبحِ قیامت کے تھے یُوں اہلِ قبور
جوں مسافر کے تئیں ہے انتظارِ آفتاب

کون سی تشبیہ اوس نُورِ صفا کی دے سکوں
ابرِ رحمت کو سمجھ تُو ہے غُبارِ آفتاب

پرتوِ اُلفت اگر ہوتی یہاں دُوری سے دو
ڈھونڈھتا پھرتا قمر ہر شب جوارِ آفتاب

یار کی بیجا حرارت پر نہو افسردہ دِل
دوشِ خاطر پہ فلک کے کب ہے بارِ آفتاب

وعدۂ دیدارِ دل ہے اس قدر اب مستعد
جوں مصلّے کے تئیں ہے اعتبارِ آفتاب

سلسلہ توحید کا ہرگز نہ ٹوٹے گا **لطیف**
محوِ حق تاروں کو کر دیتا ہے تارِ آفتاب

لاتا ہے بُوئے گُل جو ہمارے دہن میں آب
شاید کہ گلبدن کوئی چھڑکا چمن میں آب

اب آب پاشی اوسکی میاں تم سے کیا کہوں
گُل آرزو سے اپنے لیا پیرہن میں آب

اے گلعذار پان کی منّت تو مت اُٹھا
کب ہے ترے لبوں کا عقیقِ یمن میں آب

آبِ حیات پردۂ ظلمت میں جا چھپا
خجلت سے دیکھ کر تیرے چاہِ ذقن میں آب

پائے نہ وہ مزا کسی دریائے شیر سے
ہم نے جو پی چکے تھے ہمارے وطن میں آب

شعلہ ہمارے رُوح کا مثلِ چراغ ہے
جاری ہے جب تلک یہ ہمارے بدن میں آب

قاصد یہی جواب میرے خط کا لا دیا
نامہ وہ تیرا دیکھ کے لایا نین میں آب

جوہر شناس کہتے ہیں اِنصاف سے یہی
تیرے دُرِ سخن کا نہیں نورتن میں آب

یہ آب و تاب کسکے سخن میں ہے اے لطیف
گوہر خجل ہے دیکھ کے تیرے سخن میں آب

خال پر اُسکے کیا جب مَیں خیالِ آفتاب
مُنہ نہیں خورشید کو جو مثل اُسکا ہو سکے
خلقتِ خاکی میں ہے رشکِ فلک آدم کی ذات
ہاں اگر دیکھوں تو اوسکے زُلف کے سایے تلے

دل کہا اے بے ادب مت دی مثالِ آفتاب
ہے یہاں جس پر تصدّق صد جلالِ آفتاب
جوہرِ اصلی کو کب پہنچے سفالِ آفتاب
تھا مجھے تارِ شعاع سے احتمالِ آفتاب

عالمِ رُویا میں اُس خورشید کو دیکھا لطیف،
جس کے تئیں نوری سے ہے یہ کچھ جمالِ آفتاب

نجیبوں کے خاطر ہے صبر و شکیب
زمانے کی خوبی میں اب کیا کہوں،
بہائم کے خلقت سے وہ کم نہیں
گناہوں کو سمجھے ہیں مثلِ ہوا،
نہ تُم اپنے خالق سے چوری کرو
حرام اوس پہ ہووے گا باغِ عدن

جو انجب ہیں ہے اون کو غنج و فریب
ہُنر ہو گیا جس کو سمجھے تھے عیب
نہو جس کو فرقِ فراز و نشیب
نہ سمجھے کہ طوفان ہے روزِ حسیب
کہ ہے علم میں اُوسکے اخبارِ غیب
اگر کھائے کوئی کسکا چوری سے سیب

شب و روز نقدِ سخن سے لطیف
رہے تیرا بھرپور دامان و جیب

ردیف التّا

گر دیں آلودمت سمجھو دیو انکی نشست
اہلِ دل کے غرقِ خوابی پہ نظر مت کیجئے
کوئی پہلو پہ یہ دل آرام مجھکو نا دیا

خاک سے پوشیدہ کب ہوتی دانکی نشست
نیں پہنچتے ہے ہمارے کوئی دگا نکی نشست
ایسے ہم پہلو سے بہتر ہے بگانکی نشست

بلبلو کنجِ قفس میں نام گلشن کا نہ لو
بے رضا در پر کسی کے بیٹھ مت مردِ گدا
محفلِ رنداں میں کل شب کو ہمارے شیخ جی

مصر کی شاہی سے خوش ہے قیدِ خانے کی نشست
یہ منڈھا گی خوب زَیں ہے مار کھانے کی نشست
خود بخود جا کر گئے پگڑی گنوانے کی نشست

بیٹھ کب سکتا ہے تو محفل میں رندانکے لطیف
کئی جوانوں کو اُٹھا دی اس زمانے کی نشست

مشک و سنبل کو کہاں نسبت ہی اِن زُلفوں کے سات
مجھ کو اس لب سے شبِ معراج حاصل کیوں نہو
گُل گریباں چاک ہی اور بلبلاں ہیں نالہ زن
یک پنا حاصل نہیں اوس واعظِ بے پیر کو
رزق و روزی کا گلہ کس سے کریں صیّاد بن
آب و آتش سے زیادہ کام کرتا ہے سخن
زاہد و مکر و ریا کو دور دل سے ڈال دو
مت برا مانو ہمارے پندِ پیری سے صنم

رشک سے جنکے چھپے ظلمات میں جاتی ہے رات
ہر دُرِ دنداں سے جسکے ہے نمایاں اسمِ ذات
اے صبا لالہ کے دل پر کس کا ہے داغِ وفات
جب تلگ باقی ہے اوسکو حجّتِ ذات و صفات
ہے ہماری ہمسروں کی شاخِ آہو پہ برات
بات بہتر ہے یہی اس لب سے اب نکلے نبات
حج روا کعبے میں نہیں ہے جب تلک لات و منات
کام آئی لشکرِ ظلمات کو بوڈھونکی بات

صاف سیدھی شعر کا مشتاق ہوں دل سے لطیف
پر لطافت کے لیئے لانا پڑا ایسے نکات

کب تلگ دُکھ میں بھروں اس دلِ بیمار کے سات
چین دیتا نہیں کوئی شب جو کہیں پڑ کے مروں
سُن کے کہتا ہے یہ دل مجھ سے تو بیزار نہو
اوسکے کہنے سے یہ بندہ بھی گرفتار ہوا

کس میں طاقت ہی پھرے ایسے گرفتار کے سات
شب گذر جاتی ہے اس مصرعۂ بیدار کے سات
یار کی یاری ہے مشہور دمِ یار کے سات
جوں کہ گل ہو گیا معیوب خس و خار کے سات

کاش ہم یار کے دلجوئی میں رہتے تو لطیف
عُمر برباد نہوتی کسی بدکار کے سات

جو زلف کے سایے میں کٹی رات غنیمت
گھڑیال کوئی دم کی تو مہماں ہے ہماری
اے اشک برستے ہیں تو ہرگز نہ کمی کر
عالم کی زباں کون پکڑتا ہے جہاں میں
دشمن سے تو اُمّید تلطّف کی نہیں ہے
گر خضر سے کامل کی طلب ہے تو کسی کو

اے صُبح تیرے نُور سے ظلمات غنیمت
جو یاد میں کٹ جاوے اوقات غنیمت
صحرا پہ کسی ڈھب کی ہو برسات غنیمت
بدگوئی سے چھُوٹے تو یہی بات غنیمت
پر تجھ سے جو کچھ ہو سو مدارات غنیمت
تُو ڈھوں کی سمجھ لیجے مُلاقات غنیمت

محفل میں جو میخانے کے دیکھا تو لطیف اب
یک حضرتِ انگور کی ہے ذات غنیمت

دولتِ بے وفا کو چاہو مت
مانع الخیر مجمعہ کو سمجھو
اصل دولت کی جو کہ معنی تھی
آگے مختار اپنے دل کے ہیں،
خاک ڈالو تم اس نصیحت پر
یہ نہیں ہو تو مُلک فانی ہیں
دولتِ دین ہیں کرو کوشش
کسکا لینا نہ کس کا ہم دینا

جسکے اوّل ہیں دو ہی آخر لت
آرزو ہے تو کیجئے دولت
کہہ دیا صاف تم کو بے منّت
ہم تو اب اوسکی کہہ دیا علّت
گر مرصّع کی بن سکے تربت
صرف کلفت ہے مال کی الفت
آگے اپنے نصیب یا قسمت
سب سے بہتر ہے عالمِ غربت

اُلفتِ زر لطیف تب کیجے
کچھ بھی اسدم کی ہے تجھے مہلت

لگی جو پاؤں کو میرے نجاست
نجاست تب لگی کہنے کو مجھ سے،
تری صحبت تو مُجھ کو گُہ بنائی

تو یُں کرنے لگا اوس سے کراہت
ارے غافل تجھے کب ہے طہارت
تو پھر بھی مُجھ سے کرتا ہے کراہت

یہ ایسی بات ہے کوئی چُرا کے
عجب تاثیر ہے تیرے شکم کی
یہ سُنتے ہی مَیں اپنے دل سے بولا
نہ یہ نعمت کبھی ناچیز ہوتی،
بہائم ہم سے بہتر ہے عزیزو،

کرے کتوال پر اُلٹی ملامت
کہ یک شب میں بنی میری یہ حالت
اگر کھاتا تو مَیں بہرِ عبادت
نہ ہوتی اس نجاست سے ندامت
کہ جنکی کام آتی ہے نجاست

لطافت اُٹھ گئی میرے گُنہ سے
رہی باقی کسافت کی کسافت

لازم ہے آدمی کو ہر ایک حال میں سکوت
بے صبر ہو کے در پہ کسی کے نجایئے
مُرغِ ہُما کو گرچہ زمیں پر گذر نہیں
اے دل مقامِ شُکر سے باہر نجایئے
یک قبر کی مدینہ میں گر مجھکو جا ملے
افسوس ہے یہی کہ یہ چرخِ کہن کے بیچ

بس ہے خُدا جو دیوے سوالقوت لایموت
قسمت مگس سے پاتا ہے گوشے میں عنکبوت
پر حق نے اُسکے بازو سے پہنچا رہا ہے قوت
ہے شُکر اہلِ صبر کا قُرآن سے ثبوت
پھر تو میرے مکان میں فردوس کی بیوت
کاتنے سو ہم کپاس ہُوا پھر اُلٹ کے سوت

مرنا تو سب کو حق ہے ہر یک حال میں لطیفؔ
پر مرد ہے وہی جو مرے قبل اَن تموت

ردیف الثا

اُلفت جہاں میں بُلبُلو گلزار کی عبث
بے فائدہ طبیب نہ تکلیف کیجئے
سدِ سکندری نہ ہُوئی مانعِ اجل
بہرِ دغا لباس اگر ہو تو شیخ جی

مُرغِ ہُما سے کیجئے اغیار کی عبث
تشخیصِ نبضِ عشق کے بیمار کی عبث
پھر تو محافظت در و دیوار کی عبث
عزّت تُمھارے جُبہ و دستار کی عبث

دمڑی نہو گرہ میں تو ہرگز نہ جائیے
بہتر ہے بن مشاہرہ کو لے کی چاکری
خوشنودیٔ خدا ہے تو مومن کی دوستی
کچھ لطف اس سخن کا تو مردوں سے پوچھیے

تا محنتِ مشی نہو بازار کی عبث
پر نوکری ہے ایسے جمعدار کی عبث
اُلفت برعکس اوسکے ہے کفّار کی عبث
جوہر نمائی ہیز کو تلوار کی عبث

گرچہ جہاں میں زندگی ہے مغتنم لطیف
لاکن حیات مجھ سے گنہ گار کی عبث

بے اجازت باغباں کے باغ میں جانا عبث
فرض کی ہم نے اگر چھوٹے بھی اسکے قید سے
دردمندوں میں ہمارا ذکر کچھ مت کیجیے
شعر کم فہموں کو تم ہرگز سنایا مت کرو
جسکے تئیں پاسِ نمک خاوند کا اصلا نہیں
مفلسی میں آرزو زربفت کی مت کیجیے

جا چکے پر قید سے صیّاد کے آنا عبث
پھر شکایت باغیوں کی باغ سے لانا عبث
داغِ دل اے بلبلو لالہ کو بتلانا عبث
روبرو بوڑھے کے سمجھو راگ کا گانا عبث
اوس غلامِ بے وفا کو کام فرمانا عبث
غیر ممکن چیز کو تکلیف سے پانا عبث

دردا پنے عاقبت کا تجھ کو لازم ہے لطیف
جو کہ گذرا اس جہاں سے اوسکا غم کھانا عبث

اگر انصاف سے بلبل کا ہوتا باغباں وارث
کسیکے وقتِ بد گوئی اگر احسان کر جاوے
نہ ٹھہرو قافلہ والو تم اپنے راہ لے جاؤ
اگر فرزند و زن یاری ندیویں وقت مرنیکے
مجھے ڈر خوف دوزخ کا نہیں مطلق ارے واعظ
کہو انصاف سے یارو خدا کے بعد قدرت میں
لطیف ایسے گناہوں کے سیاہی سے بچا تو نے

نہوتا باغ کا اوسکے کبھی بادِ خزاں وارث
تو اوس محسن کے ہوتے ہیں زمین و آسماں وارث
ہمارے خاک کی سمجھو ہے گردِ کارواں وارث
تو اس بیکس کے ہوتے ہیں سبھی ہمسایگاں وارث
ہوا جب سے شفاعت کا شہِ آخر زماں وارث
محمدؐ کے سوا ہم کو پھر ایسا ہے کہاں وارث
کہاں دارین میں تجھ کو پھر ایسا مہرباں وارث

ردیف الجیم

زُلف کو اُسکے حکومت شام کی ہوتی تو آج
دشت سے مُلکِ ختن کی بے خطا دیتا خراج

شاخ آہو کو بناتا عاج شانے کے لئے
بہرِ دندانِ فیل کو غیروں سے پڑتی احتیاج

دستگیری سے ہمارے ہاتھ مت روکو صنم
اہلِ ہمت کو ہمیشہ ہاتھ پکڑے کی ہے لاج

دوستی پر دشمنِ جانی کے مت کر اعتماد
آشنا ہوتا ہے کب دل سے رقیب بدمزاج

شمع پروانے کا دشمن گُل ہے بلبل کا عدو
باغِ ہستی میں عجب فصلین کا ہے امتزاج

گر کبھی اقبالِ دُنیا دوست کو ہوتی عزیز
غیر ممکن تھا ابوسفیان کے گھر میں تخت و تاج

اے طبیب اُٹھ جا مرانے سے ندے مجھکو عذاب
دردِ دل کا تجھ سے کب ہوتا ہے دیوانے علاج

خوش نہو حج و زیارت پر مرے ہرگز کبھی
کچھ درم آخر کی دے مجھ کو خبر اے شیخ حاج

رسم و عادت پر جہاں کے غور کر دیکھا تو میں
بیہودہ بیکار ہیں دُنیا کے سب رسم و رواج

تو نچھوڑیگا غرض چھڑوا دیگی تجھکو اجل
چھوڑ دے آگے ہی اوسکے سب جہانکے کام کاج

کیوں نہ دل پروانہ ہو اس شعلہ رُو کا اے لطیف
ایک جسکے شمع سے روشن ہوئے لاکھوں سراج

بُلبُل صبا کے آنے پہ ہرگز نہ بھول آج
غنچے سے اس چمن کے غنیمت ہے پھول آج

اندر کی ہے سبھا جو ہر یک باغ و بر کے بیچ
یارب یہ کس پری کا ہوا ہے نزول آج

مرجھا رہے ہیں گُل جو تیرے عہد میں نسیم
شاید کوئی چمن سے گیا دل ملول آج

جس گُل پہ باغباں کو تھا یک نشۂ غرور
اوسکی تو اُڑ رہی ہے خیاباں میں دھول آج

فرصت کہاں جو قصۂ بے کار کی مجھے
موقوف کل پہ رکھئے ترا بحرِ طول آج

آلِ عبا کے واسطے یا حضرتِ مجیب
اُمت ہیں مصطفےٰ کے مجھے کر قبول آج

خوف و خطر نہ کیجے کسی چیز کا لطیف
سالارِ انبیا ہے ہمارا رسول آج

جو بحرِ غم دکھائی ہے مجھ کو بہارِ موج
دریا میں اس قدر نہیں نقش و نگارِ موج

امواجِ غم تلاطمِ دریا سے کم نہیں
ہے دامنِ جنوں سے ہمارے غبارِ موج

صد آفریں اے چشم ترے سیلِ اشک سے
ٹوٹا نہیں ہے دامنِ مژگاں سے تارِ موج

بجلی ہمارے آہ سے کرتی ہے الحذر
جب چشم سے نکلتے ہیں دل کے شرارِ موج

شکرِ خدا یہی ہے مجھے رات دن صنم
یہ خستہ دل نہیں کسی دریا کا بارِ موج

اے شیخ حد سے اپنے تجاوز نہ کیجئے
سدِّ سکندری پہ نہیں اختیارِ موج

ٹوٹے اگر جہاز تو کچھ غم نہیں لطیف
پائے شکستگاں ہے ہمیشہ سوارِ موج

گر کچھ بھی سقم ہو تو ہمارے سخن کے بیچ
کہہ دیجے صاف صاف اسی انجمن کے بیچ

بعد از ہمارے مرگ کے ایسا نہ کیجیے
جیسا کہ دکھ نظامی کو پہنچا کفن کے بیچ

مت چھیڑو مردگاں کو ارے خسروِ زماں
اکثر یہ زندہ دل ہیں اسی پیرہن کے بیچ

مانندِ گُل چمن سے کہ جب تک جدا نہو
اہلِ ہنر کی قدر نہیں ہے وطن کے بیچ

اے باغباں بہار غنیمت ہے دیکھ لے
جب تک بقا ہے گُل کی یہ صحنِ چمن کے بیچ

کہتے ہیں سن غزل کو میرے شاعرانِ ہند
شکرِ خدا ہیں ایسے بھی ملکِ دکھن کے بیچ

حاصل تو شعر گوئی کا معلوم ہے لطیف
پر یادِ رفتگاں ہے یہ دیرِ کہن کے بیچ

کب تک پڑا رہے گا تو اپنے وطن کے بیچ
عزت نہیں ہے گُل کی مقامِ چمن کے بیچ

میں اپنے ناتوانی کا احوال کیا کہوں
بارِ گراں ہے روح مجھے اپنے تن کے بیچ

کاہیدہ اس قدر ہوں کہ کنجِ مزار میں
منکر نکیر ڈھونڈیں گے مجھ کو کفن کے بیچ

اخلاق اپنے دشمنِ جانی سے کیجئے
یہ خُلق تھا جنابِ حسینؓ و حسنؓ کے بیچ

آلِ نبیؐ کے وصف میں قاصر نہو لطیف
جب تک ترے زباں کو ہے قدرت دہن کے بیچ

اے مژہ مت آڑ ہو ہرگز میرے رونیکے بیچ
خار و خس بہجاتے ہیں گے برسات کے ہونیکے بیچ

دل کو دریا سے دیوانے لوگ دیتے ہیں مثال
ایسے کئی دریا پڑے ہیں اسکے ایک کونیکے بیچ

اے دمِ شب خیز خواب غرق پر میرے بجا
حکمتِ حق ہے صحابِ کہف کے سونیکے بیچ

لعل و گوہر اشکِ رنگیں سے میری ہوتے نہال
گر مجھے ہوتا سلیقہ تخم کے بونیکے بیچ

اڑ گئی شبنم ہمارے داغِ ہجرت سے صنم
گو کہ لاف شوب تھا دامانِ گل دھونیکے بیچ

توشۂ عقبےٰ بجز نامِ خدا کچھ تو نہیں
عمر سب گذری متاعِ خیر کے کھونیکے بیچ

کوچہ گردی سے جہاں کے اے میرے مردِ لطیف
پڑھ کے مرجانا بھلا ہے اب کسی کونیکے بیچ

جو کیفیت ہے مجھ کو خیالِ صنم کے بیچ
اے شیخ کب ہے تجھ کو حصارِ حرم کے بیچ

منزل ہیں عارفوں کے تو سالک اوسے نجان
جبتک ہو خیالِ صنم دم شدم کے بیچ

اس دست و پا سے کونسی نعمت ادا کرے
سو سو طرح کے شکر ہیں اس ایک دم کے بیچ

محفل میں تہنیت کے مجھے یاد مت کرو
کچھ کیفیت ہے مجھ کو میرے دردِ غم کے بیچ

اس موجِ انتحار کو کیوں کر سما سکوں
دریا اُمڈ رہی ہے میرے چشمِ نم کے بیچ

مطرب گمانِ نیک ہیں اب تجھ سے کیوں کروں
آواز دوں ہے دوں ہی تیرے زیر و بم کے بیچ

اس دل کے آئینے میں جو ہے جلوہ گر لطیف
دیکھا ہو گا کوئی کبھی جامِ جم کے بیچ

ردیف الحاء

بگڑا ہے اندنوں جو میرا یار بے طرح
ہوں کشمکش میں اوسکے گرفتار بے طرح

فریاد باغباں سے میں کس طرح جا کروں
حایل ہیں اس چمن کے خس و خار بے طرح

رکھئے قدم سمجھ کے چمن میں ارے نسیم
بکھرے پڑے ہیں یہاں دل افگار بے طرح

شب کس طرح کٹیگی سو معلوم کچھ نہیں
اب تو گرا ہے زلف کا بیمار بے طرح

چہرے پہ گلرخوں کے لپٹ زلف کی نہیں
بیٹھے ہیں پیچ کھا کے سیہ مار بے طرح

یارو فقط فلک کی شکایت نہ کیجیے
بگڑے ہیں اس زمیں کے زمیندار بے طرح

جوں نقشِ پا قدم نہ اُٹھا باغ سے لطیف
باغی ہیں اس زمانے کے اغیار بے طرح

اس فصلِ گل میں تم جو نہ آئے علی الصبّاح
غنچوں نے غل چمن میں مچائے علی الصبّاح

ہر ایک گل چمن میں کیا چاک پیرہن
خورشید رُو جو تم نے چھپائے علی الصبّاح

شاید کوئی رقیب ہُوا مانعِ چمن
جب تم قدم چمن میں نہ لائے علی الصبّاح

ہے خاک بھری یہ تمہارے اے بُلبلو
شبنم سے چشمِ تر کو رولائے علی الصبّاح

دعوت پہ ان بزرگوں کے ہرگز نہ جائیے
جو شب کے دعوتی کو کھلائے علی الصبّاح

آوے نہ آوے کوئی ضیافت پہ یار کے
ہم تو قرارِ شب کو نبھائے علی الصبّاح

تا صُبحِ حشر ملنے کی صُورت نہیں لطیف
بستر جو اس چمن سے اُٹھائے علی الصبّاح

ردیف الخاء

حق میں خاصوں کے آتشِ دوزخ
سرد ایسی کہ رشک کھاوے یخ

فرض کی ہم نے ہے اگر آتش،
وہ ہے خاصوں کی گرمیِ مطبخ

رویتِ رشکِ ماہِ دُنیا سے
ہو سکے کس طرح بروزِ سلخ

ہاں مگر وصل ہے قیامت پر
ہے یہ اُمید واثق و راسخ

دیکھ بود و وجود پر اپنے
وہ فنا کا یہ ایک ہے برزخ

ایسے جینے پہ پڑھ کے مت مرئیے،
تُجھ سے بہتر ہے مرغ و مور و ملخ

عیدگہ سے لطیف بہتر ہے
حق میں عاشق کے منزلِ مسلخ

ردیف الدال

خاکساروں کے نجا پستی پہ اے اقبال مند
ہے نشست ہاتی کی سب عالم میں گھوڑے سے بلند

کیوں نہ ہو روشن ہماری گور اے مردِ گدا
ہے ہمارا داغِ دل رشکِ چراغِ نقشبند

آنکھ نرگس کی نہیں لگتی ہے اے افسانہ گو
کون ہے ہم سے زیادہ اس چمن میں دردمند

بامِ جنت سے گذر کر عرش کے جاؤں پہ سے
اوس پری کے زُلف کا گر ہاتھ لگجاوے کمند

بحظ ظاہر بار ظالم ذبح ہونے پر ہر سے
الاماں اللہ اکبر بولتے ہیں گوسپند

آگے اب کس سے توقع رزق روزی کی ہو
کاٹ کھاتے ہیں ابھی سے ان سکو نکے بھائی بند

وصل سے کم ظرف کے بنیاد گھٹتی ہے لطیف
گو کہ شاخ ترش سے ملتی ہے شاخِ دلپسند

بول اے مشرک زباں سے قُل ہُوَاللہُ اَحَد
کیجیے تصدیق دل میں ہے وہ اللہ الصّمد

لَم یَلِد ہے ذات اُسکی اور وَلَم یُولَد ہے وہ
لَم یَکُن لہ صاف کہہ اور بول تو کُفُواً اَحد

سورۂ توحید کی معنی یہی لاریب ہے
وہ نہیں زائندہ کس کا اور نہیں کس کا ولد

نا اُو سے مادر پدر ہے نا اوسے فرزند و زن
خویش و خواہر سے منزہ اسکی ہے ذاتِ اَحد

احدیت میں اوسکے کوئی کیونکر رقم زن ہوسکے
ایک ایسا ہی نہیں جسکو کہ امکانِ عدد

جب تلک تو معنیٔ توحید سے آگہ نہیں
حرف تیرے شرک کا ہرگز نہوگا تجھ سے رد

تحفۂ توحید جب تو حشر میں لے جائیگا
نیک تر ہو جائیں گے وہاں سب ترے اعمالِ بد

کام رکھ منقول سے معقول کا تابع نہو
بہکگئے مشرک بہت اس راہ میں اہلِ خرد

ورد میں دائم تو رکھ قرآن و تفسیر و حدیث
ہے یہ تیرے حشر میں ہادی و حامی و مدد

نامِ اللہ کے سوا ہم کچھ نہیں لیجائیں گے
بس اوسیکے ذات کی لازم ہے ہم کو جد و کد

کیوں نہو رشکِ سحر صبحِ قیامت تک لطیف
نُورِ توحیدِ الٰہی سے نبی کے کُنجِ لحد

ماہِ انور ز آسمانِ کرم، | ہمچو خورشید در جہاں درخشید
شکرِ حق را ز نورِ اقبالش | رُوئے بہبود چشمِ مردم دید
بر ہمہ مومنانِ دولت خواہ | شُد ظہورش ظہورِ عیدِ سعید
چوں بہ فیضِ نسیم ممتازی | نکہتِ خوش بعندلیب رسید
ناز بر اہلِ ناز افزود ع | گفت آمد نہالِ باغِ اُمید

ردیف الذّال

میرے اشعارِ مرصّع کا یہاں ہر کاغذ | جوہری جانتے ہیں زر کے برابر کاغذ
جس نے دیکھا سو اُسے لُطف سے کہتا ہے یہی | اس لطافت کا نہ دیکھا کوئی بہتر کاغذ
کاغذِ زر کے طرح شعرِ مرصّع کو مرے | لوگ لے جاتے ہیں ٹکڑوں پہ لکھا کر کاغذ
بے مروّت مرے قاصد کو تو خالی بھیجا | ایک خط کا ہوا تجھکو میسّر کاغذ
گر لکھوں خط کئے نہ آنے سی خطِ زُلف عروس | زُلف کے طرح اُڑے گا ترے رُخ پر کاغذ
وصفِ رُخسار ترا اگر ورقِ گل پہ لکھوں | مثلِ شبنم کے اُڑے ہو کے معطّر کاغذ
جو کہ لکھ بھیجے تھے دفتر مجھے برگشتہ دیں | کُو بکُو اوسکے اُڑے پھرتے ہیں اکثر کاغذ
کیا لکھوں تُم سے میرے عالمِ رُویا کی خوشی | لکھ دیا مجھکو شفاعت کا پیمبر کاغذ

مُرغِ دل کا میں اگر حال لکھوں تجھکو لطیف
بے پر و بال اُڑے بن کے کبوتر کاغذ

حرزِ جاں کیوں نہ کروں یار کے سر کی تعویذ | بلکہ سمجھوں ہیں اوسے دردِ جگر کی تعویذ
یک نظر دیکھ نہیں سکتے بہم مجھکو رقیب | لکھ دے اے شیخ مجھے دفعِ نظر کی تعویذ
جان لیتا ہے تو لینے دے نہ اس پر کچھ ہو | مجھکو منظور نہیں ایسے ضرر کی تعویذ
سخت منزل ہے مسافر پہ عدم کی یارو | کچھ تو پیدا کرو اب ایسے سفر کی تعویذ

نقشِ ایمان کو اسطرح سے دل میں رکھئے
جیسا رکھتا ہے کوئی کاغذِ زر کی تعویذ

قطعِ اولاد کبھی عالمِ پیری تم پر
شیخ بھی کھول دو اب اپنے کمر کی تعویذ

کون دشمن کا برا چہتا ہے دنیا میں لطیف
ہے طلب اپنی مگر خوف و خطر کی تعویذ

ردیف الرّاء

بعد از موے کے آویں گے روتے مزار پر
پتھر پڑے تمہارے صنم ایسے پیار پر

مرمر کے سنگ ہم نے جو پیدا کئے صنم
اوسکو تو تم لگا دیئے پتھروں کی مار پر

سختی تمہارے دل کی بھی گرمی مزاج کی
سنگِ جفا سے لے گئی سبقت شرار پر

کوئی روز دل میں جای صفائی سے نا دئے
اے ناصفا ہے خاک تک ہمارے غبار پر

ملنے کے ضد سے تم نے تو موسم بدل دیا
ہم بر سرِ خزاں رہے عینِ بہار پر

یارو کدھر کے یار کہاں کی یہ دوستی
ہم جان و دل نثار کئے چار یار پر

حیوانِ بد سے اوسکو تو بدتر سمجھ لطیف
نازاں ہوا جو اپنے یہاں کاروبار پر

مردی سے جب قدم کو دھرے آسمان پر
شکوہ نہ اس زمیں کا کرے آسمان پر

روئے زمیں سے مجھ کو پرے تو اٹھا دیا
پھر دیکھئے جو ہو سو پرے آسمان پر

شبنم سا ہم چمن کو دئے چھوڑ باغباں
تنہا چلے ہیں اشک بھرے آسمان پر

شبنم کا میرے اشک سے رتبہ ہوا بلند
ہے میرے چشمِ تر کے جھرے آسمان پر

اے آہ آج کس دلِ مجروح کے لئے
سیّار بن رہے ہیں یہ جھرے آسمان پر

اہلِ فلک سلوک زمانے سے کیا کئے
ناحق جو ہم نے پڑکے مرے آسمان پر

مشکل تھا بازگشت مرا واں ہی یہاں لطیف
تھا نردبانِ عشق پڑے آسمان پر

اے باغباں کچھ تو دے مجھے ثمر
ثمر تیرے اُلفت کا مجھ کو یہی
مگر طعن تر دامنی پر مرے
قیامت میں بھی داد ہے یا نہیں،

نہ اب سرو سا مجھکو آزاد کر
تو بتلا دے جنّت کا مجھ کو شجر
ہر یک اشک میرا ہے شبنم سے تر
ترا جس کو لاگا ہے تیرِ نظر

تیرے بزم روشن میں اے شمع رُو
لطیف اب تو ہے گا چراغ سحر

مرمّت گھر کی کس دُنیا کے خاطر
نہیں دیوار و در مانع قضا کا
نہیں دیوار جسم بن پر اُڑھے ہے
یہ مُشتِ خاک کو آرام و راحت
سجودِ حق سے دردِ سر ہو تجھکو
ارے زاہد تجھے راہِ خدا ہیں،

فراہم زر کی کس دُنیا کے خاطر
حفاظت در کی کس دُنیا کے خاطر
رعایت پر کی کس دُنیا کے خاطر
کہو بستر کی کس دُنیا کے خاطر
تو خُوبی سر کی کس دُنیا کے خاطر
سواری خر کی کس دُنیا کے خاطر

لطیف اس ملکِ فانی میں تمنّا
کسی دلبر کی کس دُنیا کے خاطر

جہاں میں آئے ہم مرنے کے خاطر
قرارِ بندگی لائے تھے ہم نے
بزرگی ہے تو سر کی اس بدن میں
نہ سمجھو ہم سے آخر ہے زمانہ،
درِ دُنیا پہ ہم مانند سگوں کے
کسی کی کچھ تو ہم چوری کئے نیں
خُدا کے لُطف سے ہے باغِ جنّت

نہ آئے زندگی کرنے کے خاطر
نہ یہ باغِ ارم چرنے کے خاطر
سجودِ حق میں سر دھرنے کے خاطر
ابھی عرصہ ہے یہ سرنے کے خاطر
پڑے ہیں اپنے دن بھرنے کے خاطر
جوان چوروں سے اب ڈرنے کے خاطر
لطیفوں کے گذر کرنے کے خاطر

تکیہ بکر و غیروں کے اشعار و غزل پر
مردوں کو مسرّت ہے تو اولاد پر اپنے
ہر چند دوائین کا حمّال بھی ہووے
غیروں کی زمیں پر بکر و عُمر کو ضائع
دو تین غزل بول کے شاعر جو بنے ہیں
مضمون جو کُچھ آوے سو دیوانہیں لکھدے

بچہ بھی کہیں ہوتا ہے تعویذ کے بل پر
نامرد خوشی کرتے ہیں غیروں کے حمل پر
دم گیر کہاں رکھتا ہے بوجے کو محل پر
موقوف ہے یہ کشتِ امل اپنے عمل پر
کیا سہل زمیندار ہوئے غیروں کے ہل پر
موقوف نہ رکھ آج کی تجویز کو کل پر

واعظ کے ڈرانے سے نہ گھبراؤ لطیفو
بیخوابی بہت رہتی ہے آوازِ دُھل پر

ہوئی جنت گُنہ گاروں کے خاطر
گُنہ جب تک نہ ہو رحمت نہ ہوگی
شراب پاک صہبائے طہورا
شفاعت ہے شفیع المذنبینؐ کی
مراتب صبر کے درد و الم ہیں
نہیں ہے لُطف سونے میں عزیزو

کہ جوں انگور مے خواروں کے خاطر
دوا ہے محض بیماروں کے خاطر
ہے اوسکے صرف سرشاروں کے خاطر
گُنہ گاران دیںداروں کے خاطر
خُدا فرمایا غم خواروں کے خاطر
تماشا ہے تو بیداروں کے خاطر

لطیف اپنے سیہ بختی پہ مت جا
فقط بے خال رخساروں کے خاطر

خار و خس کے حصار میں چھپ کر
جب کہ نزدیک جاکے دیکھیں تو
حال میرا ہیں دیکھتا ہوں تو،
پھر بھی تعریف جو کہ کرتے ہیں
حال میرا لطیف سے پوچھو

خوش نمایاں ہے دُور سے ڈونگر
غیر سنگ خاک بھی نہیں اوسپر
ہے وہ ڈونگر سے بھی بہت بدتر
اصل میں ہیں وہ صاحبِ جوہر
بے تکلّف کرے گا وہ ظاہر

جبریلِ امیں کب ہے محمدؐ کے برابر
اوس قامتِ معجز کی بلندی میں کہوں کیا
کوئی بعدِ خدا ہے نہیں احمدؐ کے برابر
طوبیٰ کی بلندی نہیں جس قد کے برابر
گر عرش بھی ہو فرش قدم میرے نبیؐ کا
ہے ہمسری کسکو جو کہوں بزم میں اسکے
تب بھی نہو اوسکے کبھی مسند کے برابر
آدم بھی نہیں احمدِ امجدؐ کے برابر
جنت بھی اگر ہو تو میرے عینِ نظر میں
گر خاکِ قدم اسکی میسّر ہو تو جس کو
نیں اوسکے کبھی مدفن و مولد کے برابر
سُرمہ نہیں اوس چشم کے اسود کے برابر
کیوں کر نہ کروں خاکِ مدینہ کی تمنّا
مرقد میری اوس خاک سے روشن ہو نہ کیونکر
فردوس نہیں اوسکے ہے سرحد کے برابر
ہر سنگ وہاں کا ہے زبرجد کے برابر
اب آرزو اتنی ہے میرے نزعِ روانمیں
محشر میں محمدؐ کے تصدّق سے الٰہی
ہو خاتمہ میرا میرے مقصد کے برابر
مت مجھ کو کھڑا کر تو کسی بد کے برابر
سبطینِ نبیؐ حامیٔ اُمّت ہو کیوں کر
انگشتِ مبارک سے جو انہار نکالا
ہے کس کا کہو خلق میں اس جد کے برابر
کب ہے یدِ بیضا کہو اس ید کے برابر
ہر شئے کی بنا نور سے ہے اس کے عزیزو
کوئی دین نہ ٹھہریگا بجز دینِ محمدؐ
کعبہ بھی نہیں اوسکے ہے مرقد کے برابر
ہے کونسا اس ملّتِ ممتد کے برابر

الہامِ الٰہی ہے فقط مجھ کو لطیفوؔ
آورد یہ کب ہو سکے آمد کے برابر

گرچہ انساں ہے طائرِ بے پر
حالِ معراج کا تو ہے ظاہر
پر ہے کاشانہ اس کا طوبےٰ پر
جسکے جلدی پہ برق ہے ششدر
گرم ایسا گیا وہ پھر آیا
لامکاں کی جو راہ مشکل تھی
نہوئی سرد گرمیٔ بستر
طے کیا پل میں داکٹِ کوثر
جسکے نعلین کے برکت سے
عرش محکم ہوا جو تھا مضطر

ایک انگشت کے اشارے سے
ہوگے دو نیم قرص ماہِ منیر
اسی انگشت کے تموّج سے
کیوں نہ انہار اُس سے جاری ہو
ذات اسکی ہے رحمتِ عالم
جس نبیؐ کا کہ نام سُننے ہو
گرچہ آدم ہے مظہرِ عالم،
معجزاتِ نبیؐ کے لکھنے کو
بلکہ تعدادِ وصف کو اسکے

دو ہُوا ماہ آسماں اُوپر
ہوگیا آشکار پیغمبرؐ
پل میں سیراب ہوگیا لشکر
ہے عطا جس کو چشمۂ کوثر
کیوں نہووے وہ شافعِ محشرؐ
ہے اوسی نُورِ خاص کا مظہر
ہے حقیقت میں نُورِ پیغمبرؐ
نہ ہے طاقت مجھے نہ اسکو حصر
مکتفی کب ہے دہنِ جنّ و بشر

یا الٰہی لطیف کو دائم
رکھ نبیؐ کے قدوم سے خوشتر

بحقِ حضرتِ مولائے مظہر،
ہمیشہ سایۂ دولت میں اُسکے،

رہے منظور وہ عالی مظفّر
رہے فیروز مسند آلِ پیمبرؐ

ولہ

یا الٰہی تُو رکھ اوسے مسرور
اوسکے مہر و غضب سی ایسی ہو
عندلیب چمن مسرّت سے
لُطف اوسکا ہی اس قدر مجبور

ہر چمن ہیں مظفّر و منصور
دوستاں درحضور دُشمن دُور
مدح گوئی میں اوسکے ہیں معمور
بھائے میرا حرم میں ہے مشکور

لُطف اوسکا لطیف پر تب سے
جو ہو آداب تہنیت منظور

عجب کچھ ایوان طرح تازہ بنایا سردار جنگ بہادر
کہ جسکی قصر فلک کو خوبی بتایا سردار جنگ بہادر

دلوں کو روشن ہمارے کرنے چراغِ دولت سرا اسی اپنے
ہر ایک قندیل رشکِ انجم لگایا سردار جنگ بہادر

مئے مسرت سے اس چمن کے صبا بھی مدہوش کیوں نہووے
ہر ایک گل کو شرابِ شبنم پلایا سردار جنگ بہادر

الٰہی روشن رہے جہاں میں رئیس الامرا کا نام عالی
کہ فیضِ جد و پدر کا اپنے لیے آیا سردار جنگ بہادر

کسی کو مالا کسی دوشالہ کسی کو زر اور کسی جواہر
جہاں میں جب جلوہ گر ہوا تب دلایا سردار جنگ بہادر

ہزار شکرِ خدا یہی ہے کہ بعد وہ اپنے امجدوں کے
ہر ایک خادم کو پرورش سے پہنایا سردار جنگ بہادر

بہت عجب ہے کہ اب تلک یہ **لطیف** خادم نہ یاد آیا
کسی سے شاید قدامت اسکی نپایا سردار جنگ بہادر

ہے دریائے کرم کا بے بہا در
کریم الدین احمد خان بہادر

کریم النفس اوسکو کیوں نہ بولوں
کہاں دریا کو ہے اوس کا تبحر

سند اوس کے سیادت کی عزیزو
مجھے پہنچی بزرگوں سے تواتر

خطابِ خوش سے اوس عالی نسب کے
ہوائیں دل پہ دشمن کے تحیر

حلیم ایسا کہ چہرے پر عدو کے
نہ آیا اوس کے جانب سے تغیر

الٰہی فیض سے سلطانِ دین کے
بندھا دے در پہ اُسکے فیل و اشتر

لطیف ایسی دعا کرتے ہیں کیجے
کہ ہو خورشید سا اوسکو تفخر

اے مشیرِ اولیائے دولت پاینده دار
جوہرِ تیغِ فتوت ہمچو سیفِ ذوالفقار

آیۂ رحمت بعالم ہمچو دریائے کرم
موجِ الطافِ تو بخشد گوہرِ خوش آبدار

غیرِ حق در محفلِ تو نیست امکانِ سخن
روز و شب معنیٔ قرآں میشود تفسیر دار

بوئے این معنی ز بلبل یافت این خادم **لطیف**
آرزوئے گلشنت دارد بصد جانِ ہزار

یا الٰہی تا بدورِ مہر و مہ تابندہ دار
فیضِ حافظ یار جنگ بر ہر بہادر ذی وقار

ردیف الزّاء

آزردگی نہ دل سے گئی رات کی ہنوز
تکرار ہو رہی ہے اوسی بات کی ہنوز

شام وسحر بدلتے ہیں دُنیا میں روز و شب
لاکن بدی نہ بدلی وہ بدذات کی ہنوز

بیجا ہے اوس بچارے سی تعظیم کی طلب
جس کو نہیں تمیز ملاقات کی ہنوز

عقدے چمن کے بند جو رہتے ہیں بُلبلو
شاید گرہ کھلے نہ نباتات کی ہنوز

کیونکر رکھوں میں مُلکِ سلیمان کی خبر
انگشتری ملی نہ میرے ہات کی ہنوز

ہم دوسری کی سعی وسفارش کہاں کریں
صُورت بنی نہ اپنی ہی حاجات کی ہنوز

کچھ دیوے یا دلاوے تو فقرا کو خیر ہے
ورنہ گئی نہ کالی جمعرات کی ہنوز

اے شیخ تو دُعا نہ میرے حق میں کیجئے
رخصت نہیں ہے مجھکو مناجات کی ہنوز

تدبیر کچھ ہمارے سی دُنیا میں اے لطیف
نا ہو سکی اہم مہمات کی ہنوز !

محتاجِ بندگی نہیں خلّاقِ بے نیاز
پر امرِ حق یہی ہے کہ بندہ کرے نماز

ترکیب پر نماز کے خلقت کا ہے ظہور
گر چشم ہے تو دیکھ لے اے مردِ دلنواز

پرسش نہیں عوام سے حج و زکات کی
پر سرزنش نماز کی ہے روزِ جاں گداز

صوم وصلوٰۃ حج وزیارت جو کر گیا
اُوسکو کیا خُدا نے بہشتوں سے سرفراز

کعبے میں حج کیا جو نبی تک نہیں گیا
وہ حج خدا کے راہ میں ہرگز نہیں جواز

ایسے میرے شفیع کی شفاعت کو چھوڑ کر
کیونکر پھرا وہ حضرتِ محمود سے ایاز

خلقت میں وہ خُدا کے بہایم سے کم نہیں
جس کو خُدا رسول کا ہووے نہ امتیاز

شاہا مجھے نکال کے دریائے ہند سے
کعبے طرف کرم سے بہاوے میرا جہاز

شاہا تیرا غُلام نمک خوار ہوں قدیم
کیجے مجھے نبی کے زیارت سے سرفراز

کعبے میں پہنچکر یہ دُعا مانگئے لطیف
یارب ہمارے شاہ کی نیت عُمر ہو دراز

جب تک عطائے خمس سے سیّد ہے سرفراز
جب سے کہ خمس بند کیئے حکامِ ذی ہمم
تکلیف اسقدر ہوئی حضرتؐ کی آل پر
بے زاد و راحلہ ہوئے سادات اسقدر
اہلِ نصاب سنّی ہے حالِ پیمبریؐ
خیرات ہو زکات ہو نظر و نیاز ہو
سادات کی قدر ہے اوسی حق شناس کو
ناز و نیاز رکھتا ہے سیّد اوسی کے ساتھ

اِسقاط اور زکات کا تھا حُکم ناجواز
ہے تب سے سیّدوں پہ صعوبات جانگداز
ناقدرتِ مشی رہی نا طاقتِ نماز
لنگر سفر کی ٹوٹ گئی پھنس گیا جہاز
سادات پر زکوٰۃ کیئے لُطف سے جواز
جاری کیئے کرم سے محبّانِ جان نواز
جس کو خدا رسول کا ہے پاس و امتیاز
جو کوئی کمالِ حُب سے اُٹھاتا ہے بارِ ناز

لُطف و کرم ہے جن کو ترے حال پر لطیف
دولت مدام اونکی ہو اور عُمر ہو دراز!

ردیف السین

اُٹھ گئی خاطر سے مُطلق زندگانی کی ہوس
جامِ کوثر کی تمنّا اس قدر رکھتا ہے دل
درد و غم سُنتے سُناتے دل بہادر ہو گیا
دانت . با گرنے لگے ہل ہل کے دل نصیحہ کہا
غیر کے مہر و محبّت کی ہوس مت کیجئے
شیخ جی مت کاٹیو بنیادِ آدم خوب نئیں
کون سُنتا ہے تیرے اشعارِ رنگیں کو لطیف

ہے اگر اب دل میں باقی ملکِ فانی کی ہوس
تشنہ لب کو جسطرح رہتی ہے پانی کی ہوس
کوئی دولہ سے نہیں جنگی دخانی کی ہوس
خُوب دی داڑھی نمیں گن گن کے جوانی کی ہوس
اپنے خالق کی کرو تُم مہربانی کی ہوس
یہ بڑی تُم کو پڑی ہے سامرانی کی ہوس
بوالہوس بیجا ہے تجھ کو قصّہ خوانی کی ہوس

اے گُل ہمارے حال پہ ایسا کبھو نہ ہنس
نالے پہ بُلبلوں کے بشاشت نہ کیجئے

آبادی بہشت ہے ہم عاصیوں کے ساتھ
اس گُل کے کشمکش سے بہار و خزاں کے بیچ

میں ایک خط کے لکھتے ہی قاصد نے بس کیا
اہلِ غرض کے حق میں کبھی نیش زن نہو

کوشش کبھی نہ کیجئے کسی ناخلف کے ساتھ
کیا پردۂ عدم میں تماشا ہے بلبلو

در کاروانِ یار چہ آسودہ خفتہ
ساقی مجھے بلور میں شبنم کے دے شراب

وقتِ خزاں نہ بولے کوئی تجھکو بوالہوس
شبنم تجھے رولانے کو کافی ہے اور بس

وابستہ گُل کے ساتھ ہیں گلشن میں خار و خس
اے بُلبلو ہیں ہم سے بھلے قیدیٔ قفس

نقطہ اوسے لگاکے رقیباں کئے ہیں دس
زنبور سے بھلے ہیں میرے خواں کے مگس

ناکس بتربیت نشود اے حکیم کس
راہی ہیں سب ادھر ہی مگر یہ کہ پیش و پس

برخیز اے عزیز صدا می دہد جرس
خورشیدِ لامکاں کے ہے دیدار کی ہوس

از ابتدائے ہوش بجز نالۂ لطیف
نشنید خوش صدائے دریں دہر ہیچ کس

ردیف الشین

جب تلک سمجھا نہ تھا مجھکو یک جوش و خروش
جبکہ میں سمجھا تو دل بولا ارے ناداں خموش

خاک پروانے کی کرتی گُل کو رسوائی چمن
شمع پر فانوس کا پردہ نہوتا عیب پوش

مصر کے بازار میں بکتا نہ وہ مردِ عزیز
گو ہمارے شیخ کے مانند ہوتا جو فروش

خاک سے شیشہ لیا غنچہ جو آتا ہے نسیم
کون ہے زیرِ زمیں اس جامِ گُل کا بادہ نوش

خاصہ اہلِ حیا کا ہے یہی ہر حال میں
غیر کے سر پر نہیں رکھتے ہیں اپنا بارِ دوش

جوشِ سینہ کا میرے اے ابر تجھ سے کیا کہوں
ہے میرے سیلابِ اشکِ چشم سے دریا کو جوش

عقل و دانش پر جوانوں کے نجا ہر گز لطیف
کام آئی چشمۂ ظلمات پر بوڈھے کی ہوش

گیا گلشن میں جب میرا پری وش
تو گل بیخود ہوا کھائی صبا غش

غشی بادِ صبا کی دیکھکر دِل
کہا ایسے کہاں گلشن میں دِل کش

چمن میں گُل کو بھڑکا دی ہے شبنم
عجب کچھ ہے بہارِ آب و آتش

بہت ڈرتا ہوں میں ابرو کماں سے
کہ جسکے تیر کو چلّہ نہ ترکش

کرے گا مشق عِلم ماسبق کو
مِرا مشقِ سخن سُنتے ہی اخفش

قصیدہ مت کرو ہرگز غزل کو
غزل کا لطف ہے تو پنج یا شش

لطیفؔ اب یہ غزل جو کوئی سُنے گا
تو وہ بیشک کرے گا دل سے غش غش

ردیف الصّاد

عُشاق سب تو گُل کے ہیں بُلبل علی الخصوص
غُنچہ فدا ہے لب پہ ترے گُل علی الخصوص

کیفی ترے نین کی نزاکت کو دیکھکر
نرگس خمارِ شرم میں ہے مل علی الخصوص

سوسن کو کب زباں ہے جو اوسکی ثنا کرے
جس زُلف پر نثار ہے سنبل علی الخصوص

اے مرغ دل چمن میں بتوں کے نہ جائیے
آفت ہے دامِ زلف یا کاکل علی الخصوص

گرچہ عذابِ حشر گراں بار ہے سبھی
پر صعب تر ہے مجھکو رہِ پُل علی الخصوص

جُوں نقشِ پا قدم نہ زمیں سے اُٹھائیے
دولت ہے بینوا کو توکّل علی الخصوص

کوثر کی کب کمی ہے کہو اس لطیفؔ کو
ساقی ہو جسکا صاحبِ دُلدُل علی الخصوص

قوسِ قزح سے کم نہیں اوسکی کمانِ خاص
دِل کیوں نہو وہ تیرِ نگہ کا نشانِ خاص

دیر و حرم میں جا کے بہت جستجو کیا
پر دل سوا ملا نہیں اوس کا مکانِ خاص

کرتے وہاں بہت تھے عبادت کیو اسطے
تھا ذات سے بشر کے فقط امتحانِ خاص

ویسا ہی کربلا میں نواسے رسولؐ کا
سر کو نثار کر دیا اور خاندانِ خاص

یہ صبر یہ شکیب نہ ایوب سے ہوا
جو کر گیا رسول کا پیر و جوانِ خاص

شمس و قمر نثار ہیں اوسکے مزار پر
جو دشتِ امتحاں میں دیا اپنی جانِ خاص

آلِ نبیؐ کے مدح میں تازندگی لطیف
جوں شمع صرف کیجئے اپنی زبان خاص

ردیف الضّاد

بہت بد ہے جہاں میں عشق کا مرض
مسیحا بھی معالج ہو تو بالفرض

علاجِ غم نہ اوس سے ہو سکے گا
مگر اصلاح کرے گا دابۃ الارض

نہیں دجّال سے باقی رہے گا
کہیں سطحِ زمیں کا طول اور عرض

پناہ دے مجھکو اوسدم یا الٰہی
یہی ہے التجا اور ہے یہی عرض

لطیف اب تجھ سے یہ چہتا ہے یارب
نہ رکھ سر پر مرے یک دام کا قرض

ردیف الطّاء

دنیا خمارِ غم ہے نہیں نشۂ نشاط
مت کیجے ایسے ساغرِ غمگیں پہ انبساط

غیر از خدا کسی سے محبت نہ کیجئے
بلبل کو کیا نہال کیا گل کا ارتباط

ہر روز اس چمن کا عجب تازہ رنگ ہے
مت پوچھو ہم سے گلشنِ ہستی کا انحطاط

کیا اس چمن کے فکر عمارت میں لگ رہے
کچھ اپنا تم بنا کے چلو ششیش کا رباط

جو کچھ عذاب صعب قیامت میں ہو سو ہے
پر سخت تر جہاں سے گذرنے کا ہے صراط

کثرت سے اس جہاں کے تحیر نہ کیجئے
شاطر کے آگے کچھ نہیں شطرنج کی بساط

چہتا ہے نیکنامی تو دنیا میں اے لطیف
صحبت سے بدشعاروں کے لازم ہے احتیاط

ردیف الظّاء

دل تجھ سے بھٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ
کیئے دن سے بھٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ
سینے کو جلا میرے اس غول بیاباں ہیں
تارے سے چٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ
دل گھر سے گیا پر بھی سینے ہیں رقیبوں کے
کانٹے سے کھٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ
ساقی ترے محفل ہیں شیشہ کو ہیں دیکھا تو
رک رک کے اٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ
اے شیخ بھلا تم نے پگڑی تو بڑی باندھی
شملہ جو لٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ
محفل ہیں ابروں کے سجدے کے بہانے سے
جو سر کو پٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ

دل چہتا ہے جانے کو محفل میں لطیفوں کے
ناحق تو ہٹکتا ہے اب اوسکا خدا حافظ

بلبل نے کہی مجھ سے اب گل کا خدا حافظ
اور گل نے کہا سنکر بلبل کا خدا حافظ
چہرے پہ پری رو کے الجھے ہوئے زلفوں کو
گل دیکھ کے کہتا ہے سنبل کا خدا حافظ
سنبل تو ہے گلشن کے آفت سے امن پایا
پر سبز خطوں کے اب کاکل کا خدا حافظ
میخانے کے محفل سے نکلی نہ صدا باہر
مے شیشے میں اٰین ہے قل قل کا خدا حافظ
ہر تاک کے دانے سے آتی ہے صدا یہ کچھ
مستوں کا خدا ناصر اور گل کا خدا حافظ
جب جام شہادت سے سیراب ہوا حیدر
فرمایا عزیزوں سے دلدل کا خدا حافظ

ایک جزء بشر ہوں میں خلقت میں لطیفوں کے
کیا جز کی حقیقت ہے اب کل کا خدا حافظ

ایک دم گلشن نہیں آفت سے خالی الحفیظ
نشتر الماس ہے ہر گل کی ڈالی الحفیظ
بلبلو صحن چمن میں آشیاں مت باندھیو
ساتھ لے صیّاد کو آتا ہے مالی الحفیظ
کام کا کل سے تو وہ ظالم نے اپنا کر چکا
پھر بھی کس پر زلف کی کھولا ہے جالی الحفیظ

وقت پہ کوئی کسی کے درد کا ہمدم نہیں
ہاں مگر اہل چمن کا ہے تو والی الحفیظ

آبرو کیوں کر بچے گی اس چمن میں بلبلو
بے تامل اوس نے تو دیتا ہی گالی الحفیظ

لب کو اوس کے دیکھنے غنچے نے تو شرما گیا
ہر چمن میں کہہ رہی ہے گل کی لالی الحفیظ

مرگ کو مثل براتی مت سمجھ ہرگز لطیف
کھیلنے چوتھی تیری آتی ہے سالی الحفیظ

ردیف العین

ہوتی اگر وہ یار کے آنے کی اطلاع
فراش گل کو کرتا بچھانے کی اطلاع

یہاں تنگ صبا نے اوسکو چمن میں چھپا رکھا
آنے کی دی خبر نہ تو جانے کی اطلاع

ہر کوئی اوس پری کے لقا کا ہے منتظر
دیتا ہے کون اوس کی دیوانے کی اطلاع

ملتا نہیں بلاتا ہے حیلہ سے وصل کے
ایسی تو خوش نہیں ہے بہلانے کی اطلاع

ملک عدم سے اوٹھ کے نہ آتے ہیں یہاں تلک
ہوتی اگر تو ایسی زمانے کی اطلاع

بے دعوتی کو پوچھے تو کس نے کہا تجھے
کہتا ہے کیا ضرور ہے کھانے کی اطلاع

کیا وقت ہے لطیف خدا ہی کرم کرے
دیتا ہے کون کس کے بلانے کی اطلاع

ردیف الغین

طور سے روشن زیادہ تر ہیں میرے دل کے داغ
اے گدائے نقشبند مت لا مرے در پہ چراغ

سیر گل پر دل نہیں مطلق مرا اے بلبلو
جیسے ان داغوں سے سینہ بن گیا خانہ چراغ

ان جگر گوشوں کو ست کر سیر گل کیوں کر سکوں
جن کے سیراب نمو سے دل ہے میرا باغ باغ

اے مگس پشہ کو اسکے اپنے سے عاجز نہ جان
نیں چلا نمرود کا کچھ اسکے قدرت پر دماغ

حال اسکے میکشوں کا کیوں نہ اب اس پہ کھلے
جام سے جمشید کے روشن ہے جس دل کا چراغ

داغ دل روشن ہے اب صبح قیامت تک لطیف
مت لگا ہرگز تو میرے خاک مرقد پہ چراغ

ردیف الفاء

دولت واقبال بھی کسکو آتی ہے لطیف
مفت اس حسرت میں آخر عمر جاتی ہے لطیف

اور زر دنیا کا دنیا میں کیا کس سے وفا
مفلسی ہر طور تیرے جی کی ساتی ہے لطیف

درد دنیا کا الم عقبےٰ کا سہنے روز و شب	دردمندوں میں تیری اب زور چھتی ہے لطیف
درد بہلانے ہیں اب اپنے سے بیگانے بھلے	مجھ کو یہ صورت سگوں کی کاٹ کھاتی ہے لطیف
زلف کے زنجیر سے کیونکر مقیّد ہو سکے	درد کے جنگل کا اب تو مست ہاتی ہے لطیف
جب تلک اس قالبِ خاکی میں ہے جانِ لطیف	اپنے خالق کا بجا لاتا ہے فرمانِ لطیف
ورنہ اوسکے حکم سے باہر ہو جاوینگے کہاں	جس طرف جاویں تو ہے در پیش ایوانِ لطیف
دین و دنیا سب ہمارے واسطے پیدا کیا	کس قدر ہے ہم گنہ گاروں پہ احسانِ لطیف
فکرِ نعمت ذکر سے رزّاقِ مطلق کی کرو	خوانِ نعمت پر مہیّا اوسکے ہے نانِ لطیف
گرم ہے بازارِ دنیا جنس بھاری لیجئے	غیر موزوں کو سبک رکھتا ہے میزانِ لطیف
مثلِ موسیٰؑ کے کلامِ حق کی ہے گر آرزو	وردِ جاں اپنا کرو تم اوسکا قرآنِ لطیف
وصف اوسکے قدرتِ عالی کا کیونکر ہو سکے	طائرِ ادراک سے برتر ہے امکانِ لطیف
لطف رکھتی ہے میرے دیوانگی کی گفتگو	چشمِ حق بینی سے گر دیکھیں تو دیوانِ لطیف
قصد جانے کا نکر اے جاں بخارے کے طرف	برجِ اسعد کا ستارا ہے ستارے کے طرف
یاد آتا ہے مجھے ہر دم گلِ باغِ وفا	جب قدم رکھتا ہوں تنہا گل ہزارے کے طرف
گل سے رخصت ہوکے تم اے بلبلو چلنے کے وقت	خواہ مخواہ ہوتی ہے جیسے اُس ڈکھارے کے طرف
کچھ پیامِ دل ہے میرا یار کو پہنچایئے	بے درنگ پر واریو اس تنہ بارے کے طرف
تا حصولِ مدّعا منہ اسطرف مت پھیریو	بلکہ مت پھیرو نظر تم اپنے چارے کے طرف
اوس بتِ بے رحم سے تم جا کے اتنا ہی کہو	کچھ ترحّم کیجئے اب اُوس بیچارے کے طرف
چاہِ ہجرت میں ترے ڈوبا گیا جیسے لطیف	پھر نہ دیکھا اوسکو ابتک کوئی کنارے کے طرف

ردیف القاف

کب مرے ملنے کا تھا اوس گلبدن کو اشتیاق	تفرقہ ڈالا جو بولوں ایسے الفت میں فراق
ہر مژہ اوس سنگدل کا نشترِ الماس ہے	الحذر کرتا ہے جیسے سنگ سے سنگِ سماق
طاقِ ابرو پر نظر کرتا ہوں تو کہتا ہے دل	مسجدِ اقصےٰ کی بھی ایسے نہیں بانکے رواق

کون ہے جولانی کثرت میں ایسا شہوار
لب پہ اوس رشکِ پری کے جنسِ گوہر ہو ہیں
فیض سے خالی نہیں رہنا مرا گلشن کے بیچ
الحذر اے دوستو تم اس منافق سے کرو
خاک میخانے کی ساقی محتسب کو دیجئے

جسکے جلدی کیلئے فردوس سے آیا بُراق
شمعِ قندیلِ حرم کو لوگ کہتے ہیں بُلاق
دوستوں کے دل پہ گل ہوں دشمنوں کے جی پہ شاق
دوستی ظاہر میں ہو پر دل میں جسکے ہو نفاق
دے چکے ہم دُکھ سے اوسکے دخترِ رز کو طلاق

جو دم اوسکے یاد میں گذرے سو دولت ہے لطیف
پھر کہاں تجھ کو میسر ایسا حُسنِ اتفاق،

علم و الہام میں یہی ہے فرق
گاہ ہے پیدا و گاہ ہے ناپیدا
پل میں چاہے تو سیر کر جاوے
فیضِ الہام اوس کو کہتے ہیں

وہ ہے ابرِ بہار یہ ہے برق
گاہ ہے بر آسماں وہ گاہ ہے غرق
غرب سے لیکے تابہ سوئے شرق
نہیں جس کو کہ التیام و حرق

علم کب ہے لطیف کو یارو
نورِ الہام کا فرق و زرق

ہے جو مختار قادرِ مطلق
چاہے برہم کسی کو کر ڈالے
چاہے کشتی کو غرق کر دیوے
لوحِ محفوظ کے اشارے سے
کس کو طاقت ہے اوسکو پہچانے
اتنی قدرت نہیں جو یہ پوچھیں
پر یہی ابر شام سے پایا
شامیوں کے ستم رسانی کا

کام اوسکا نہیں ہے غیر از حق
چاہے سقفِ فلک کو کر دے شق
چاہے آماں سے رکھے زورق
ہے پریشاں فلک کے ہفت ورق
ماعرفنا کہا جسے عاشق
کسکے لوہو سے ہے بنا یہ شفق
خاک سے کربلا کے ہے مشتق
تا قیامت رہا فلک پہ قلق

صرف عجز و نیاز سے سرور
عجز سے لامکاں کے جا پہنچا
دل تو عمرِ عزیز کھو ڈالا
حمد میں اوس کے دل فدا کیجے
سُورۂ والضحیٰ مجھے ہر دم
اور بھی یہ غزل بڑھا دیتا

طے کیا آسماں کے ہفت طبق
عرشِ عالی کا باعثِ رونق
کچھ نہ سمجھا ابھی تلک احمق
جان کی جب تلک ہے تن میں رمق
اس بشارت کا دے رہا ہے سبق
پر کروں کیا زمیں ہے سخت ادق

فکرِ عقبیٰ لطیف مت کیجے
ہے شفاعت رسولؐ کی برحق

ابرِ بہار ہم ہیں ہمارا سخن ہے برق
تعریف اپنے سوزِ سخن کی میں کیا کروں
اتنا جو تم کو رشک ہے بتلاؤ شاعرو
طلعت سخن کی دیکھ کے کہتا ہے ہر کوئی
کیا کوئی جرح کرے گا سخن پر ترے لطیف

چمکا گیا ہے غرب سے لے تا بسوئے شرق
ہوتی ہے جسکے رشک سے بجلی زمیں میں غرق
شعرائے ما سبق میں ہمارے کیا ہے فرق
ممکن نہیں سخن میں کسی کے یہ برق و زرق
ہرگز نہیں سخن میں ترے التیام و خرق

ردیف الکاف

نسیم صبح کرم ہی حق کے یہ بزمِ روشن تجھے مبارک
خدا نے فضل و کرم سے اپنے جب ایسا دولہ بنایا تجھکو
یہی ترانہ چمن میں بلبل خوشی سے جم جم کے گا رہے ہیں
خوشی مسرت ہر ایک گل کی کہاں تلک اب تجھے کہوں میں
قیامِ شمس و قمر ہی جب لگ تو اپنے جوڑے سے اس چمن میں
بہت سی ہیں تہنیت جہاں میں پر ایسی کوئی تہنیت نہیں ہے

جہاں میں باد صبا ہی جبتک بہارِ گلشن تجھے مبارک
تو جلوہ سازی سے بلبلوں کے جلوس دولہن تجھے مبارک
کرم سے آلِ نبیؐ کے جم جم یہ جشنِ احسن تجھے مبارک
بہارِ سنبل خمارِ نرگس دعائے سوسن تجھے مبارک
ہمیشہ امن و اماں سے نبری یہ قصرِ امن تجھے مبارک
کہ تیرے دستر کے دوستوں سے عدو و دشمن تجھے مبارک

لطیف کی اب یہی دعا ہے کمالِ فرحت سے حق سے تیری
ہمیشہ سر پر نبیؐ کا سایہ علیؓ کا دامن تجھے مبارک

اے معدنِ سخاوت عید الضحےٰ مبارک
والشمس والضحےٰ کے صدقے سے اس چمن میں
خورشید سا جہاں میں فیضِ عظیم یارب
سادات کی جہاں میں اس گھر سے پرورش ہے

ممتاز با عنایت عید الضحےٰ مبارک
باساعت سعادت عید الضحےٰ مبارک
دائم رہے سلامت عید الضحےٰ مبارک
اے حضرتِ ارادت عید الضحےٰ مبارک

کیونکر لطیف تجھ سے یہ تہنیت ادا ہو
ہے حق سے یہ بشارت عید الضحےٰ مبارک

ظہورِ اعجازِ اسمِ اعظم ہمیشہ شاہا تجھے مبارک
ہر یک انجم فلک پہ تیری دعا کے خاطر چمک رہا ہے
بہارِ جشنِ جلوس تیرا کیا ہے ہر یک چمن کو تازہ
یہی ترانہ چمن میں بلبل خوشی سے جم جم کے گا رہے ہیں
بہت سے ایوان طرح تازہ حضورِ عالی سے بن رہینگے
سوادِ روئے زمیں کے اوپر تیری یہ اقبالِ سلطنت ہے

پناہِ اسمائے غوثِ اعظم ہمیشہ شاہا تجھے مبارک
دعا و تسبیح ہر دو عالم ہمیشہ شاہا تجھے مبارک
ہزار ایسے خوشی کے موسم ہمیشہ شاہا تجھے مبارک
چمن میں جم جم یہ دولت جم ہمیشہ شاہا تجھے مبارک
مگر یہ دولت سرائے محکم ہمیشہ شاہا تجھے مبارک
صلاحِ دینِ رسولِ اکرمؐ ہمیشہ شاہا تجھے مبارک

صلہ میں اس تہنیت کے شاہا لطیف کعبے کو جاکے پہنچے
خدا سے یہ ہمتِ معظم ہمیشہ شاہا تجھے مبارک

قلم تراش سے مت استخواں تراش کے پھینک
اگر بہار کی رکھتا ہے آرزو دل میں
یہ تیرِ عشق نہ پہنچے اگر نشانے تک
تجھے قسم ہے میرے عشق کی ارے آذر
لکھا لطیف کو شاہِ ظفر یہی مصرع،

رواں نہ ہو تو قلم کی زباں تراش کے پھینک
تو گل کے واسطے شاخِ خزاں تراش کے پھینک
تو توڑ تار کے تیر و کماں تراش کے پھینک
تو مت صنم کے برابر بتاں تراش کے پھینک
قلم تراش سے مت استخواں تراش کے پھینک

کہتے ہیں لوگ ہم سے بُرائی کیا فلک
بے ہُودہ ایسے باتوں پر ہرگز تو مت اٹک

قُدرت نہیں فلک کو کہ ہم سے بدی کرے
غیر از خدا کسی سے نہیں عزت و ہتک

دل وسکے جستجو میں فنا کیوں نہ کیجیے
عاشق جو دل کے پاس ہے پھر دل اسے الگ

کیونکر بیان اوسکے تجلّی کا ہو سکے
کہطور کو جلادی جس نُور کی جھلک

حاکم وہی ہے جسکے کہ دن رات حکم میں
جن و بشر ہیں دیو پری حُور اور ملک

لازم ہے شکر اوسکا کہ دل سے ادا کریں
کھائے ہو بدوِ ہوش سے جسکا کہ تم نمک

مارا قلم جو لوحِ جبیں پر ترے لطیف
حرفِ قضا نہ تجھ سے مٹے گا نہ ہوگا حک

زُلفوں میں اس پری کے کبھی دل تو مت اٹک
افعی سمجھ کے مارینگے ظالم تجھے پٹک

فرعون سے زیادہ ہے صورت رقیب کی
داڑھی پکڑ کے اوسکی تو موسیٰؑ کے نیوں لٹک

بستر پہ اپنے یار کے راحت سے سوئیے
اٹھکے اگر رقیب تو ہرگز تو مت اٹک

رخسار پر جو ریز لگایا ہے شعلہ رُو
سُورج کے رُوبرو نہیں تاروںکی یہ چمک

مجنوں کے طرح سے ارے دیوانے غیر کے
لیلا ہے تیرے پاس تو جنگل کو مت بھٹک

اہلِ ہُنر کی قدر تو معلوم ہو چکی
اب لُطف ہے اسمیں تو اس ملک سے بھٹک

دریا بہت جہازوں کی غارت کئی لطیف
موجِ دغا سا تو کبھی دامن کو مت جھٹک

ہے شورِ بلبلاں کا فقط بوستاں تلگ
شہرت مرے سخن کی ہے ہندوستاں تلگ

گرچہ سخنوروں میں سخن سے وقار ہے
پر عمر مکتفی نہیں بولوں کہاں تلگ

ناسور سے جگر کے بہت لاعلاج ہوں
پہنچا مقامِ دل سے گذر استخواں تلگ

ابرِ سیہ نہیں ہے فلک پر ارے صنم
پہنچا ہے دُودِ آہ میرا آسماں تلگ

برگشتگی ہیں اپنے ہی قسمت کی کیا کہوں
اب تک یہ تیرا آہ نہ پہنچا نشاں تلگ

اب التجا یہی ہے میرے ربّ کریم سے
پہنچا ئیرے نبی کے مجھے آستاں تلگ

رحمت سے اوس حبیب کے اُمیدّ ہے یہی
زحمت کبھی نہ پہنچے میرے دوستاں تلگ

ہے جب تلگ الٰہی مجھے قوّت سخن
شکوہ کسی کا آوے نہ میرے زباں تلگ

فکرِ سخن میں اپنے تو مشغول رہ لطیف
مقبول ہے سخن تیرا پیر و جواں تلگ

کر ذکر کچھ نبیؐ کا مُنہ میں زباں ہے لگ
دم مار لے شفیع کا قالب میں جاں ہے لگ

ہر شئی کو ذکر اوسکا دیتا ہے جانِ تازہ
ہے ذکر اوسکا قائم قدرت سے شاں ہے لگ

احمد ہے آسماں پہ محمود ہے ثرے میں
ہے بادشاہ محمدؐ دونوں جہاں ہے لگ

کچھ مانگ لے خدا سے قدرت کے اب مکیں ہے
اس قیدِ آب و گل میں تجھکو مکاں ہے لگ

قبضے میں مبتلا ہے کچھ اختیار باقی
کر دے نشانہ دل کو تیر و کماں ہے لگ

وعدے کو عبدیت کے روشن وفاسی کر دے
اس قیدِ زندگی کا اب امتحاں ہے لگ

صدق و صفا کی اے دل تجھکو اگر ہوس ہے
لاحول پڑ تو دائم زنگِ گُماں ہے لگ

مقدور ہیں فلک کو کچھ کر سکے خصومت
دامانِ مصطفٰےؐ کا اب سائباں ہے لگ

کر دوستی خدا کی اُلفت میں مصطفٰےؐ کے
دُشمن سے کچھ نہوگا یہ مہرباں ہے لگ

ایسی غزل لکھا ہوں جگ میں رہیگی باقی
روئے زمیں پر میرا نام و نشاں ہے لگ

خورشید سا رہے گا نام لطیف روشن
سر پر زمیں کے قائم یہ آسماں ہے لگ

غربا کو پرورش جو کیا شہسوار جنگ
دولت بقا کی مول لیا شہسوار جنگ

مخصوص اس زمانے میں ایسا سخی نہیں،
حاتم سے بھی زیادہ دیا شہسوار جنگ

ہر بینوا کے زخمِ جگر کو کرم کے ساتھ
رشتے سے مرحمت کے سیا شہسوار جنگ

آبِ حیات خضر کے مانند ساقیا
ہر چشمۂ دعا سے پیا شہسوار جنگ

کعبے کا زاد و راحلہ دیوے تو اے لطیف
حیرت نہیں ہر یک کو دیا شہسوار جنگ

ردیف اللام

دوستی سہل ہے پر اوسکا نبھانا مشکل
مئے اُلفت ہے فقط صاف دلوں کے خاطر
بادۂ عشق کو بازیچہ سمجھکر یاراں
ایک پروانے کے جلنے پہ عجب ہمت کیجو
شرم و غیرت ہے جو گذرے سو غنیمت سمجھو
بے لباسی پہ غریبوں کے بجاؤ ہرگز
اپنی محفل میں مجھے لطف ہے تم یاد کرو
جوکہ باقی ہیں میاں اونکو غنیمت جانو

حوصلہ ہر کوئی بُلبُل کا لے آنا مشکل
ورنہ کم ظرفوں کے سینے میں سمانا مشکل
حرص سے پیتے ہیں پر اوسکا پچانا مشکل
شمع سا تا بسحر دل کو جلانا مشکل
ورنہ اس دور میں عزت کا بچانا مشکل
آگیا سر پہ نجیبوں کے زمانا مشکل
پھر غزل ایسی کوئی تم کو سنانا مشکل
جب کہ یہ جائیں گے دنیا سے تو ہے آنا مشکل

عمر گذری ہوئی آتی نہیں رونے سے لطیف
جو گرا اشک سو پھر اوسکا اُٹھانا مشکل

اگر اس باغِ ہستی میں نہ ہوتا باغباں سنبل
شگوفہ باغباں کا تھا سرا پا حق میں بُلبُل کے
لیا تھا درس جو میں نے مئے گلگوں سے دھو ڈالا
نہیں ہے حرف ساقی پر اپس قسمت کو کیا کیجے
الٰہی آبرو کیونکر بچے گی ایسے محفل میں
بڑے لوگوں کے قربت سے ستاؤ مت غریبوں کو

قسم نرگس کی ہے ہرگز نہ آتا دام میں بُلبُل
وگرنہ کا ہے کو ہوتا چمن کے بیچ ایسا گُل
یہ شیشہ پھر بھی کہتا ہے بڑے تاکید سے قلقل
حریفاں پی گئے صہبا تو ہم کرتے رہے کُل کُل
کہ وہ بدمست آتا ہے چمن میں بے طرح تُل تُل
مثل ہے سونڈ سے ہاتی کے بُری ہے اونٹ کی جھنگل

لطیف اب آرزو فردوس میں رہنے کی مت کیجے
رکاب خاص میں تجھ کو رکھے گا صاحبِ دُلدُل

اے خواجۂ منیب جہاں نائب رسولؐ
آیا ہوں در پہ تیرے بہت ہو کے دل ملول

ہر ایک مُردہ دل کو زندہ کیا ہے یہاں
اے حضرت مسیح مری التجا قبول

اِس سنگدل کو نرم توجہ سے کیجئے
ارشاد تیرا کوہ کے دل میں کیا حلول

اے خادم رسول خُدا خواجۂ حرم
رحمت خُدا کی دل پہ میرے کیجئے نزول

کیونکر نہووے تجھکو نیابت رسولؐ کی
ہے جدّ امجدہ جو تیری حضرت بتول

تعلیم کر لطائف سنّہ کی کُچھ مجھے
جس میں تمامی کسب و ریاضت کا ہے حصول

اُمید ہے یہی کہ ترے ابر فیض سے
اس باغ بے خزاں سے ثمر کچھ تو ہو حصول

منطق معانی چھوڑ کے ارشاد سے ترے
عقل معاد پائے بہت صاحب عقول

تعظیم غیر خضر تو کس کی نہیں کیا
سر دھر دیئے بہت ہیں ترے در پہ بوالفضول

تکریم تیرے مرقد عالی کی کیا کہوں
مرغان گل چمن سے لے آتے ہیں پھول پھول

جرأت مری یہی ہے ترے فیض عام سے
جنّت کے سیر گاہ میں ہرگز مجھے نہ بھول

جب بادوشاد مجھکو کرے گا تو لطف سے
تب یہ پڑھوں قصیدہ بہشتو نمیں ڈول ڈول

ہر دو جہاں میں حضرت سجاد کو ترے
راحت شمول رکھ اوسے بآحرمت رسولؐ

نواب غوث خاں کیلئے عرض ہے یہی
مانند خضر عُمر ہو اُسکی دراز و طول

اعلام سلطنت سے وہ ظلّ الٰہ کو
سر پر ہمارے رکھئے بحق نبیؐ بتول

ثابت قدم بہت ہے تری راہ میں لطیف
یکدم لگا عصائے توجّہ کی اسکی ہول

اے صبا روضۂ رضواں سے لے آجا درِ گل
بسر و چشم گلستاں سے لے آجا درِ گل

ہر سحر اس گلِ گلزار شفاعت کے لئے
باندھکر رشتۂ ایماں سے لے آجا درِ گل

بہرِ خورشید تو شبنم کی طرح اے بلبل
مثلِ گل چاک گریباں سے لے آجا درِ گل

جلوۂ نورِ محمدؐ ہے سبھی پر روشن
مہر اور ماہ کے طبقاں سے لے آجا درِ گل

گوندھ کر پنجۂ مژگاں سے ترے بادِ نسیم
باغِ فردوس کے ریحاں سے لے آ چادرِ گل

گوہرِ اشک کو غنچوں سے ملا کر باہم
باغباں دیدۂ گریاں سے لے آ چادرِ گل

اے صبا باندھ کے دل آلِ پیمبرؐ کے لئے
منکر کے گوشۂ داماں سے لے آ چادرِ گل

ہاتھ سے حضرتِ صدیق و عمر عثماں کے
یا علی گلشنِ قرآں سے لے آ چادرِ گل

نقدِ دل دے کے تو بازارِ محبت میں لطیفؔ
جلد تر چشم کے دوکاں سے لے آ چادرِ گل

محشر میں اس غلام کو یا حضرتِ بلالؓ
یک لحظہ بھر غلامی سے اپنے نہ دُور ڈال

مملوک تو نبیؐ کا ترے ملک سب جہاں
مت کر تو اپنے مال کو دوزخ کا پائمال

خیر البشرؐ کے پاس تو جب آدمی ہُوا
آدم صفی کو وصف میں تیری ہے قیل و قال

ہر آدمی کے فضل کو ہے علّتِ زوال
تیرا کمال پاس خدا کے ہے لازوال

مقصود دو جہاں کا تو یک پل میں ہو گیا
مقبول جب کیا تجھے محبوبِ ذوالجلال

عاصی ہوں پُر گنہ ہوں یہ تیرا غلام ہوں
صاحب کے رُوبرو تو مری آبرو سنبھال

نزعِ رواں میں ہو کے مددگار تو مرا
فضل و کرم سے تو مری کم ہوش کو بحال

تیری کشش سے دُور نہیں کچھ عجب نہیں
ہووے اگر میرا جو مدینے میں انتقال

دستِ کرم سے روزِ جزا اے شفیع مرے
حرفِ سیہ کو دفترِ عصیاں سے تو نکال

ہستی سے لیکے عالمِ ارواح تک ترا
دیکھا نہ کوئی مُلکِ وفا میں تیرا امثال

آبِ حیات پردۂ ظلمت میں تیری ذات
مانند خضر کے مجھے کوثر سے کر نہال

سایہ نبیؐ کے جسمِ منوّر سے ہو جُدا
پایا ہے تیرے شکل کے مرکب سے اتصال

ہمسایہ تیری ذاتِ مبارک کا جو لیا
سایہ ہما سے اوسکا ہوا برتر از کمال

یاسین پا کے نامِ خدا کے حبیبؐ کا
تو نے بجائے شین کیا سین استعمال

تیرے زباں سے سین کو شِیں افصح العربؐ
تحسین سے اٹھا دیا غلطی کا احتمال

تیرے بیانِ وصف میں اے مالکِ جہاں
کوئی دم میرے زبانِ قلم کو نہیں مجال

قربان اوس بلال پہ اب کیا کروں لطیف
حاصل ہے مجھ کو جسکے سبب رویتِ بلالؓ

ردیف المیم

سیرِ گُل کیوں نہ کریں مِلکے چمن میں ہم تُم
کوئی دن وہ تھا کہ تھے باغِ عدن میں ہم تم

آہ ایک دانۂ گندم نے کیا ہم کو تباہ
ورنہ ایک جائے تھے گلزارِ وطن میں ہم تم

باغِ فردوس کو اُلفت میں بُتوں کے بُھولے
آپڑے جیسے کہ اس دیرِ کہن میں ہم تم

جیسے ابلیس نے جنّت سے نکالا ہم کو
تبسے رنجیدہ ہیں اس رنج و محن میں ہم تم

سوزِ دل آدم و حوّا کا میاں مت پوچھو
شمع بن جائیں گے فانوسِ بدن میں ہم تم

ہند کا حال تو سیّاحوں سے معلوم ہُوا
سیر کر آئیں چلو ملکِ دکھن میں ہم تم

چشمِ انصاف سے دیکھا تو نظر کر کے لطیف
قرۃ العین تھے حُوروں کے نظر میں ہم تم

جب سے دیا خُدا نے میرے ہاتھ میں قلم
صد شکر غیرِ حق نہوا مجھ سے کوئی رقم

تحریر اوس قلم کی جو دیکھا سو یہ کہا
ہر حرف اوسکا زلفِ سیہ سی نہیں ہے کم

مَیں اپنے دردِ دل کے سیاہی سے ہر غزل
لکھتا ہُوں آہِ سرد سے آنکھوں کو کر کے نم

مَیں اپنا حال صفحۂ کاغذ پہ کیا لکھوں
جو مشق تھا عدم میں سو بھولا ہُوں یک قلم

ہر دم پیامِ زندگی لاوے تو خیر ہے
ورنہ یہ ہست و نیست کا قاصد ہی ایکدم

یارو یہی دُعا ہے دمِ واپسیں تلک
راہِ رضائے حق سے نہ پلٹے مرا قدم

دیر و حرم میں جا کے مَیں دیکھا تو اے لطیف
آئی میرے نظر میں وہی صُورتِ صنم

درونِ داغِ جگر سیرِ گُل چناں کردم
خلیل زانچہ نکرد است من ازاں کردم

مرا ایں طفلِ سرشک کرد درجہاں رسوا
اگرچہ دردِ الم تا بہ خود نہاں کردم

دلم بآہ و فغاں می رود خدا حافظ
چو گردِ کارواں ہمراہ رہ رواں کردم

صدا ز محملِ لیلےٰ مرا ہمیں آید
کہ خاکِ مجنوں دریں راہ بے نشاں کردم

کسے ندید کہ اُفتاد در سرائے نشست
کہ تن بدر صنم پوست استخواں کردم

چہ چیز مانعِ عشق است بہ ہدف نرسید
چو تیر آہ بصد سوزِ دل رواں کردم

ندا ز لطفِ خدا بر لطیف می آید
رسولؐ را بہ کرم بر تو مہرباں کردم

کے ادا گردد بیانِ خُلقِ آں طبعِ سلیم
وصفِ تحیے می نماید از زبانِ خود کلیم

ہمچو شاہانِ جہاں لطف و کرم تخصیص نیست
آلِ پیغمبرؐ نظر دارند بر فیضِ عظیم

فیضِ آں فیّاضِ عالم ہمچو دریائے محیط
گوہری بخشد ز جیبِ خود بہ محتاجانِ سیم

گر رود سوئے چمن آں ابرِ نیسانِ کرم
از گل و غنچہ صدا آید کریم ابن الکریم

بر گل و ریحاں چہ موقوف است ذکرِ شکرِ او
گوہرِ شبنم ز بہرِ نذر می آرد نسیم

شکرِ نعمت از عوام النّاس کے گردد ادا
روز و شب مشکور اند در حضرتِ والا ندیم

خواجۂ ما از کمالِ وصفِ آں عالیجناب
بارہا بر خود بیاں کردند احسانِ قدیم

یا الٰہی ہمچو خورشیدِ جہاں تابندہ دار
فیضِ اکبر جنگ بہادر بر محبّانِ صمیم

آرزوئے گلشنش زاں روز میدارد لطیف
یافت از بادِ صبا چوں مُرغِ گل لطفِ عمیم

ردیف النّون

دل کس کا مت دُکھاؤ رضائے خُدا نہیں
تحریکِ عرشِ عالی کی ہرگز روا نہیں

دیوار کے گرے کا جہاں میں علاج ہے
پر دل کی اوفتادگی کی مطلق دوا نہیں

دار و دوا جہاں ہو دُعا گیر ہو رہو / ایسا کہیں خُدائی میں دار الشفا نہیں
کہنا پڑا ہے عالمِ اسباب کے لئے / ورنہ خُدا کے بن کوئی حاجت روا نہیں
خلقت میں او سکتیں بنی آدم نہ سمجھئے / وہ آدمی نہیں جسے خوف و رجا نہیں
اس مزرعِ جہاں سے ثمر کچھ تو لے چلو / دُنیا مقامِ سیر ہے رہنے کی جا نہیں

ہرگز کسی غنی سے نہو ملتجی لطیفؔ
غیر از خُدا کسی سے تجھے التجا نہیں

دُنیا کسی کے حق میں دیکھا تو بد نہیں / لاکن یہی ہے غم کہ حیاتِ ابد نہیں
اس مرض کا علاج مسیحا سے نا ہُوا / گرچہ جنابِ خضر سے مجھکو حسد نہیں
آدم سے لے کے اپنے میں دیکھا تو مرگ تک / گذرے یہ سر زمیں سے کہ جنکا عدد نہیں
تعمیر اس مکاں کی میں کس واسطے کروں / مسکن ہر ایک دیکھا تو غیر از لحد نہیں
اس زندگی کو آہ میں اب لیکے کیا کروں / دینِ محمدی میں ذرہ جدّ و کد نہیں
کیونکر کروں میں مُلکِ سعادت کی آرزو / مجھکو تو کوئی بات کی یارو سند نہیں
گرداب ہے گنہ کے میں کیونکر نکل سکوں / دریائے معصیت کے تموّج کو حد نہیں
ممکن ہے زندگی میں جو چاہے سو ہو سکے / توبہ بھی تو کریم کے درگہ سے رد نہیں
مجلس میں سکیشوں کے میں کیوں کہ رکھوں قدم / جب تک کہ دخترِ رز سے مرا نامزد نہیں
پردہ ہے ایک تجھکو تعیّن کا درمیاں / کچھ راہ میں خدا کے ہزاروں سے سد نہیں
راہِ عدم تو دُور ہے دُنیا میں روز و شب / غیر از خُدا کسی کا بھی کوئی مدد نہیں

واقع میں ہے اگر تو سیادت نسب لطیفؔ
شاہِ نجف سا جگ میں کسی کا تو جد نہیں

خوش گذرتی تھی مجھکو کھیڑے میں / کب میں آتا تھا اس بکھیڑے میں
سر گئی جب کہ میری سر پونچی / تو پھنسا آکے ایسے بیڑے میں

یہ فلک اس قدر گرا ڈالا
نہ رہا دانت کوئی مسوڑے میں

جب ہُوا دانت سے دہن خالی
جی پڑا جا کے ڈُو دپیڑے میں

جو کہ اوصاف ہم نے سُنتے تھے
وہ نہیں پائے اس نگوڑے میں

نیرڑی اُنگلی سے گھی نکلتا ہے
یہ صفت تھی تو شیخ نیرڑے میں

جس سے یارو لطیف ڈرتا تھا
وہ سو بھاگا ہے یک ڈُپیرڑے میں

آہ کی سوزش سے میرا کوئی دم خالی نہیں
اس دلِ پُرسوز کا غیر از خُدا والی نہیں

کیوں ستاتی ہے مجھے ہر دم اے دُنیائے دنی
کُچھ تو رشتے بیچ تو بوجہل کی سالی نہیں

آشیانہ تو کہاں اوسکو اے مرغِ چمن،
جسکو ثابت اس چمن میں بیٹھنے ڈالی نہیں

ان رقیبوں کے صدا سے لب کشائی کیوں نہو
اُنکے چپ رہنے بھلا کچھ یار کی گالی نہیں

کیا کہوں احوال میرے گلشنِ دل کا لطیف
ایک تو جورِ خزاں اور دوسرا مالی نہیں

ہم کبھی دام کے اسیر نہیں
مُرغ بازوں کے ہمصفیر نہیں

نارِ دوزخ سے مت ڈرا واعظ
کیا خُدائی میں زمہریر نہیں

بوریئے کی نہو طلب جس کو
ایسا کوئی بھی پیر یا فقیر نہیں

کس کی جا کر کروں قدمبوسی،
کوئی ایسا تو دستگیر نہیں

مُجھ کو اوس بے ریا سے ہے مطلب
جس کے بستر تلے حصیر نہیں

اوسکا پیرانِ پیر ہے حامی
جسکا یارو جہاں میں پیر نہیں

مجھ کو پیرانِ پیر کے مانند
پیر ایسا تو بے نظیر نہیں

اوس ریاست کا ہے خُدا والی
جسکی تدبیر کو مشیر نہیں

یک پیادہ اسیر کرتا ہے
جسکے شطرنج کو وزیر نہیں

اوس کماں دار کا خُدا حافظ
جسکے ترکش کے بیچ تیر نہیں

ہر سخن کا میرے صلہ دینے
کوئی ایسا تو یہاں امیر نہیں

لوحِ خاطر سے اوسکو دھو ڈالا
حرفِ موزوں جو دلپذیر نہیں

پائے ہمت ہے جب تلگ باقی
ہم کسی جائے گوشہ گیر نہیں

جگ میں یارو لطیف کے مانند
کوئی ایسا نواب حقیر نہیں

دن کو آرام نہیں شب کو مجھے چین نہیں
بولے راحت مجھے ان دونو کے مابین نہیں

جسکو ان دونو کے مابین ہیں آرام نہو
پھر تو سمجھو کہ اسے راحتِ دارین نہیں

ایک جانب کی محبت پہ نہ تُم لاف کرو
لُطف رکھتی نہیں جب تک کہ وہ طرفین نہیں

شُکر للہ کہ یک دامِ محبّت کے سِوا
کسکے یک دام و درم کا تو مجھے دین نہیں

مدرسہ دیر مجھے ہر دو مساوی ہی لطیف
مغفرت کے لیئے کچھ مدفنِ حرمین نہیں

دل کے بیمار کو سالم سے مساوات نہیں
گر کہیں مر بھی پڑے مرگِ مفاجات نہیں

گرچہ ہم چھوٹے بھی اس قیدِ قفس سے بلبل
تو بھی اس داغ سوا کوئی وہاں سات نہیں

دامِ زلفوں کی میں چاہا تو وہ صیّاد کہا
یہ شبِ قدر ہے خیراتِ جمعرات نہیں

کج مزاجوں سے خدا کام نڈالے مطرب
بات سیدھی ہے وہی جسمیں فراگھات نہیں

کعبہ و دیر کی کچھ بات نہ پوچھو مجھ سے
کونسی شَی ہے کہو جسمیں کہ وہ ذات نہیں

مغفرت کیوں نہ مری چاہوں کرم سے اُسکے
گر عزازیل بھی چھوٹے تو بڑی بات نہیں

غیر دیدار نہ کچھ مانگ تواب حق سے لطیف
حق میں تیرے تو کوئی ایسی مناجات نہیں

جو شمع رُو کے سوز میں یارو جلا نہیں
اُسکو مزا یہ سوزشِ دل کا ملا نہیں

آئینہ اوسکے تاب کو کیونکر اٹھا سکے
جب تک شراب عشق سے پتھر گلا نہیں

نالے پہ بلبلوں کے وہ افسوس کیا کرے
سمائے ہیں گل کے خار جو اصلا پڑا نہیں

اس دل کو پاک زنگِ کدورت سے کیوں کروں
جس دل کو عمر بھر میں کیا مصقلا نہیں

زخمِ ستم کی داد میں چاہا تو دل کہا
اے آہ کیا کروں میں شہِ کربلا نہیں

ملتا رہوں گا ہاتھ شہیدِ بتاں کے ساتھ
جب تک کہ راز دل کا مرے برملا نہیں

لٹتے چلے ہیں خوان ضیافت کے جابجا
سرپوش میرے چشم کا اب تک کھلا نہیں

رستم سے پہلوانِ جہاں تھے بہت قوی
لاکن قضا پہ زور کسی کا چلا نہیں

پتھر پڑو وہ شعر کے لکھنے پہ ای لطیف
بسکے کہ شعر گوئی میں یہ چوچلا نہیں

اگرچہ یار مناسب مرا کہیں تو نہیں
غرض ہوا تو ہوا یہ بھی کچھ نہیں تو نہیں

میں کس کے ساتھ مرے درد کا کروں دعوےٰ
کہ میرا کوئی زمانے میں ہمنشیں تو نہیں

تو کس کے حسن کا ہے مبتلا ارے ناداں
کہ تیرے چشم کے قابل کوئی حسیں تو نہیں

نہ دیجے زلف کو خوباں کے زلف کی تشبیہ
اگرچہ دشمنِ جاں ہیں عدوئے دیں تو نہیں

یہ مشتِ خاک پہ چلنے کو حکمتِ عملی
یہ ملک ہند ہے یونان کی زمیں تو نہیں

خدا کے فضل کا اسباب ہو تو ہو زاہد
وگرنہ خاتمہ کس کا کسے یقیں تو نہیں

بہ عشق داخلِ فردوس کیوں نہو تیرا
لطیف تو کسی گمرہ کا رہ گزیں تو نہیں

اے صبا غنچے کی اب دل شکنی خوب نہیں
بے گنہ شمع کی گردن زدنی خوب نہیں

کہیو زنبو سے کوئی جا کے خدا واسطے یہ
دل پہ پروانے کی یہ نیش زنی خوب نہیں

ہر سحر گوہرِ شبنم جو صبا لاتی ہے
حق میں بلبل کے یہ ہیرے کی کنی خوب نہیں

بلبلو رشتۂ الفت کو چمن سے توڑو
مرد کو صحبتِ دنیائے دنی خوب نہیں

شاخِ گل گرچہ مرصّع ہی گلستاں ہیں لطیفؔ
پر ضرر دینے کو خاروں کی انی خوب نہیں

گل کو لاتا ہے جو اس خوبی سے وہ خار نہیں
بلبلو تم نے جو لاتے ہو شکایت اُس کے
عشق پروانے کا وہ ہے کہ فقط جل جانا
کونسا گل ہے جو تم کہتے ہیں گلزار کے بیچ
فرض کی ہم نے اگر تم کو ہے اوروں سے غرض
پہلے تفصیل مجھے گل کی تو تم بتلاؤ

بلکہ ایسا تو کوئی یار وفادار نہیں
خار و گل گلشنِ قدرت میں تو بیکار نہیں
وہ کبھی گل کے شکایت کا روادار نہیں
نامِ گل ایک ہے اقسام میں دو چار نہیں
کس کو کانٹا ہے کہو کس کے تئیں خار نہیں
پھر مجھے ایسی غزل کہنے کا کچھ بار نہیں

باوجودیکہ پایں مشق جو کہتا ہے لطیفؔ
تو بھی یہ اہل پسندوں کے سزاوار نہیں

دن کو جیتے ہیں شب کو مرتے ہیں
ایسے دل سوز یارِ جانی کو
دیکھتے ہیں کہ اُٹھ گئے یاراں
صرف حیوانیت ہماری ہے
شرم دُنیا کی ہم سے مت پوچھو
بے قضا ہم تو مر نہیں سکتے

پھر بھی مرنے کو لوگ ڈرتے ہیں
کس کی صورت پہ یہ بسر تے ہیں
پھر بھی رہنے کی فکر کرتے ہیں
مزرعِ آخرت کو چرتے ہیں
کوئی چڑتے ہیں کوئی اُترتے ہیں
دن جو باقی ہے اسکو بھرتے ہیں

کام اپنے کریم کے غیر از
کب کسی سے لطیفؔ کرتے ہیں

یار و اغیار سے مردانِ خدا ایک ہی ہیں
واصلِ حق کتیں خلوت و جلوت میں سدا
راہِ مولا میں اگر ہو تو صداقت جس کو

اُٹھ گیا دل تو میاں شاہ و گدا ایک ہی ہیں
بار نزدیک و اغیارِ جُدا ایک ہی ہیں
جی تصدق ہے تو قربان و فدا ایک ہی ہیں

مومنِ پاک کو محرابِ عبادت کے حضور
فرض و مسنون کے آداب و ادا ایک ہی ہیں

فرق کچھ اہلِ طریقت کا نہ ہم سے پوچھو
رحمتِ حق سے یہ سب راہِ ہُدا ایک ہی ہیں

مُجھ کو آوازِ دف و نے سے سروکار نہیں
جس طرف جاؤں تو وہاں صوت و صدا ایک ہی ہیں

کُفر و اسلام کے ہونے سے ہُوا دیر و حرم
ورنہ لعل و گہر و سنگ و سدا ایک ہی ہیں

بے لباسی ہیں مرے اس تنِ عریاں کے تیں
تابِ خورشید و خس و خار و ادا ایک ہی ہیں

دل منوّر ہو تو جس سینۂ غمگیں ہیں لطیف
نور القادم الہام و ندا ایک ہی ہیں،

جو ہستی کے ہم کارواں دیکھتے ہیں
تو سُوئے عدم سب رواں دیکھتے ہیں

جسے دیکھتے ہیں تو ہم نے کبھی
ادھر ہی کو آخر دواں دیکھتے ہیں

بُرا ہو بھلا بھر نظر دیکھ لیجے
جو گذرا اوسے پھر کہاں دیکھتے ہیں

جب آتے ہیں ہم کو ادھر سے لیجانے
نہ وہ طفل و پیر و جواں دیکھتے ہیں

مرا حالِ دل کیا کہوں تم سے یارو
زمین و زماں آسماں دیکھتے ہیں

ارے بُلبُلو منہ قفس سے نہ پھیرو
یہاں گُل بھی جورِ خزاں دیکھتے ہیں

خُدا بن کسی کو لطیف ہم نے تیرا
نہ ایسا کوئی مہرباں دیکھتے ہیں

جو گلشن ہیں ہم جس سے مل دیکھتے ہیں
تو لالہ سا پُر داغ دل دیکھتے ہیں

بہار و خزاں سب مساوی ہیں اُنکو
حق اپنا ہے گُل زیرِ گِل دیکھتے ہیں

نہ لو نام ہستی کا اے عندلیبو
کہ ہم اپنے چھاتی پہ سِل دیکھتے ہیں

نہ ڈھونڈو کبھی زُلف و رُخ پر بُتوں کے
غنیمت ہے جو ایک تل دیکھتے ہیں

لطیف ہم نے اس ہستیٔ بیوفا کو
عدم سے بہت متصل دیکھتے ہیں

نہ یہ زلف رخسار پر باندھتے ہیں
رگِ گل سے بلبل کے پر باندھتے ہیں

سنا ہوں صبا سے ارے عندلیبو
یہ صیاد گلشن میں گھر باندھتے ہیں

عجب شعبدہ ہے یہ جادوگروں کا
نمائش کے خاطر نظر باندھتے ہیں

نظر میں نہیں اون کے یاقوت و مرجان
مژہ پر جو لختِ جگر باندھتے ہیں

فرشتے بھی اوسکو لحد میں نہ پاویں،
نگر جسم مہ مو کمر باندھتے ہیں

ذرا تو توقف کرو اے عزیزو
کہ اب ہم بھی رختِ سفر باندھتے ہیں

کسی کا یہ مصرع ہے رنگیں لطیفو
رگِ گل سے بلبل کے پر باندھتے ہیں

ہیں صدقے ترے باتونکے جوں پھول بانسے گرتے ہیں
بلبل بھی ترے گلریزی پر گل اپنے تصدق کرتے ہیں

کچھ کہنا ہے تو کہدیجے پر چشم نمائی مت کیجے
عشوے سے ترے گل کھلتے ہیں غمزے سے غزالا مرتے ہیں

یہ سرخی تیرے آنکھوں کی مخمور مجھے یوں دِستی ہَے
جیسا کہ بلوری جاموں میں صہبا کے گلابی بھرتے ہیں

تم ہم کو ڈرانے لاتے ہو سانپوں کی طرح سے زلفونکو
زلفوں سے تمہارے کیوں نہ ڈریں ہمسایہ سے اپنی ڈرتے ہیں

بے جرم بچارا پروانہ جل بلکے تو پل میں خاک ہوا
پھر کس کیلیئے اس گلشن میں زنبور سے جوگر چرتے ہیں

اردو میں لیاقت کہنے کی کچھ ہم کو نہیں کہ مت سمجھو
ہر یک کے سخن فہمی کیلیئے ہم اپنی زباں سے برتے ہیں

تقریب ہمارے ملنے کی کچھ ہم سے لطیفو مت کہو
جن کو کہ غرض دنیا کی نہیں کب کسی کی وہ پروا دھرتے ہیں

اگرچہ لختِ دل اپنے سبھی آنکھوں کے جوہر ہیں
مگر میں دیکھتا ہوں تو ہوں آنکھوں کے اوپر ہیں

بجائے مردمک آنکھوں میں رکھئے اپنے کیلن کو
کہ زیبائی میں چہرے کے بھوانٹ گال سے بہتر ہیں

بھواں کے ساتھ ابرو کو نہیں کچھ نسبتِ ظاہر
کہ ایسے آبرو میں کون یارو انسے برتر ہیں

نکھا سنبل کے پیچوں کو ہی اب زلف کہتی ہے
کہ ایسے پُرگرہ اشخاص ہمزلفو نہیں نادر ہیں

لطیف اب آنکھ سے باہر تو آنسو مت نکلنے دے
کہ لڑکے اس زمانے کے بہت اوباش و ابتر ہیں

ایک ٹھوکر میں جو انمرد سنبھل جاتے ہیں
بلکہ ٹھکرا کے وہ صحرا کو نکل جاتے ہیں

مرحبا ہم تو زمانے کے ہزاروں ٹھوکر
کھا چکے پہ بھی یہ نامردی پہ ہل جاتے ہیں

آج مہلت ہے جو جاتے ہیں ہمارے یارو
بالیقیں جانیو اس کوچے سے کل جاتے ہیں

ہم سے احوال جوانی کی میاں مت پوچھو
اشک اُمڈے ہوئے تھمتے نہیں ڈھل جاتے ہیں

شاعراں سنتے ہی اشعار و غزل کو تیرے
رشک سے شمع سا بن شعلہ کے جل جاتے ہیں

برخلاف انکے جو ہیں کوہ سا اوتاد سخن
بے حرکت مرے اشعار پہ ہل جاتے ہیں

جو جوانمرد ہیں اس کوچہ ہستی سے لطیف
کوچ کے ٹھوکتے مردی سے دہل جاتے ہیں

سرو قد جب خرام کرتے ہیں
قمریوں کو غلام کرتے ہیں

رنگِ عارض بتا کے بلبل کو
گُل کی صورت حرام کرتے ہیں

کھینچ کر اپنے خنجرِ ابرو
تیغِ رستم نیام کرتے ہیں

کھول عارض پہ زلفِ مشکیں کو
صبحِ صادق کو شام کرتے ہیں

آئینہ دھر کے روبرو اپنے
مہر و مہ کو پیام کرتے ہیں

بیٹھ کر اپنے گھر میں آسودہ
مرد ملکوں پہ نام کرتے ہیں

دیکھئے کیا لطیف کے اوپر
گُلرخاں اتہام کرتے ہیں

یوں کوچے سے ہم تیرے ہر آن نکلتے ہیں
مرغانِ چمن جیسا بے جان نکلتے ہیں

کس سبز خطِ نو کا کشتہ ہے گلستاں میں
مدفن سے جو آب اسکے ریحان نکلتے ہیں

یارب یہ لہو کس کا دریا میں گرا ہوگا
جسکے کہ دمِ خوں سے مرجان نکلتے ہیں

جو رحم میں مادر کے ترکیب حمل پائے
لے دینِ محمد کے فرمان نکلتے ہیں

مایوس ترے در سے یوں جاتے ہیں اب ہمنے
جو گھر سے بخیلوں کے مہمان نکلتے ہیں

تہمت ہے رقیبوں کے اللہ پناہ دیوے
معلوم نہیں کیا کیا بہتان نکلتے ہیں

مت ڈریئے لطیفؔ اب تو بلوے سے رقیبوں کے
اکثر یہ بیاباں میں شیطان نکلتے ہیں

جاتا ہے جب خوشی سے گلرو مرا چمن میں
ماتا نہیں ہے اس دم گل پیرہن چمن میں

غنچے نے کھول دامن گلچیں سے کہہ رہا ہے
ہر صبح اوس پری کے رکھ مجکو انجمن میں

حوروں نے دیکھ اوسکو کہتے ہیں یا الٰہی
ایسا تو ہم کسی کو دیکھنے نہیں عدن میں

مجرا گلوں سے ایسا ہرگز ادا نہوگا
جو مرتبہ کہ اس کا نرگس کے ہے نین میں

مانندِ گل چمن سے جبتک جدا نہوگے
عزت نہیں ہے بلبل کا شانہ وطن میں

بلبل غزل اوسکی پڑھتے ہیں آرزو سے
ہو جاوے دل شگفتہ سنتے ہی بحسن میں

توصیف گلرخوں کی یہاں تک لطیفؔ کیجے
سوسن کے طرح جبتک ہے یہ زباں دہن میں

اشعار ماسلف کا مشتاق ہوں تو میں ہوں
شعرا ہیں ہمعصر کے مشتاق ہوں تو میں ہوں

شہرت مرے سخن کی دیر و حرم میں پہنچی
شکرِ خدا پسندِ آفاق ہوں تو میں ہوں

بے زہر حاسدوں کو شکر سے مارتا ہوں
سمِّ سیہ کے حق میں تریاق ہوں تو میں ہوں

تیرِ قضا کے مانند سینے پہ دشمنوں کے
تیغِ سخن سے اپنے براق ہوں تو میں ہوں

خالی غلو سے اپنے گھبرا و مت عزیزو
رنجک اوڑانے انکی چقماق ہوں تو میں ہوں

اشرار کے جلانے ایسی غزل لکھا ہیں
ورنہ جہاں کے شیر سے بیباق ہوں تو میں ہوں

گلشن میں اس جہاں کے شاخِ لطیفؔ ہوں میں
پر دل پہ دشمنوں کے یک شاق ہوں تو میں ہوں

عاصی ہوں پرگنہ ہوں سراپا کسیف ہوں
پر آسرا یہی ہے کہ عبد اللطیف ہوں

مردِ ضعیف مجکو بزرگی سے مت کہو
دل سے بہت قوی ہوں بظاہر ضعیف ہوں

ہاں معصیت کے رُو سے بجا ہے اگر کہیں
صلحا سے دینِ حق میں نہایت نحیف ہوں

کیونکر صبا کو تارِ گریباں مِرا ملے
میں تو غبارِ دامنِ گل سا خفیف ہوں

بوڑھا سمجھ کے مجھ سے ظرافت نہ تم کرو
تم جانتے ہو میں بھی جہاں کا ظریف ہوں

مجکو خوشی کسی کے ستائش کی ہے نہیں
ہوں اپنے نفسِ بد کا ہمیشہ حریف ہوں

کمتر ہوں بندگانِ الٰہی سے ای لطیفؔ
طرفین سے اگرچہ نسب میں شریف ہوں

میں جو سینے میں داغ رکھتا ہوں
گوہرِ شب چراغ رکھتا ہوں

شمع سا جسکے میں تجلّی سے
اپنے گل کا سراغ رکھتا ہوں

مثلِ گل اپنے سینہ چاکی پر
دل کو میں باغ باغ رکھتا ہوں

داغِ دل مجکو مت بنا لالہ
میں بھی لاکھوں سے داغ رکھتا ہوں

میکدے میں ترے ارے ساقی
چشم کے میں ایاغ رکھتا ہوں

حضرت میر درد سے زائد
درد میں میں دماغ رکھتا ہوں

داغ دل کا لطیفؔ سے پوچھو
میں تو سب سے فراغ رکھتا ہوں

میں صحبت سے خلقت کے جب چھوٹتا ہوں
تو خلوت میں اپنے مزے لوٹتا ہوں

یہ مرغانِ گلشن کے شور و فغاں سے
میں غنچے سا اپنا لہو گھونٹتا ہوں

عجب کچھ حلاوت ہے تارِ نفس میں
یہ رشتے سے غفلت کے جب ٹوٹتا ہوں

یہ دل بات میری نہیں مانتا ہے
بہت اوسکے پیچھے میں سر کوٹتا ہوں

حباب فنا ہے یہ کشتی لطیفو
وہی عین دریا ہوں جب پھوٹتا ہوں

کس کو بھولوں میں کس کو یاد کروں،
کس طرح سے یہ دل کو شاد کروں

کون ایسا جہاں میں ہے مشفق،
دل میں آتا ہے خضر سے مل کر
گر مجھے ایک دم کی ہو فرصت
نہیں دل میں مرے ارے یارو
گر میں چاہوں تو فضل سے حق کے
ایک ساعت میں اے ہنرمندو

کس کے اُلفت کا اعتماد کروں
عُمر کو اپنے میں زیاد کروں
نفسِ بد سے مرے جہاد کروں
کسی مفسد سے جا فساد کروں
شعر گوئی میں اجتہاد کروں
نامُرادوں کو بامُراد کروں

دشمنوں سے لطیف کے یارو
کس طرح جا کے اتحاد کروں

ہے شعلہ زن جو مرے دل کے داغ پانی میں
میں اپنے دل کے سمندر میں ڈوب کر نکلا،
یہ آہ و نالے سے دن رات کے ارے بلبل
ہیں اوسکے یوں عرقِ رُخ پہ خال کو دیکھا
غرور مت کرو فرعونِ بد روش کی طرح
غریقِ بحرِ قضا کو ہلاک مت سمجھو

الٰہی کیسے لگے یہ چراغ پانی میں
ملا نہیں کہیں اوسکا سراغ پانی میں
بھلا ہے ڈوب کے جاوے تو باغ پانی میں
ابھی یہ ڈوب کے نکلا ہے زاغ پانی میں
بہت سے ڈوب گئے بد دماغ پانی میں
وہ درد و رنج سے پایا فراغ پانی میں

شراب ہو چکی خُم خانے ہو گئے خالی
لطیف لے گیا خالی ایاغ پانی میں

کیا ہے نطق عطا مجکو حضرتِ بیچوں
ہر ایک شعر مرا ہے زباں زدِ عالم
نہیں ہوں بچہ مرغِ سحر ارے بلبل
ہیں ذکرِ خیر کیا اوسکے خالِ مشکیں کا
لطیف اس بُتِ رعنا کے دردِ ہجرت میں

سخن فروش نہیں ہوں جو میں سخن بیچوں
یہ چاہ چشمہ نہیں ہے جو اسکا مُنہ سُوچوں
یہ آب و دانے کے خاطر جو میں کروں چیں چوں
تو زاغ بنکے وہ کہتا ہے اب جگر لوچوں
یہ اشک دامنِ مژگاں سے کب تلک پوچوں

کیا سخت ہیں صبا ترے گلشن کے مالیاں
گالی گئی ہوا پہ تو ہنس ہنس کے گل سبھی
بلبل محلِ خوف ہے ہرگز نہ جائیے
جور و ستم چمن کا ترا اب تم سے کیا کہوں

بلبل کے آہ و نالے پہ دیتے ہیں گالیاں
برگِ چمن سے مل کے بجاتے ہیں تالیاں
صیّاد کھول بیٹھا ہے زلفوں کے جالیاں
شمشیر بن رہے ہیں درختوں کے ڈالیاں

گالی کا غم نہ کیجے کسی حال میں لطیفؔ
اکثر جہاں میں دیتے ہیں سالے و سالیاں

رکھتا ہے خاکساروں کا کب دم تہِ زمیں
گوہر ہر ایک تخم کے پہلو سے اوگتا
عزّت یہ خاک کون سے گوہر سے دیکھتے
فوّارہ چاہِ غم میں جو روتا ہے روز و شب

روئیدگی ہے تخم کی ہر دم تہِ زمیں
ہوتا اگر یہ دانۂ شبنم تہِ زمیں
ہوتا اگر نہ حضرتِ آدم تہِ زمیں
شاید ہے اہلبیت کا ماتم تہِ زمیں

کب درد مجھکو خاک میں ملنے کا ہے لطیفؔ
سونپا گیا ہے سرورِ عالمؐ تہِ زمیں،

نیند تو آتی نہیں پر ظاہر آسوتا ہوں میں
یا الٰہی کیا بُرا گاذر مجھے پیدا کیا
موڑ لالہ کا زمیں سے اوگتا ہے باغباں
کیا غرض تقدیر کا ہے کچھ مجھے معلوم نہیں

مثلِ شبنم صبح تک شب سے پڑا روتا ہوں میں
تا قیامت داغِ عصیاں اشک سے دھوتا ہوں میں
تخم میرے اشک کا جس جائے پہ بوتا ہوں میں
اب تو تھا دیوانہ تیرا پھر بھی کیا ہوتا ہوں میں

داغ ہے مجھکو یہی دنیا میں لطیفؔ
موتیاں آنکھوں کے کیسے بے بہا کھوتا ہوں میں

جب سے دیکھا ہوں تجھے تب سے کھڑا روتا ہوں
یا ترابی کو مرے آہ نہ سمجھا ناداں
آہ و نالے کے وسیلے سے غنیمت ہے ولا

اب تو ظالم تیرے کوچے سے جدا ہوتا ہوں
مُلکِ ہستی کو یہ میں کسکے لیے کھوتا ہوں
روبرو آنکھوں کے جو داغِ جگر دھوتا ہوں

بے قراری مری ہر شب کی میں کس سے بولوں
جب سے یہ آنکھ لگی تب سے نہیں سوتا ہوں

غیرِ لالہ نہ ہوا نخل کوئی تجھ سے لطیف
تخمِ الفت تیرا جس باغ میں میں بوتا ہوں

ارے دل تو سن میں تجھے بولتا ہوں
تیرے رازِ مخفی کو اب کھولتا ہوں

بہت تو نے مجھکو دکھایا ہے ظالم
کہ جس دُکھ سے گبیرو ابھی کھولتا ہوں

تو میزانِ محشر میں آخر تلے گا
تو تلنے کے آگے ہی میں تولتا ہوں

چمن کی حقیقت میں پوچھا تو گل سے
کہا ہنس کے بلبل سے مرغولتا ہوں

کیا لطف جب سے لطیفِ حقیقی
لطافت کے تب سے گہر رولتا ہوں

گل غنچے سے کہتا ہے کہ میں تجھ پہ فدا ہوں
گلچیں کے سبب ٹوٹے رفاقت سے جدا ہوں

گلشن سے تو نکلا ہوں گریباں ہو دریدہ
پر دامنِ الفت سے تیری سر پہ ردا ہوں

اے غنچہ دہن کچھ تو ذرا بول زباں سے
بلبل کی طرح میں بھی تو مشتاقِ ندا ہوں

کچھ نغمۂ دلسوز مجھے جلد سنا دے
مشتاق تیرے صوت و صدا کا میں سدا ہوں

غمزے سے زیادہ میں ترے عشوے کو دیکھا
اے سروِ چمن میں ترے قربانِ ادا ہوں

انعام و عنایت میں نہ کچھ اپنی کمی پر
تو خسروِ گل ہے تو میں گلشن کا گدا ہوں

مجرم تو نہیں ہوں کسی گلرو کا لطیف اب
پر ہوں تو یہ گلشن میں گنہ گارِ خدا ہوں

میں ترے کوچے میں دیوانہ ہوا چاہتا ہوں
قید کر مجھکو کہ مستانہ ہوا چاہتا ہوں

میں دیوانہ ہوں ترا مجھ کو پریشاں مت کر
زلفِ مشکیں کا ترے شانہ ہوا چاہتا ہوں

مجھ کو اب شیشۂ خالی کی طرح دور نہ کر
ساقیا میں ترا پیمانہ ہوا چاہتا ہوں

کچھ تو بس خوردۂ عشاق پلا دے ساقی
میں بھی اب داخلِ میخانہ ہوا چاہتا ہوں

پھر مجھے حرص و ہوا کی تو ہوا ست د بجے
سب ہوا خواہوں سے بیگانہ ہوا چہتا ہوں

ابرِ رحمت سے ترے اشک مرا کہتا ہے
صدفِ چشم میں دُر دانہ ہوا چہتا ہوں

شمع رُدیوں سے نہیں مجھکو سروکار لطیف
شمع افروز کا پروانہ ہوا چہتا ہوں

صحرا میں جب مقام کیا پیر پہلواں
ہر بحر و بر میں نام کیا پیر پہلواں

آہوئے دشت اوسکے ہی محکوم کیوں نہو،
شیرِ قوی کو رام کیا پیر پہلواں

طوبیٰ کے طرح خاکِ بیاباں سے ہو نمود
عالم پہ فیض عام کیا پیر پہلواں

اپنے ظہورِ خاص کے اظہار کے لئے
خلقت کو خود پیام کیا پیر پہلواں

مُرغانِ گل کے طرح گلستانِ دہر میں
بیدانہ دل کو دام کیا پیر پہلواں

خاکِ مزار پر کششِ باطنی کے ساتھ
عالم کا اژدحام کیا پیر پہلواں

یکبار اوسکے جو درِ دربار پر گیا
اوس پر کرم مدام کیا پیر پہلواں

تکلیف خواب و خور کی کسی پہ نہیں ہوئی
ہر ایک کا اہتمام کیا پیر پہلواں

چوروں کو پاسبانِ مسافر بنا دیا
یہ نظم و انتظام کیا پیر پہلواں

باوصف ایسے نظم کے چوری کیا کوئی
تو اوس سے انتقام کیا پیر پہلواں

ممکن نہیں وہ وصفِ کرامات ہو سکے
جو خرق و التیام کیا پیر پہلواں

بادِ صبا کو گلشنِ عشرت کے چھوڑ کر
صحرا میں صُبح و شام کیا پیر پہلواں

یہ دولتِ قدیم سدا لازوال ہے
جو دولتِ دوام کیا پیر پہلواں

ہر ایک کو اپنے قوتِ بازو سے کر مطیع
خادم کیا غُلام کیا پیر پہلواں

منّت کسی مرید کی اوس پہ نہیں لطیف
اپنا ہی آپ کام کیا پیر پہلواں

اے شہابِ اوجِ عزت واقفِ اسرارِ دیں
ہمچو نورِ صُبح روشن کاشفِ علم الیقیں

گر بیابد بتدی یک ذرہ از فیضانِ تو
کے تواند شد بیانِ حلمِ آں طبعِ سلیم
منصبی دارند در درگاہِ حق اہلِ علوم
سینۂ علمائے دیں از فیضِ الہامِ الٰہ
گوش زد گردید از روزیکہ وصفِ آنجناب
آرزو دارم باصلاحِ عنایات و کرم
یاالٰہی تا بدورِ مہر و مہ تابندہ دار

پرتوِ بخشد بعالم ہمچو خورشید مبیں
می شود از فیضِ تو تلخیٔ حنظل انگبیں
در پیامِ حق رسانی ہمچو جبرئیلِ امیں
افتخارِ آسماں شد بلکہ شُد عرشِ بریں
دل بہ تلمیذانِ عالی روز و شب باشد قریں
ایں غزل در محفلِ شعرا شود کرسی نشیں
فیضِ مولانا شہاب الدّین بر روئے زمیں

از بزرگانِ جہاں محروم شد مطلق لطیفؔ
مسکنے دارد بفکرِ یار در کنجِ حزیں

گوہرِ کانِ نجابت ہے نظام الدّین حسین
دخل اوسکے بزم میں نا اہل کو ہرگز نہیں
ابتدائے ہوش سے احسان اوسکے کیا کہوں
یاالٰہی رکھ سلامت اوسکی خوشدامن کتیں

دُرِّ دریائے شرافت ہے نظام الدین حسین
شائقِ مردِ لیاقت ہے نظام الدین حسین
محسنِ اہلِ سیادت ہے نظام الدین حسین
جیب و دامانِ سعادت ہے نظام الدین حسین

وصف اوس کانِ کرم کا ہوسکے کس سے لطیفؔ
جبکہ خود دستِ عنایت ہے نظام الدین حسین

سحابِ لُطف ہے یا ابرِ نیساں،
خُدا نے وصف دو بخشا ہے اُسکو،
جسے خُلقِ حسن حق نے دِیا ہے
ہر ایک گوہر ہے اُسکا رشکِ انجم
کیوں اسکو آیۂ رحمت نہ بولوں،
برکت اسکے ہر یک نقشِ پا کے

جناب حضرتِ صفدر حسن خاں
ملک سیرت بصورت لُطفِ انساں
ہے اوسکے دل میں بیشک نورِ ایماں
نہیں ایسا کوئی لعلِ بدخشاں
ہے اُسکی ذات یک دریائے احساں
بیاباں کو کرے رشکِ گلستاں

جو اوسکے سایۂ عالی میں آیا،
کرم اُسکا فقط مجھ پر نہ سمجھو
الٰہی خضر سا رکھ اوس کو قائم،
بہارِ باغِ ہستی جب تلگ ہے

ہُوا سرسبز وہ سیراب و فرحاں
ہر ایک کے دردِ دل کا ہے وہ درماں
دیا جو ہم کو ایسا خان ساماں
چمن اُسکا رہے سرسبز و خنداں

لطیف ایسے کریمِ بے ریا کا
تو اپنے جان و دل سے ہو ثنا خواں

نسیم روضۂ رضواں ابوبکر و عمر عثماں
چراغ مسجد و منبر سراجِ بیتِ پیغمبر
ضیائے دیدۂ حیدر جلائے چشمِ پیغمبرؐ
نہالِ حضرتِ زہرا کیا رشکِ چمن صحرا
جنابِ عابد و باقر امام سرو دیں جعفر
تقی باغِ نبیؐ کا گل نقی فردوس کا سنبل
شجر باغِ رسالت کا ثمر شاخِ شجاعت کا
الٰہی لُطف کا افسر تو رکھ اسلام کے سر پہ
میرے اولاد پہ یارب متاعِ دینؐ و دنیا سب
خُدایا رکھ مجھے قائم صلٰوت و صوم پر دائم
کرم سے کارواں لادے مجھے کعبے کو پہنچا دے
یہی ہے آرزو دل میں ہر یک محفل میں منزل میں
الٰہی مدح سے سیری کہاں ہوتی ہے اب میری
غزل کو ختم کر دیجے صلائے خاتمہ لیجے
لطیف اب کر دُعا ایسی دُعا بیمار کو جیسی

شمیم گلشنِ ایماں علی مولائے انس و جاں
ابوبکر و عمر حیدر جنابِ جامع القرآں
شہِ حسنین دو دلبر یہ ہیں زہرا کے حرزِ جاں
کہاں کس کو ہے یہ زہرا کہ اُمت پر کرے احساں
ہے کاظم کا چمن پرور علی موسیٰ رضا ریحاں
امامِ عسکری بلبل ہے مہدی مالکِ بستاں
گہر کانِ کرامت کا امامِ ہادیٔ دوراں
یہی ہے آرزو خوشتر کہ مہدی کا ملے داماں
مہیا کر کے بتلا اب کہ ہو ممکن یہ سر و ساماں
لگا مجھ کو صحیح سالم ہے میرا مرضِ دلِ عصیاں
حرم میں قبر کی جا دے کہ ہوں میں خاکِ خارستاں
رہوں اوس کل کے جا گل میں مثالِ بلبلِ نالاں
میں چہتا ہوں مدد تیری کہ ہوں مقبولِ انس و جاں
دُعا ایسی تو اب کیجے کہ ہو نزعِ رواں آساں
خُدا جانے ہے کیسے ہمارے درد کا درماں

وصف ایسے دو بشر کا ہو سکے کس سے بیاں
دفن جن کا دو نبی اللہ کے ہو درمیاں

ایک جانب پر نبیؐ اور دوسرے جانب مسیح
درمیاں صدیقِ اکبر اور عمر کا ہے مکاں

ہے خبر جس وقت عیسیٰ آکے رحلت پائینگے
روضۂ عالی میں ان کا دفن ہوگا ہی نشاں

عرش عالی سے انہوں کا کیوں نہ ہو رتبہ بلند
جبکہ ایسے دو نبیؐ ہوں جنکے اوپر سائباں

جبکہ صدیق و عمر فردوس کے راہی ہوئے
فکر مولا پر رہی تکفین ہو انکی کہاں

تب اشارہ روضۂ عالی کے در سے یوں ہوا
لاؤ ان کو پاس میرے ای میرے راحت رساں

منتظر فردوس میں ہوں جنکے آنے کیلئے
کیونکہ یہ ہیں باغِ امت کے میرے سرو رواں

اس اشارے پر امامِ خاتمِ خلفائے دیں
کر دئے خورشید کے پہلو میں یہ انجم نہاں

فی الحقیقت مومنو حضرت کے جو صحاب تھے
جسم کے رو سے جدا اور دل سے تھے سب ایکجاں

اے محبو کون سے دنیا کی تھی ان کو غرض
تم نے اپنے سا سمجھکر انسے رکھتے ہو گماں

چھوڑ دو ایسے عقیدے کو خدا کے واسطے
مت کرو اوقات اپنی اس سخن میں رائگاں

عدل پر انکے نظر کر دیکھیو یارو ذرہ
نیں دئے فرزند کو کچھ حد رسانی میں اماں

حد جو باقی رہ گیا سو قبر پر جاری کئے
جنکے اوصاف و رضا پر رو دئے سب انس و جاں

حضرتِ صدیقِ اکبر کی ریاضت کیا کہوں
وصل چمڑے کے تھے جنکے پیرہن کے درمیاں

اس ریاضت کے خلافت پر ارے نامنصفو
بے وجہ تکرار تم کو ہے خلافِ عاقلاں

فرض کی ہم نے اگر ہے تم کو انسے دشمنو
کچھ نہیں نقصان انکا ہی مگر تم کو زیاں

گر نہ بیند چشمِ شپر چشمۂ خورشید را
کم نگردد نورِ او از بہرِ چشمِ ناتواں

اس لئے ترکِ زیارت تم نے حضرت کی کئے
جیسا دکھ سے ساس کے مردوں سے رہتے ہیں زناں

مرتبت میں انبیا کے بعد کوئی ایسے نہیں
ہیں جو صدیق و عمر عثمان و حیدر ذی مکاں

یا الٰہی اہلِ قبلہ کتیں توفیق دے
تا نبیؐ اور مرتضیٰ اونپر رہیں نت مہرباں

وصف صدیق و عمر عثمان و حیدر کا لطیف
جزءِ ایماں ہے ترا تو کر روز و شب ورد زباں

تارِ انفاس توڑ جاتا ہوں
طبع زادوں کو چھوڑ جاتا ہوں

نام کرتے ہیں یا ڈباتے ہیں
ہیں تو خوبی سے جوڑ جاتا ہوں

ناخلف ناسزا نہیں کوئی،
منہ نہیں ان سے موڑ جاتا ہوں

عمر یک تربیت میں ہیں جن کے
سر کو سینے کو پھوڑ جاتا ہوں

چوب ناچیز ان کو مت سمجھو
چھوڑ صندل کے کھوڑ جاتا ہوں

بوئے خوش ہر مشامِ دل کے ہیں
مشک و عنبر کو چھوڑ جاتا ہوں

کوئی شاعر سے میں نہیں ہارا
جیت کر اپنے ہوڑ جاتا ہوں

اب تو دامن جھٹک کے دنیا سے
مثلِ دریا چھوڑ جاتا ہوں

لیک تر دامنی کیتیں اپنے
صدف میں مردوں کے اوڑ جاتا ہوں

پھر خدا جانے کیا مقدر ہے
جی جلا دِل مروڑ جاتا ہوں

سرخرو ہو لطیف کیوں جاوے
خونِ دل یہاں نچوڑ جاتا ہوں

اُمتی ہوں میں تمہارا یا شفیع المذنبین
مت کرو مجھ سے کنارا یا شفیع المذنبین

اُمتِ عاصی کو دوزخ سے بچانے کتیں
تم سوا کس کو ہے یارا یا شفیع المذنبین

ہاتھ سے مالک کے مجھ کو چھین لینا حشر میں
جبکہ وہ کھینچے قضارا یا شفیع المذنبین

جس سے تم راضی ہوئے رضوانِ فردوسِ بریں
جنّتی اس کو پکارا یا شفیع المذنبین

رحمۃ للعالمین کی تم پہ ربّ العالمین
آیۂ رحمت اُتارا یا شفیع المذنبین

مغفرت مشکل نہیں دارین کی جا ہے تو تم
بس تمہارا ایک اشارا یا شفیع المذنبین

دین و دنیا میں خدا کے بعد ایسا ذی کرم
کون ہے تم بن ہمارا یا شفیع المذنبین

مجھ کو منتِ اہلِ بشارت کی غلامی دیجئے
ہوں بہت غمگیں دکھارا یا شفیع المذنبین

غنچہ ساں اللہ دل کو میرے جمع خاطر کیجئے
مثلِ گل ہوں پارا پارا یا شفیع المذنبین

نقشِ پا اپنا نگینِ دل پہ میرے کیجئے
گرچہ ہوں میں سنگِ خارا یا شفیع المذنبیں

دولتِ دنیا تلف ہو جاوے تو کچھ غم نہیں
ہو نہ عقبےٰ کا خسارا یا شفیع المذنبیں

گر مجھے خاکِ مدینہ اوجِ قسمت سے ملے
ہے وہ رشکِ تختِ دارا یا شفیع المذنبیں

مال و زر فرزند و زن تم پر تصدّق کیوں نہ ہو
جان و دل ہیں تم پہ وارا یا شفیع المذنبیں

لطف سے یکبار تو مجھکو مشرّف کر چکے
کیجئے پھر بھی دو بارا یا شفیع المذنبیں

منتظر ہر شب ہے اس رویائے صادق کا لطیف
جب سے وہ دیکھا بشارا یا شفیع المذنبیں

جگ میں آباد ہمیشہ رہے ادریس حسین
ہم سے دل شاد ہمیشہ رہے ادریس حسین

فیض سے دامنِ دولت کے الٰہی دایم
حبیب امداد ہمیشہ رہے ادریس حسین

گلشنِ ہستی میں سرسبز ہو سیراب چمن
مثلِ شمشاد ہمیشہ رہے ادریس حسین

ظلِّ عالی ہیں خداوندِ جہاں کے یا رب
شاد و آباد ہمیشہ رہے ادریس حسین

ایسے سرسبز غزل لکھ کے تو بھجوادے لطیف
سنکے تا شاد ہمیشہ رہے ادریس حسین

ردیف الواؤ

کیا زہر دار مار ہیں زلفِ سیاہ دو
کاٹے اگر کسی کو تو نکلے نہ آہ دو

حیلے سے خال و خط کے مری قتل کیلئے
نکلے ہیں ملکِ حسن سے زنگی سیاہ دو

غیروں سے مل کے آنکھ جو ہم سے چرالیا
اس بات پر ہیں آنکھ اوسکے گواہ دو

کیا خاک ہم رقیبوں کا شکوہ گلہ کریں
جب ہو چکے ہو وصل میں اسکے نگاہ دو

اے نورِ خاص پر تو رخسار سے ترے
روشن ہوئے منیر ہوئی مہر و ماہ دو

جو معصیت کہ کر چکے پھر مت کرو کبھی
بدتر گناہ سے ہے یہ عذرِ گناہ دو

جلنے سے اپنے اور جلانے سے غیر کے
اُمت کے مخلصی کو ہے سبطین مصطفےٰ

ہے معصیت کے شمع کے سر پر کلاہ دو
ایسے کہاں خدائی میں پشتِ پناہ دو

مصرع بنا ہُوا کسی شاعر کا ہے لطیف
کیا زہردار مار ہیں زلفِ سیاہ دو

قتل سے میرے ٹک اب ہاتھ رکھو چلا دو
مَیں وہ کشتہ ہُوں کہ جز خاک نپاوینگے مجھے
مارنا سہل ہے کشتی کا پہ ہمت ہے وہی
دام ڈالے ہو پہ آہستہ مجھے قید کرو
باغباں باغ میں جانے مجھے دیتا تو نہیں
نہ تو کچھ خوف ہے دوزخ کا نہ جنت کی طلب

جسکا مقتول ہُوں مَیں اُسکو ذرا بتلا دو
مُفت ہتیار کو تم خاک میں مت مِلوا دو
ایک دم خاک مِری سُوئے صنم پہنچا دو
نو گرفتار چمن کا ہُوں ارے صبا دو
بلبلو تم تبھی اوس گل کی بشارت لا دو
زور مشرب ہے دیوانوں میں مِرا آزا دو

مُنہ اوپر صاف ہو جو دل سے منافق ہے لطیف
ایسے کم ظرف کو تُم دل میں کبھی مت جا دو

شاعر وہی جو اپنے سخن کی تمیز ہو
یوں تو سخن تلاش سے لاتا ہے ہر کوئی
لذت سخن کی اتنی تو شاعر کو چاہیے
ہم تو سخن شناس کے دل سے غلام ہیں

نکلے جو کچھ زباں سے تو ہر دل عزیز ہو
لاکن سخن وہی جو فصاحت میں چیز ہو
انگور تر نہ ہو تو لحاظِ مویز ہو
گرچہ وہ اپنے پاس مخنث ہو ہیز ہو

تعلیمِ شعر ایسے کو مت کیجئے لطیف
جس کی کہ ماں کنیزوں میں کالی کنیز ہو

نوبت میرے اشعار کی ملکوں پہ بجی ہے
یہ دولتِ دائم مجھے کیا خوب سجی ہے
جو بات کہ سیدھی ہے پلٹ دیتے ہیں اُسکو

کس دُھوم سے یارو
اسپند اُتارو
نا فہمی سے اپنے

کج فہموں کی یارو یہ عجب طرفہ کجی ہے
پھر کس سے دلاتا ہے خداوندِ تعالیٰ
اب خلقتِ اسلام تو روزی سے تجی ہے
اوس مرد سے ہرگز کوئی آزردہ نہ ہوگا
جسکے کہ زباں میں میرے صاحب ہے اجی ہی
کہتا ہے قسم کھاکے لطیفوں کی عزیزو
جز نامِ نبیؐ کے نہ کسی چیز پہ جی ہے

سمجھاؤ سدا رو
رزاقی سے اپنے
بالفعل گذارو
محفل میں کسی کے
اخلاق سے یارو
تحقیق سمجھ لو
اوس نام پہ وارو

فارسی شعر کے کہنے میں نہ تم لاف کرو
جوکہ اپنی ہی زباں کہنے میں افصح نہوا
گر تمہیں شوق ہے اُردو کے زباں دانی کا
گر خدا دیوے تو توفیق تمہیں کہنے کی
جسکو توصیف مُسلمانوں کی منظور نہ ہو
مت بُرا مانو مرے بات پہ ای اہلِ کرم

پہلے ہندی میں تو کچھ اپنی زباں صاف کرو
فارسی اوس سے کہاں بنتی ہے انصاف کرو
سیر کے طرح مشی ہند کے اطراف کرو
تا بمقدور سخن لائق او صاف کرو
اسکو دجّال بنا داخلِ کوہ قاف کرو
بلکہ اس خادمِ درگاہ پہ الطاف کرو

خوب بدلہ کئی اجلافوں کی تعلیم لطیف
اب تو معلوم ہوئی خدمتِ اشراف کرو

کسی صورت سے روزی کو بڑاؤ
اگر بنتی نہیں روزی ہنر سے
اگر چہتے ہو تم عزّت کی روزی
اگر کوئی عیب اس فن سے کرے گا
خدا دیوے تو تم کھالو کھلالو
فقیروں سے بچا کر شب کا کھانا

اُتارو ڈھیر کی اپنی چڑھاؤ
تو اہلِ کار سے رشوت لڑاؤ
تو لڑکوں کو نجیبوں کے پڑاؤ
تو اس مجہول کے دنداں جھڑاؤ
نہ تم قارون سا اُس کو گڑاؤ
نہ پانی ڈال ھانڈی میں سڑاؤ

زکاتِ مال کو موقوف کر کے
بہت کم ہے عزیزو خوابِ دنیا

نہ جورو کے لئے بستاں گھڑاؤ
نہ تم بستر پہ اُس کے بڑبڑاؤ

سخن میرا مرصّع ہے لطیفو
لطافت کے انگوٹھی پر چڑھاؤ

نہ عربی فارسی ترکی نہ پشتو
ہزاروں سے غزل جب مَیں نے دھویا
اُٹھایا جب کہ ہیں یہ بارِ محنت
ہُنر کثرت سے ہے حسرت نہ کیجے

مگر ہندی ہیں مَیں نے لے گیا گو
تو تب خلقت کہی مُجھکو سخنگو
تو تب تاثیر ہُوئی میرے سخن کو
کرو کُچھ تُم بھی کوشش اے عزیزو

خلافِ حق جو بولے گا لطیفو
تو اوس ملحد کے تم سمجھو خُدا دو

جس کو دُنیا میں خوفِ محشر ہو
بے ریا اوسکو مَیں سمجھتا ہُوں
کب خُدا اوسکو یاد آتا ہے
کیوں نہ کوثر ملے اوسے یارو،

کیوں نہ فردوس ہیں اوسے گھر ہو
بوریا جس کو بارِ بستر ہو
جس کے صندوق و جیب میں زر ہو
جس کا سَاقی جنابِ حیدر ہو

غم میں آلِ نبیؐ کے جُوں شبنم
چشم دائم لطیف کے تر ہو

صباسی جب تم ملوگے بُلبل تو اُسکو میرا سلام بولو
اگر وہ پوچھے پیام سنکر ہے کون ایسا ہمارا عاشق
جواب اُسکا یہی ہے بلبل جو تم نے روزِ ازل سے صاحب
اگر خریدہ ہے وہ تمہارا تو اسکو جلدی سے تم بلاؤ
نقاب ہجرت اُٹھاکے رُخ سے چمن کو رشکِ سحر بناؤ

جو مَیں نے بولا سو یاد رکھ کر وہ دلربا کو پیام بولو
جو اس تعشق سے بول بھیجا وہ یار جانی کا نام بولو
خرید جسکو کہ کر چکے تھے وہی تو ہے یہ غلام بولو
تمہارے دُوری سے زندگانی ہے اوسکے اوپر حرام بولو
تمہارے زُلفِ سیہ کی اُلفت کہی ہی جنگل میں شام بولو

جو دم خوشی سے چمن میں گذرے سو ہی غنیمت ہے اے عزیزو
وگرنہ اس گلشن جہاں میں کہاں ہے کسکو قیام بولو

لطیف پر جو گذر رہی ہے نہیں ہے پوشیدہ تم سے بلبل
یہ درد اول سے تا بہ آخر وہ دلربا کو تمام بولو

یہی نصیحت ہے ماسلف کی سمجھ کے منہ سے سخن نکالو
گلہ کسی کا کسی کے آگے کیطرح کا نہ تم لجاؤ
محب خالص جو ہو تمہارا تو اوس سے ہرگز نہ منہ کو پھیرو
جو دل میں خوف خدا نہووے وہ دلکو سینے سے دور کیجے
جہاں میں کوئی چیز آبرو سے نہیں زیادہ اے عزیزو
سرائے فانی سے ہم بھی اپنا غبار بستر جھٹک رہے ہیں

زبان بے استخواں کو اپنے بلائے بدگوئی سے سنبھالو
اگر وہ شکوہ کرے تمہارا تو سنکے اوسکو سنی میں ٹالو
خلاف اُسکا جو ہو منافق تو اُسکی اُلفت پہ خاک ڈالو
ہے دوستوں کا یہی مقولہ بغل میں دشمن کبھی نہ پالو
تم اس کو آپ گھر سمجھ کے روانگی سے بہت بچالو
ذرہ تو ٹھہرو ہمارے خاطر بقا کے بستی کے جانیوالو

کہاں نصیحت کا ہے زمانہ جو سنکے اوسپر عمل کرینگے
لطیف خاموش ہو رہو تم کسی سے اب کچھ نہ بولو چالو

میرے دریائے ماتم کی تموج تیر کر دیکھو
لگے گی آگ کاغذ کو قلم جلجائیگا صاحب
نہیں ممکن ہے اب ہونا مقید دام غفلت سے
اگر قسمت میں کعبہ ہے و یا خاک بیاباں ہے
عمارت گر گئی مطلق ہمارے مسکن دل کی
ارے یارو کہاں طاقت ہے مجکو راگ سننے کی

اگر باور نہیں ہو تو کلیجہ چیر کر دیکھو
سواد چشم سے میرے ذرا تحریر کر دیکھو
مجھے زنداں میں ہستی کے کوئی زنجیر کر دیکھو
غرض اپنے سے جو کچھ ہو سکے تدبیر کر دیکھو
دیوانے لوگ کہتے ہیں اسے تعمیر کر دیکھو
ذرا تو غم کی میرے روبرو تقریر کر دیکھو

لطیف اب زندگی باقی نہیں کچھ باندلو توشہ
کہ یہ منزل قیامت کو نہ تم تاخیر کر دیکھو

دل بھڑک کر مجھے کہتا ہے نکل جانے دو
خود بخود چہتا ہے جانے کو اُسے مت روکو

آج رخصت نہیں دیتے ہو تو کل جانے دو
یہ بڑا سنگ ہے چھاتی پہ سے ٹل جانے دو

شمع کو پردۂ فانوس چھپاوے کبتلک ‏ جو کہ جلتا ہے تعشق سے تو جل جانے دو
دل کو نادانی سے پابندِ جنوں مت کیجو ‏ ہوشمندی سے جو جاتا ہی تو جل جانے دو
مثلِ بلبل او سے زنداں میں مقید نہ کرو ‏ کسی کوچے میں دیوانے کو سنبھل جانے دو
پیچ سے زلف کے مت اسکو نکالو باہر ‏ بلکہ بل کھانے پہ اون زلفوں کے بل جانے دو

روکنا خوب نہیں اب دلِ ناداں کو لطیف
اشک کے طرح سے یکبار تو ڈھل جانے دو

دنیا بہت بری ہے سمجھ بوجھکر چلو ‏ مکارہ مفتری ہے سمجھ بوجھکر چلو
صحبت سے اس بری کے ہمیشہ پرے رہو ‏ سو مکر میں بھری ہے سمجھ بوجھکر چلو
صورت کو دیکھ اسکے نہ تم دل دہی کرو ‏ ظاہر کی کمتری ہے سمجھ بوجھکر چلو
منہ پر میٹھی ہے زہر سے دل میں بھری ہوئی ‏ شکر کی یہ چھری ہے سمجھ بوجھکر چلو
تھی انبیا کو جسکے کہ آنے کی آرزو ‏ اس کی ہیمبری ہے سمجھ بوجھکر چلو
تھا انتظار جس کا سو وہ آن کر گیا ‏ یہ دورِ آخری ہے سمجھ بوجھکر چلو

چلنا تو سب کو حق ہے ہر ایک حال میں لطیف
پر عین بہتری ہے سمجھ بوجھکر چلو

چاہِ مصیبت میں کچھ مت کہو تقدیر کو ‏ خارجِ زنداں کئی یوسفِ دل گیر کو
چاہے تو یک پل میں وہ حیلے سے ہر خواب کے ‏ مثلِ سلیماں کرے صاحبِ تعبیر کو
قید سے دیوانے اب سہل نکل جائینگے ‏ کھول دے ظالم ذرا زلف کی زنجیر کو
کیوں نہ ہو رستم تیرے روبرو اب سرنگوں ‏ خنجرِ ابرو ترا خم کیا شمشیر کو
تیر نگہ کے ترے روبرو دیکھا تو یں ‏ طاقتِ سرعت نہیں ایسی کسی تیر کو
قامتِ معجز ترا دیکھ کے بانی کہا ‏ لکھ نہ سکے گا کبھی کوئی تیری تصویر کو
لائے ہر یک امر میں ہم سے میاں لیجیے ‏ مت کرو ہرگز پسند غیر کے تدبیر کو

بادۂ لاتقنطوا مست گُنہ کہئی مجھے | زاہدو اب دھر رکھو پاس کی تقریر کو

جرم وخطا سے میرے خوف نہ کیجے لطیف
بخشنے والا خدا ہے میرے تقصیر کا

حضرت جعفر صادق کی مدد ہے جسکو | اوسکی توصیف کماہی کی ہے طاقت کس کو
یعنے جعفر علی خاں نام ہے اُس حاتم کا | رکھ سلامت دمِ احساں سے الٰہی اوس کو
کیمیاگر کو نہیں اوسکے کرم کی قدرت | رشک سونے کا بناتا ہے نظر سے مس کو
چشمِ الطاف جو وہ ہم سے سدا رکھتا ہے | آنکھ اس فیض کی گلشن میں نہیں نرگس کو

لُطف سے اپنے وہ جب یاد کرے تجکو لطیف
سر سے چلتا ہُوا جا اوسکے سدا مجلس کو

ردیف الہاء

اضطرابی مجھے ہر آن ہے اللہ اللہ | کس مُصیبت میں میری جان ہے اللہ اللہ
چشمِ تر دردِ جگر دل ہے ہمیشہ نالاں | یہ عجب درد کا سامان ہے اللہ اللہ
ہوچکا اب تو رقیبوں کا محلّہ روشن | تُو ہی اس گھر کا نگہبان ہے اللہ اللہ
مُلکِ ہستی میں مجھے کوئی رفاقت ندیا | اب تو صحرا ہے بیابان ہے اللہ اللہ
کون لالہ کو میرے مجھ سے کیا نافرمان | جسکے خاطر سے یہ انجان ہے اللہ اللہ
منتشر کردئے شیرازۂ دل کو میرے | کسکے یہ زُلفِ پریشان ہے اللہ اللہ

کم نگاہی سے مسیحا ترا دیوانہ لطیف
کوئی دم کا تو یہ مہمان ہے اللہ اللہ

جسدم میں ہے دم اللہ ہی اللہ | دل اس کا کہتا اے بارک اللہ
آدم نے جس دم آیا عدم سے | بولا نہیں کچھ جُز حمد للہ

آدم سے سُنکر حمدِ الٰہی
جو قدر ہم کو اُس نے دِیا ہے
کیا کیا عبادت بخشتا ہے اُوس نے
اُمّت میں اوسکے پیدا کیا ہے

بولے فرشتے سبحانک اللہ
ہے کس کو ایسی العظمت للہ
توبہ و تسبیح استغفراللہ
کہتا تھا جس نے المنت للہ

گر لطف حق کا چہتا ہے ہردم
کچھ کام کر دے للہ و فی اللہ

جلوہ گر حمد سے جب حق کے ہُوا بسم اللہ
لوحِ محفوظ کے سرنامے پہ آتے ہی قلم
نقلِ کامل ہے اوسی اصل کی قرآنِ مجید
حضرتِ شاہِ عرب افسرِ شاہانِ عجم
شکر للہ کہ نواب خُداوندِ جہاں
یہاں تلک جشنِ مبارک سے کیا فیضِ عظیم

نقش ہر لوحِ مسرت کا بنا بسم اللہ
وصف میں حضرتِ خالق کے لکھا بسم اللہ
ہے وہی ہر سرِ سُورے کی بنا بسم اللہ
پہلے شہزادوں کو تعلیم کیا بسم اللہ
جبکہ شہزادیٔ عالی سے سُنا بسم اللہ
غیر اسلام سے آتی ہے صدا بسم اللہ

حق میں اس شاہِ معلّےٰ کے دُعا کیجے لطیف
تا مبارک کرے یہ تیری دُعا بسم اللہ

لوحِ محفوظ پہ جب حق نے لکھا بسم اللہ
کیا فضیلت کہوں اوس نقش کی سُبحان اللہ
کیوں نہ اس امر کی تقدیم مُبارک ہوگی
شکر للہ کہ کس شان سے صاحب زادہ
آب و رنگ گل کو دِیا حضرتِ اشرف الامرا
گُل و ریحانِ چمن کی ہیں خوشی کیا بولوں
ایسی تقریب مُبارک ہیں دُعا کیجے لطیف

نقش ہر صفحۂ خاطر پہ ہُوا بسم اللہ
پہلے اقرا کے پیمبر نے کہا بسم اللہ
ہیگی ہر سورۂ قرآں کی بنا بسم اللہ
مکتبِ علم میں آتے ہی پڑھا بسم اللہ
جبکہ اوس رشکِ گلستاں سے سنا بسم اللہ
ہر سحر غنچے سے آتی ہے صدا بسم اللہ
تا کہ حاجات کرے تیری ادا بسم اللہ

لالہ کو گر بتاؤں یہ داغدار سینہ
مٹ جائے داغ اس کا خجلت سے کر پسینہ

یہ داغ دل سے میرے کیونکر مٹے الٰہی
ہے داغِ ہجر اسکا جوں نقش پر نگینہ

یکبار جوش کھا کے دریا اُلٹ بھی جاوے
ممکن نہیں جو اُلٹے عشاق کا سفینہ

آئینہ رُو کو ہرگز دل صاف تم نہ سمجھو
مانند تیغ کے یہ رکھتے ہیں رنگ کینہ

اُمید قومِ بد سے ہرگز کبھی نہ رکھئے
جگ میں وفا کسی سے کرتے ہیں کب کمینہ

حُور و پری کو کب ہے حُسنِ بتاں سے نسبت
ہے جس کا حُسنِ ذاتی پھر اس کو کیا زرینہ

ماں باپ گر تمہارے سر پر رہیں سلامت
تم اُن کو دل سے سمجھو مکہ ہے اور مدینہ

شعر و غزل میں ہرگز حرفِ ادق نہ لاؤ
لاویں تو ایسے لاؤ چٹنی میں جُوں پدینہ

حاتم سے بھی زیادہ کرتا لطیف بخشش
ملتا اگر زمیں سے قارون کا خزینہ

قبلۂ انس و جاں ہے بیت اللہ
کعبۂ دو جہاں ہے بیت اللہ

اہلِ ہمت کے جبہہ سائی کو
محک امتحاں ہے بیت اللہ

طاقِ ایوانِ کبریائی کا،
شمع روشن عیاں ہے بیت اللہ

پرتوِ نُورِ خاصِ عرشِ بریں،
ماہِ کون و مکاں ہے بیت اللہ

عرشِ عالی کے شان و عظمت کا
محترم آستاں ہے بیت اللہ

دھر دیا سر کو مالکِ لولاک
فخرِ ہفت آسماں ہے بیت اللہ

کیوں نہ ہمسر ہو عرشِ عالی کا
مسجدِ مرسلاں ہے بیت اللہ

صرف دارین کے پناہی کو
دارِ امن و اماں ہے بیت اللہ

دینِ احمد کے جسمِ انور کا
صرف روح و رواں ہے بیت اللہ

اہلِ دل کے گویا رسائی کو
عرش تنگ نردباں ہے بیت اللہ

جس سے لبیک کا سُنا آواز
اوسکا منزل رساں ہے بیت اللہ

چتر شاہی جو چھوڑ کر نکلا،
اوس کے سر سائباں ہے بیت اللہ

ہمت رابعہ کیا جس نے
اوسکے آگے دواں ہے بیت اللہ

اہلِ جنت ہیں سرنگوں جس کے
رشکِ باغِ جناں ہے بیت اللہ

کیوں نہ لے جاؤں مشتِ خاک اپنی
مسکنِ خاصگاں ہے بیت اللہ

اہلِ معنی کو دین و دنیا میں
ذکرِ لب فکرِ جاں ہے بیت اللہ

فکر اس راہ کی تو کر اے دِل،
رہبرِ کارواں ہے بیت اللہ

عذر تقصیر کے اجابت کو
مرجعِ محرماں ہے بیت اللہ

دل کی حالت لطیفؔ دل جانے
اب تو وردِ زباں ہے بیت اللہ

میں نے دُنیا کے کیا باتوں سے توبہ توبہ
کرچکا اس کے خراباتوں سے توبہ توبہ

جائے عبرت ہے تغافل نہ کرو جلد کرو
ایسے بیکار مہماتوں سے توبہ توبہ

دو فرشتے مرے بازو کے ہیں محشر میں گواہ
دل جو لیتا ہے مرے ہاتوں سے توبہ توبہ

یاالٰہی مرے توبہ کو ہو ایجابِ سحر
میں جو کرتا ہوں بہت راتوں سے توبہ توبہ

آرزو ملنے ملانے کی نہیں مجھکو لطیفؔ
کرچکا صحبتِ بدذاتوں سے توبہ توبہ

ناحق جو ہم خراب ہوئے دلربا کے ساتھ
اے کاش دِل لگاتے ہم اپنے خدا کیساتھ

خالق ہمارے دل کے صفائی کو دیکھکر
کرتا ہمارا حشر صفِ اولیا کیساتھ

اُلفت ہیں باغباں کے محبت ہیں گُل کے ہم
دل کا چراغ گُل کیے حرص و ہوا کیساتھ

نامہ تو گھر میں ڈال دیا نامہ بر مرا
پہنچا مرا پیام تو بادِ صبا کیساتھ

دُنیا میں جب تلک میں ہوں آب و نان سے
حاجت خدا نہ ڈالے کسی آشنا کیساتھ

اہلِ وفا سے کام جو رکھتا ہے روز و شب
شکوہ نہیں ہے اسکو کسی بے وفا کیساتھ

صاحب وہی شریف وہی نام ور وہی
دولت سی دو جہانکے مجھے کرکے بہرہ ور

جگ میں کیا جو زندگی شرم و حیا کیساتھ
کر حشر یا الٰہی مرا مصطفےٰؐ کیساتھ

سرسبز رکھ جہاں میں اور عقبےٰ میں سرخرو
یارب ترے لطیفؔ کو خوف و رجا کیساتھ

نفرت تھی مجھ کو کونسے خوابِ عدم کیساتھ
دریا نہیں جو سیل سے دامن بچھار کھوں
بیکاری اس وجودِ معطّل کی کیا کہوں
بہتر اگر میں کاش کے ہوتا تو کوہ کن،

بیدار یہ جو مجھکو کیا درد و غم کے ساتھ
برسات لگ رہی ہے ہر چشمِ نم کے ساتھ
کوئی دم نہیں شریک رہا دم قدم کے ساتھ
کچھ ہوتی مجھ سی صورتِ خدمت صنم کے ساتھ

دولت ہے مجھ کو گر تو مقیّد رکھے لطیفؔ
اس قیدِ آب و گل کو حصارِ کرم کیساتھ

اپنے محفل کا گلہ بیجا ہے بیگانے کیساتھ
غیرِ نعمت کون کس مفلس کا ہوتا ہے شریک
مفلسوں کے دوستی کو دیکھتے ہی دل کہا
اہلِ خدمت سے گرہ ہرگز نہ دل میں باندھئے
بھول مت آبادیٔ دنیا پہ اے مردِ جہاں
مقتضائے ہوش اب رخصت مجھے دیتی نہیں

دوستی زنبور کی روشن ہی پروانے کیساتھ
آشنا ساقی کا ہے ہر کوئی میخانے کیساتھ
دوستی فرزند و زن کی ہی تو سب کھانے کیساتھ
زلف کی خوبی دیوانے ہی تو سب شانے کیساتھ
کام ہے در پیش آخر سب کو ویرانے کیساتھ
رات دن رونا پھروں پھر اپنے دیوانے کیساتھ

مہر و الفت ہم نے جو ہر بار رکھتے تھے لطیفؔ
خود بخود واپس ہوئے اس یار کے جانیکے ساتھ

دل اگر صاف ہے تو ہے سب کچھ
یوں تو جیتے ہیں بعد مرنے کے
اہلِ دوزخ ہی تو کہتے ہیں

چشم انصاف ہے تو ہے سب کچھ
جگ میں اوصاف ہے تو ہے سب کچھ
جانے اعراف ہے تو ہے سب کچھ

بر خلاف اون کے مجھکو محشر میں،
اوسکی الطاف ہے توسب کچھ ہے

بلبلو اس چمن کے رہنے سے
سیر اطراف ہے توسب کچھ ہے

حال سیمرغ کا نہ تم پوچھو
اوسکو کہقاف ہے توسب کچھ ہے

ہر سخن میں لطیف کے یارو
گر نہیں لاف ہے تو ہے سب کچھ

دنیا کی مجھکو مطلق پروا نہیں ہے حاشہ
گر یہ بھی ہو تو سمجھو ہم فال ہم تماشہ

طوفانِ نوح کو میں ڈرتا ہوں یاد کرکے
ہووے نہ غرقِ دریا اس خاک کا بتاشہ

اکثر مزاجِ دنیا دیکھا تو اے عزیز و
کوئی دم میں ہے تو تولہ اور کوئی دم میں ماشہ

کوئی فکر اس طرح کی مجھ پر پڑی نہ ابتک
جیسا کہ مغز میرا یہ شعر نئی خراشہ

ہر ایک لوحِ دل پر یہ نقش کالجر ہے
جب سے کہ میں نے یارو دل کا قلم تراشہ

نت التجا یہی ہے محشر کے دن کرم سے
دے مجھکو جامِ کوثر ہاتوں سے اپنے پاشہ

فردوس کی نہ ہووے ہرگز طلب لطیفو
گر یار کی گلی سے نکلے ہمارا لاشہ

ہر فصل میں ہے بلبل گلزار کا دوانہ
ہوں میں ہمیشہ تیرے رخسار کا دوانہ

دیکھا ہوں جب سے تجکو دل ہو رہا ہے میرا
بانکی ترے گلابی دستار کا دوانہ

رکھنا نہیں مناسب پوشیدہ بات دل کی
جو کوئی کہ ہوگا تیرے گفتار کا دوانہ

کوچے میں تیرے تنہا کیوں ہو رہے مقید
جو دل کہ ہے ازل سے بازار کا دوانہ

دیکھا لطیف جب سے تجھکو اے دوانے
مجنوں سا ہو رہا ہے یک بار کا دوانہ

الٰہی بخش اُس کا آستانہ
ہے جس کی بارگہ فخرِ زمانہ

لقب اوسکا ہے اس مطلع سے روشن
نسب میں ہے شہنشاہِ زمانہ

ازل سے سایۂ عالی میں جس کے ہما باندھا ہے اپنا آشیانہ
اوسی درگاہ سے تا مرغ و ماہی خدا پہنچایا ہوگا آب و دانہ
خدا کے فضل سے اب تک جہاں ہیں وہی باقی ہے فیضِ خسروانہ
وہ کیونکر آیۂ رحمت نہ ہووے ہے جس کا فیض میں ایسا گھرانہ
دعاگو خاص ہوں اس بارگہ کا ہوا اجمیر میں جب سے ٹھکانہ
فقط تقدیر کی فرما بری سے لے آیا اس نواح میں آب و دانہ

لطیف اب چل کے ایسے بارگہ میں
تو کہہ اپنی قدامت کا فسانہ

جگ میں ساقی ترا آباد رہے میخانہ مئے الفت سے ترے بھر دے مرا پیمانہ
آرزو اتنی ہے دنیا میں مری اے ساقی تو سلامت رہے اور تیرا سدا دیوانہ
عشق کی آگ بجز جلنے کے بجھنی ہی نہیں شمع پر کیوں نہ مرے پڑ کے کبھو پروانہ
رنج و راحت میں مجھے دینے کو دل سے باری اپنے اولاد سے باہر کا بھلا بیگانہ
شکر للہ کہ اس رنج و بلا میں میں نے نام دنیا کے مسافت پہ کیا مردانہ
میں تو رویا ہوں سدا آلِ پیمبر کیلئے کیوں ہر اشک مرا ہو کے گرے دُر دانہ

مرغِ دل کو نہ پھنسا دام میں دنیا کے لطیف
ہیگا فردوس کے سائے میں مرا کاشانہ

یا الٰہی رکھ تو قائم جگ میں اوسکا جلوہ گاہ جسکے ہوں میں محفلِ دولت کا دائم خیر خواہ
ذکر ہے اُسکے جلوسِ میمنت کا جا بجا جلوہ گر ہوتا ہے گر سید محمد بادشاہ
چترِ نوشاہی کو اُسکے دیکھکر جوں شعلہ زن رشک لیجاتی ہے جس سے چاند سورج کی نگاہ
حافظ و ناصر تو اوسکا ہو کے ہر جا ہر مقام شان و عظمت سے الٰہی رکھ اوسے باعز و جاہ
اوسکے جوڑے کو کمالِ فیض سے یا ذوالجلال مہر و الفت سے سدا رکھ تا بدورِ مہر و ماہ

رکھ سلامت سر پہ اُسکے سایۂ عالی مقام
فیض اُس عالی نسب والاحسب کا کیا کہوں
اہلِ معنی سے یہی ہے مجھکو اُمیدِ صلہ

آج کے دن جو کہ ہے اوسکا بجائے قبلہ گاہ
مرغ و ماہی مرتبت پر جسکے دیتے ہیں گواہ
آفریں مجھ پہ کریں اور اس سخن پر واہ واہ

آرزو میں اُس گلِ گلزارِ عشرت کے **لطیف**
سوسن و گل سے کیا ہوں میں نے اُسکا فرش راہ

یک پالکھی نشیں سے آہستہ میں نے بولا،
وہ سُنکے مجھ سے بولا کیا اختیار میرا،

گر حکم ہو تو یہ بھی چلتا ہے ساتھ بندہ
میں خود بخود ہوں اسمیں مُردہ بدستِ زندہ

باب الیاء

رقیبِ رُوسیہ شیریں کی جب لانے کیا دیری
کروں میں جاکے کوہستاں میں کسکی فاتحہ خوانی
خُدا کے واسطے بار و ادب سے یہاں قدم رکھیو
تسلّی اسکے غیبت میں سدا مجھکو ہوئی ہوتی
تمنّا مجھ کو اوس گل کی کبھی برباد گلشن میں
خُدا اوس صحبتِ بد سے رکھے محفوظ عالم کو

کہا عاشق شہادت ہی اُدھر تیری اِدھر میری
جدھر آنکھیں لگا دیکھوں تو ہے فرہاد کی ڈھیری
کہ اس صحرا میں مجنوں کی ہے اکثر خاک کو پھیری
اگر ہوتی زلیخا کو عزیزِ مصر سے سیری
نجاتوں آب و دانے کی طمع کیدام میں گھیری
کہ جیسا صحبتِ بد سے ہوئی برباد منجیری

لطیف اب کیوں نہو فرہاد کے مرنیکا غم مجھکو
کہ میں محفل میں شیریں کے سُنا اکثر غزل تیری

مجھ کو دیوانہ کیئی ناز و ادائے تیری،
ملکِ ہجرت کا مجھے مالک و مختار نکر
ایک پشّے سے نبرسے بر نہیں آیا نمرود
چشمِ موسیٰ نہیں افسوس جو میں دیکھ سکوں

پر قیامت ہے میاں دلپہ جُدائی تیری
افسرِ شاہی سے بہتر ہے گدائی تیری
ہے خدا تجکو سزاوار خُدائی تیری
ورنہ ہر ذرّے سے ہے جلوہ نمائی تیری

حشر کے دن مجھے اوس شاہ کی اُمت میں اُٹھا
جس نے چو پھیر پھرائی ہے دُہائی تیری

الحذر محفلِ رنداں سے کہے کر زاہد
ورنہ ہو جائیگی تک چک کی صفائی تیری

بے تکلف ترے اشعارِ مرصّع کو لطیف
جس نے دیکھا سو کہا وہ رے رسائی تیری

نہ سمجھو فکرِ تازی ہے سخن میں آجکل میری
میاں ہندوستاں تک تو گئی اکثر غزل میری

میں وہ چالاک و چابک ہوں کہ میرے پائے ہمت سے
جہاں بجلی نہ پہنچی تھی وہاں پہنچی بہل میری

بھلا پھر اس سے کیا چہیتے ہو یارو نام دنیا میں
کہ ہر کوئی بہت پڑھتا ہی محل پر برمحل میری

میرے سوزِ سخن پر اہلِ دل اب کیوں نہ رووینگے
کہ ہر ایک شعر نکلا ہے جگر سے آنکھ مل میری

عجب کچھ دام ڈالا تھا پری رونے مرے دل پر
نگذری داغِ ہجرت کے بغیر از ایک پل میری

بہت آفات دُنیا کے سہا میں نے ارے صاحب
مگر بلوے میں محشر کے تو کر مشکل کو حل میری

یہی اُمید ہے مجھکو ترے بارانِ رحمت سے
رہے سرسبز دُنیا میں سدا کشتِ امل میری

امارت پر اگر تعظیمِ عالم منحصر ہوتی
تو عزت ایسی نا کرتی کبھی اہلِ دول میری

لطیف اب کچھ نہ پہنچے گی عدو کے ہاتھ سے زحمت
کہ جب تک اوسکے جانب سے نہ آویگی اجل میری

پابندِ زلف ہوں میں زنجیر نیں کسی کی
میں لائقِ سزا ہوں تقصیر نیں کسی کی

کس شکل سے رکھوں میں صورت کی آشنائی
مانند اس پری کے تصویر نیں کسی کی

جو کام تیغِ ابرو کرتی ہے حق میں میرے
یارو جہاں میں ایسی شمشیر نیں کسی کی

تسخیر دل کی کیونکہ ہر بوالہوس سے ہووے
دل خانۂ خدا ہے جاگیر نیں کسی کی

نازاں لطیف مت ہو ہرگز دعا پہ اپنے
یہ سوزِ دل ہے میرا تاثیر نیں کسی کی

ذکرِ مژہ سے تیغِ ستمگر نکل گئی
ابرو کا نام لیتے ہی تلوار چل گئی

پھر کس پنہ پہ خال کا کوئی تذکرہ کرے
خورشید کی سپر اسی داغوں سے جل گئی

جنبش ہیں اوسکے کان کی بالی کی کیا کہوں
مجلس تمام ذکر کے آگے ہی ھل گئی

اوس خندہ رُو کے رُو سے تبسّم تھا یوں نمود
گویا صبا نے اونٹ کو غنچے کے مل گئی

رخسارِ یار صبحِ قیامت سے کم نہیں،
جب آفتابِ حشر سے خلقت بدل گئی

سایۂ سا جب رفیق رفاقت سے ٹل گیا
سمجھا ہیں اپنے عُمر کی دو پہر ڈھل گئی

بے فائدہ ہے ذکر گذشتوں کا ای لطیف
کچھ ابھی آج ہم سے کہو کل کی کل گئی

کسی کے ہم نہیں بردے الٰہی
خریدہ ہیں کوئی زر دے الٰہی

خریدے ہیں تو ہم تیرے نبیؐ کے
کبھی آزاد مت کر دے الٰہی

نبیؐ کے آستانے کے بغیر از
مجھے جنّت ہیں مت گھر دے الٰہی

ثمرِ جنّت ہیں جو بخشے گا مجھکو
ابھی وہ لُطف سے دھر دے الٰہی

پھنسا ہے مُرغِ دل قیدِ قفس ہیں
رہائی کے اُسے پر دے الٰہی

پڑا ہوں پردۂ غفلت ہیں اپنے
اُٹھا دل سے میرے پردے الٰہی

برکت سے لطیفوں کے یہ ساغر
شراب شوق سے بھر دے الٰہی

ساغرِ مے سمجھ کے دے ساقی
چو طرف کے ملے ہیں آفاقی

کوئی دِلّی سے بھاگ نکلا ہے
کوئی بیٹھا ہے آکے اعراقی

سب تو میخانے ہو گئے خالی،
دُرد کی بُو رہی ہے کُچھ باقی

برق سے بھی زیادہ تر دیکھا
تیغ اہلِ سخن کی برّاقی

لوگ وہ رے لطیف کہتے ہیں
سُنکے میرے سخن کی مشّاقی،

ثابت ہے احادیث سے تکریم ہماری
واجب ہے مسلمانوں پہ تعظیم ہماری

ہر وجہ معیشت سے مسلمانوں نے اپنے
کرتے تھے زرِ خمس میں تقسیم ہماری

شاہانِ سلف جد پہ نظر کرکے ہمارِی
چاہے نہ کبھی کورنش و تسلیم ہماری

ارباب ہمہ فتح مہمات کے خاطر
ہر وقت دُعا چاہتے تھے تصمیم ہماری

ہم سروِ چمن کسکے ہیں انصاف سے دیکھو
تعظیم سراپا ہے نہیں نیم ہماری

توفیقِ ادب صرف عنایاتِ خدا ہے
کُچھ کام نہیں آوے گی تعلیم ہماری

وہ لوگ **لطیف** اب کہو دُنیا میں کہاں ہیں
عزّت میں جو تم چاہتے ہو تقدیم ہماری

صبا تو میری صنم کے خاطر رنگا دے یک پیرہن گلابی
کہ جسکی خوبی سے رشک کھاوے جہاں کے سارے چمن گلابی

کرم سی ایسا رنگا دے اسکو حنا میں ایسی صفت نہووے
وہ جسکو اپنے گلے لگائے تو ہووے سارا بدن گلابی

شراب گلگوں پلایا کس نے چھپا نہ ہم سی ارے پریرو
کہ جس سے مخمور اتنلگ ہیں یہ تیرے نرگس نین گلابی

الٰہی نوشہ بنادے ایسا جناب نواب غوث خاں کو
کہ جس کے رنگِ خوشی سی ہووے تمامی ملکِ دکھن گلابی

لطیف چہتا ہے یا الٰہی نسیمِ صبح کرم سی تیرے
رہے ہمیشہ چمن میں اپنا سخن معطر و ہم گلابی

گلشن سے ترے ای بادِ صبا بو مجھکو جو آئی پھولونکی
سمجھا میں کسی گلرو کیلئے کوئی سیج بچھائی پھولونکی

پھولا ہے چمن گلرو کیلئے گل جنکے تصدق ہوتے ہیں
مت جاؤ چمن میں اے بلبل ہے تم کو دہائی پھولونکی

خلوت میں ہمارے گلرو کے جز گل کے کسی کو دخل نہیں
بتلادے مجھے ای بادِ صبا ہے کسکو رسائی پھولونکی

دل صاف رکھو تم گل کیطرح گر جائے معزز چاہتے ہو
دیکھا جو اُسے سر پہ ہی رکھا ایسی ہے صفائی پھولونکی

مرغانِ چمن کے نالے سی معلوم یہی کچھ ہوتا ہے
شاید کہ کسی نے عاشق کی کیں ڈھیر بنائی پھولونکی

ہر شادی و غم میں دیکھیں تو جز گل کے میاں کوئی یار نہیں
ہرگز وہ کبھی سرسبز نہو سمجھا جو برائی پھولونکی

یہ دیکھئے کیسی بنتی ہے یاروں کے خیالِ رنگیں سے
ایسی تو غزل اس گلشن میں اب ہم سے بن آئی پھولونکی

ہر بادِ صبا سے مجکو صد اصد لطف و کرم سی آتی ہے
بلبل نے غزل جب جا کے میاں گلشن میں سنائی پھولونکی

ہر صبح لطیفؔ و گلشن میں ہے دھوم تمہارے آنیکی
آنے سے تمہارے کہتے ہیں ہے عقدہ کشائی پھولونکی

شہرت تمہارے سخن کی جو گلشن میں پڑ گئی
بیہوشی بلبلوں کی کہا گل نے دیکھ کر
یکروز شیشہ گر نے مجھے دیکھکر کہا
بولا میں جو کہ اہلِ سخن تھے سو اُٹھ گئے
سودا کے کچھ سخن سے مجھے ہمسری نہیں
آئندہ بلبلوں کا خدا کارساز ہے

مرغانِ گل کی ہوش ہوا ہو کے اُڑ گئی
شاید غزل لطیفؔ کی سودا سے بڑ گئی
ترکیب شعر گوئی کی تجکو سپر دگئی
ہم سے تو ما سبق کی فصاحت بگڑ گئی
پر ہمسروں میں اپنے بہ تقدیر لڑ گئی
جوں تیوں تو اس چمن میں ہمارے نبڑ گئی

اُمید گل کی اب تو چمن سے نہ رکھ لطیفؔ
بُوئے وفا تو خاکِ گلستاں میں گڑ گئی

بلبل چمن میں جا کر جب جیب گل ٹٹولی،
کیا جائزہ چمن کا لیتے ہو عندلیبو
یہ ماجرا صبا نے سُننے ہی بلبلوں سے
غنچوں نے سُنکے بولے خورشید کی قسم ہے
اہلِ نشہ کے حق میں تکلیف کچھ نہ کیجو
ہر یک غزل کو میرے کہتے ہیں لوگ سُنکر

تب شرم کھا کے شبنم مرغانِ گل سے بولی
خالی ہے ابتدا سے اس بینوا کی جھولی
حیرت سے جا چمن میں غنچے کے کان کھولی
ہم کھیلتے ہیں دیکھو شبنم کی کیسی ہولی
بندوق سے زیادہ افیون کی ہے گولی
کچھ شر نہیں سخن میں ہے بات بھولی بھولی

مشقِ سخن بھلا ہے حق میں لطیفؔ تیرے
جوں پان کو ہمیشہ پھیرا کرے تنبولی،

ترے غم میں کھو یا جوانی ہیں اپنی،
ترے غم کی کچھ تجھ کو پروا نہیں ہے

کہوں تجھ سے کیا ناتوانی ہیں اپنی
کروں تجھ پہ کیوں جانفشانی ہیں اپنی

زمین و زماں کو بھی آخر فنا ہے | بتاؤں تجھے کیا نشانی ہیں اپنی
قضا سر پہ تیغِ اجل لے کھڑی ہے | کروں کس طرح پاسبانی ہیں اپنی
مرے شعر پر حرف زن تو نہ ہوگا | کہ تجھکو لکھا ہوں کہانی ہیں اپنی
ہُنر مند کوئی اب تو باقی نہیں ہے | بتاؤں کسے کاردانی ہیں اپنی

لطیف اب تلک تو نہیں مجھکو سمجھا
کروں تجھ سے کیا قصہ خوانی ہیں اپنی

گالی سے سخت تر ہے بُری بات یار کی | سچ ہے کہ سو سُنار کی تو یک لہار کی
ہر بار وہ قسم جو مرے سر کی کھا رہا | شاید یہ سر کو سمجھا ہے ہانڈی کمار کی
جھوٹی قسم پہ اپنی بڑائی نہ کیجئے | مشہور یک جہاں یہ ہے چوری سُنار کی
کرتا ہے کج پیالے کو ہموار ٹھونک کر | خوبی ظرف دیکھئے یارو کسار کی
اہلِ کسب کا ذکر تو اس لُطف سے ہُوا | اب ایک کیفیت رہی باقی منیار کی
تعریف اُس گنوار کی کس طرح سے کروں | نمدے کی ہے تمیز نہ اوسکو نوار کی

ہُوئے وفا نہ ہووے تو جسمیں ارے لطیف
عطارِ بد سے خُوب ہے صحبت چمار کی

میں دیوانہ ہُوں ترا کچھ تو خبر لے میری | قتل کرتی ہے مجھے تیغِ تغافل تیری
گرچہ میخانے میں سب کُچھ ہے مہیّا مُجکو | پر ترے وصل کے غیر از نہیں دلکو سیری
ہم تو شبنم سا وداع سب سے ہُوئے بیٹھے ہیں | اے گُلِ اندام تو اب آنے میں مت کر دیری
چاہِ اُلفت تو تری چاہ زنخدانکی مجھے | کاہ کے طرح سے گرداب بلائیں گھیری
خاک میں مل کے میاں فرشِ زمیں ہو جانا | کون مجنوں کی بیاباں میں بنائی ڈھیری
روز و شب تُونے بہت سیرِ چمن کرتا تھا | پر کبھی آئیں کبھی مشہد پہ ہمارے پھیری
گرچہ چوری کے گناہوں سے رہا باز لطیف | پر دلِ درد کی ہرگز نہ گئی ہٹ پھیری

شکر للہ کہ گلشن میں مچی ہے شادی
یا الٰہی تو رکھ آباد چمن کو اوس کے
عندلیبانِ چمن اب یہی دیتے ہیں دعا
ظلِ عالی میں خداوندِ چمن کے یارب

کیوں نہ مرغانِ چمن گاویں مبارکبادی
جس سے اس گلشنِ اسلام کو ہے آبادی
جگ میں جلوہ ترا آباد رہے شہزادی
نوشۂ گل کی مبارک ہو سدا دامادی

فرشِ گل کیوں نہ کرے اسکے سرِ راہ لطیف
جس نے اس جشنِ مبارک کی بشارت لادی

صبا سے بلبل نے جا کے پوچھی چمن میں کسکی مچی ہے شادی
نسیم باندی ہے اس چمن کی بہار ہے خانہ زاد اوسکی
یہ وہ گھرانہ ہے جسکے ابرِ کرم سے ہے تازگی جہاں کو
یہ مژدہ بادِ صبا سے سنکر چمن میں بلبل یہی دعا کی
خدا کی قدرت عظیم ہے گی حضورِ عالی کے عز و جاہ کی
بہارِ عشرت سے عندلیبو صلائے گل اس چمن سے لیجو

وہ سنکے بولی ہے اوسکی شادی جسے ہم کو اب اس چمن میں جا دی
سحر نے جس خاندان کے خاطر غلام گلشن کے گل بنا دی
ہے اوسکے فیضِ ہوائے خوش سے ہمیشہ ہر ہر چمن میں شادی
جنابِ قدسی کے زیرِ سایہ نہال پرور ہو شاہزادی
کرے گا روئے زمین کے اوپر کرم سے یکبارگی منادی
صبا تو یہ کچھ مری غلامی حضورِ عالی میں جا سنا دی

الٰہی مقبول کر دعا کو بحقِ سلطانِ ہر دو عالم
یہی دعا ہے لطیف کی اب جو عندلیبِ چمن دعا دی

نسیم بہاری سے بلبل نے پوچھی چمن میں یہ کسکی مچی ہے گی شادی
کہ جس کے سبب صحنِ گلشن کو تو نے یہ سرسبز سیراب و رنگین بنا دی
ہر ایک گل ہے رنگِ جواہر سے روشن ہے تر شاخ اس گل کے زیبائی گلشن
یہ کس سبز خط کی برآمد کی خاطر چمن میں جو تو فرشِ مینا بچھا دی،
صدا تہنیت کی ہے صحنِ چمن میں ندائے مسرت ہے ہر انجمن میں
یہ کہہ کسکی شادی مچی ہے چمن میں کہ جسکی خوشی سے ہے جگ میں منادی
یہ سنتے ہی بلبل سے بادِ بہاری کہا کھول غنچوں کے دستِ دعا کو

علیؓ کے تصدق سے اس انجمن میں مچی ہے غلام علی خاں کی شادی
خدا اوسکے اور اوسکے جوڑے کو قائم رکھے آلِ عالی کے سائے میں دائم
یہی کہہ کے دل سے نسیمِ بہاری یہ مژدہ وہ مشتاقِ گل کو سنا دی

بہارِ مسرت ہے اے عندلیبو درِ تہنیت دامنِ گل سے لیجو
دعا حق میں نوشہ کے دل سے ہے کیجو جو بادِ بہاری نے دلسے دعا دی

لطیف ہر سحر تو دعا دل سے کیجے صلہ اوسکا سرکارِ واجد سے لیجے
غزل تیری محفل میں اہلِ سخن کے لطافت سے کئی بار دھومیں مچا دی

کرم سے سلطانِ دو جہاں کے بہارِ دولت وہ صبا جو لائی
ہر ایک گل کو قبائے رنگیں پنہا کے رشکِ چمن بنائی

خوشی مسرت جہاں میں جشنِ جلوسِ عالی کی کیا کہوں میں
کہ جس مسرت سے کر رہی ہے چمن میں بلبل غزل سرائی

الٰہی قائم رہے جہاں میں ہمیشہ یہ تخت و تاجِ دولت
کرم سے مرغِ دعا کو میرے دے عرشِ عالی تلک رسائی

یہ وہ خوشی ہے اے عزیزو کہ جسکے دفعِ نظر کے خاطر
سپندِ انجم نثار کرنے کو صبحِ دولت چمن میں آئی

الٰہی آباد رکھ جہاں میں جنابِ نواب غوث خاں کو
کہ جسکے اقبالِ انوری سے ہے دینِ احمدؐ کی روشنائی

ندائے جشنِ جلوس سنکر ہر ایک مومن دعا کے خاطر
کمالِ فرحت سے کر رہا ہے جنابِ باری میں جبہ سائی

لطیف اوس خسروِ چمن کے دعا میں اب کیوں زباں نہ کھولے
ہے محض جسکے دعا کی خاطر چمن میں غنچوں کی لب کشائی

صبا تو کسکے لئے چمن میں بہارِ تازہ جو پھر بھی لائی
کہ جسکے فرشِ قدم کے خاطر نہال نرگس لگانے آئی

صراحی غنچوں کی لے چمن میں گلوں کا ساغر بنا کے رنگیں
شرابِ شبنم خوشی سے بھر بھر کے بلبلوں کو جو تو پلائی

ہے کون ایسا چمن کا خواہاں کہ جسکے آنے کی یہ خوشی ہے
چھپا نہ ہم سے یہ بات ہرگز ہے مرتضیٰ کی تجھے دہائی

وہ سنکے بولی یہ وہ خوشی ہے ہر ایک مرغِ چمن کے اوپر
جو تیغ نے ممتاز ملک سے کے اب ملازمت کو چمن میں آئی

یہ مژدہ سنتے ہی دل نے بولا الٰہی منصور رکھیے انکو
ہے جسکے نصرت سے اس چمن میں ہر ایک غنچے کی دلکشائی

تاجِ مستانِ خدا حضرتِ انتر جامی
افسرِ شاہ و گدا حضرتِ انتر جامی

جامعِ نورِ نبیؐ سامعِ الہامِ خدا
رہبرِ راہِ خدا حضرتِ انتر جامی

جامِ جمشید ترے جامِ قناعت کے حضور
کر دیا سر کو فدا حضرتِ انتر جامی

عالمِ جذب ترا دیکھ کے اسبابِ سلوک
نا ہوا تجھ سے جدا حضرتِ انتر جامی

بہرِ مرقد ترے گلشن میں صبا ڈال دی،
گل پہ شبنم کی ردا حضرتِ انتر جامی

ابر برسات کے لانے میں توقف نہ کیا
جب کیا تو نے ندا حضرتِ انتر جامی

شیر روباہ تھا ترے درگہِ عالی کے حضور
سن ترا رعب صدا حضرتِ انتر جامی

جامِ الفت سے ترے رکھ مجھے دارین کے بیچ
مست و مدہوش سدا حضرتِ انتر جامی

گر ہر یک مو بھی زباں ہو تو ترا وصف لطیف
ہو سکے کس سے ادا حضرتِ انتر جامی،

سلام اے غوثِ صمدانی محی الدین جیلانی
سلام اے قطبِ ربانی محی الدین جیلانی

مسیحِ دینِ پیغمبرؐ کلیمِ حضرتِ اکبر
سلام اے یوسفِ ثانی محی الدین جیلانی

چراغِ خانۂ حیدر سراجِ بیتِ پیغمبرؐ
سلام اے شمعِ نورانی محی الدین جیلانی

ضیائے دیدۂ حیدر جلائے چشمِ پیغمبرؐ
سلام اے ماہِ کنعانی محی الدین جیلانی

گلِ توحید کا بلبل ریاضِ راز کا سنبل
بہارِ باغِ یزدانی محی الدین جیلانی

گہر کانِ کرامت کا، ثمر شاخِ رسالت کا
علیمِ رازِ پنہانی محی الدین جیلانی

کریم ایسا ہے وہ عالی نہ بھیجا دزد کو خالی
دیا دو جگ کی سلطانی محی الدین جیلانی

دمِ طفلی میں بھی دائم رہا رمضاں میں صائم
کیا ایسی خدا دانی محی الدین جیلانی

غلامی اسکی جو پایا وہ صاحب سب کا کہلایا
کیا اسکی نگہبانی محی الدین جیلانی

مرے نواب عالی کو مسلمانوں کے والی کو
دلا ملکِ سلیمانی محی الدین جیلانی

غلامِ مدنیں ترے در کے شہا داخل مجھے کر دے
بہت ہے دل پہ حیرانی محی الدین جیلانی

کرم سے کارواں لا دے قدم تک اپنے پہنچا دے ‏— دے مجکو اپنی دربانی محی الدین جیلانی

کہاں مقدور ہے میری ثنا کچھ کر سکوں تیری ‏— نہیں غیر از فرومانی محی الدین جیلانی

تری توصیف میں ناطق ہوا ہے مخبرِ صادق ‏— کرے کیا کوئی ثنا خوانی محی الدین جیلانی

لطیف اب تجکو کیا ڈر ہے ترا حامی محشر ہے
کرے گا تجھ پہ آسانی محی الدین جیلانی

دامِ صبا کی دام مرے دل کو دام کی ‏— دن رہتے ہی فریب کے جنگل میں شام کی

فیضِ جنوں سے جبکہ یہ زنجیر ہوں نصیب ‏— کب ہے کسی سے دل تجھے پروا انعام کی

آراستہ جہاں میں کر اپنے کو راکھنے ‏— کب آرزو تھی تجھکو مرے انتظام کی

تقصیر ان بتوں کی ہے یا میری برہمن ‏— تجکو قسم ہے بول ترے رام رام کی

سررشتۂ وفا کو قطع کرکے راکھنے ‏— یہ خاصیت پڑی ہے تجھے کس غلام کی

کاہیکو اتنا تسبیح پہ بھولے ہو شیخ جی ‏— کیوں جانتے نہیں دخترِ ترسا ہے نام کی

ہر شعر تیرے مطلع سے مقطع تلک لطیف
انگشت نما جہاں میں ہوئی خاص و عام کی

یا الٰہی جب تلک ہے مطلعِ شمس الضحےٰ ‏— شمس الدولہ کو مبارک کیجیے عید الضحےٰ

مطلعِ اقبال تیرا اے مرے شمسِ جہاں ‏— نت رہے تابندہ دنیا پر بحقِ والضحےٰ

ایضاً

بلبل ترے نالے سے یہ سوزِ جگر اولے ‏— اے گل دُرِ شبنم سے آنسو کے گہر اولے

مدت چھیڑا اے ملاح کشتی کو غریقوں کے ‏— دریا سے ترے ہم کو ہے دیدۂ تر اولے

اس عشقِ مجازی سے سمجھائیں اے عارف ‏— اس ناوکِ مژگاں سے وہ تیرِ نظر اولے

ڈر مجکو بڑا تم نے دوزخ کا بتاتے ہو ‏— اے مرغِ سحر تم سے پروانے کے پر اولے

اُلفت سے برادر کے اور مہر سے مادر کے
مت خوف کرو بُلبُل تُم اپنی اسیری سے

اے طفل ترے حق میں ہے جو رِیڈ اوّلے
اس گُل کے کشاکش سے صیّاد کا گھر اولے

بس باندھ **لطیف** اپنے توشے کو تعشق کے
دُنیا کی اقامت سے عقبےٰ کا سفر اولے

خاکساروں کے قدم کی گرد پیدا کیجئے
دل کو بُلبُل کی صفت چہتا ہی تو اے بوالہوس
سُرخ رُوئی گلشنِ محشر میں گر درکار ہے
رُستمِ دوراں کی گر رکھتا ہے دل میں آرزو
برق کے مانند وجودِ ابر سے موجود ہو
بازیٔ دُنیا بساطِ صفحۂ شطرنج ہے

شعر کہنا ہے تو پہلے درد پیدا کیجئے
شربتِ اُلفت کے خاطر درد پیدا کیجئے
چہرۂ گُل کیلئے رنگ زرد پیدا کیجئے
ذات سے اپنے صفاتِ مرد پیدا کیجئے
آہ سے دل کے دمِ صد سرد پیدا کیجئے
ہے اگر شاطر تو پہلے نرد پیدا کیجئے

ہے اگر دانش خُدا کی راہ کی تجکو **لطیف**
عقل کے بینش سے کامل فرد پیدا کیجئے

بُوئے گل باغ سے آتی ہے خدا خیر کرے
باغباں جبکہ ہُوا اہلِ چمن سے باغی،
رشکِ کعبہ ہے وہ سینہ مجھے اے شیخ حرم
عشقِ بُت کی جو چھپی بات ہے کہنا تو نہیں

مجکو اندیشہ ہے بُلبل ہے تجکو ئی بیر کرے
پھر تو اوس باغ میں کیا جاکے کوئی سیر کرے
دل کو اوس بُت کے تصوّر میں جو کوئی دیر کرے
مجکو بالفعل یہ مَیں تو سے خُدا خیر کرے

بال و پر تو مرے پرواز سے رہ گئے ہیں **لطیف**
پر خُدا دامِ محبّت کا مجھے طیر کرے

ہُنر مندوں کو کشتی میں کہ جیسا توڑ مشکل ہے
اگرچہ تیر ہر کوئی لگاتا ہے نشانے پر
غضب سے اُوس پر پڑو گے اسی خاطر میں ڈرتا ہوں

مجھے اس شعر گوئی میں سخن کا جوڑ مشکل ہے
مگر اس خاک تو دے کا ہر یک ہے پھوڑ مشکل ہے
کہ جسکے تیغِ ابرو کا سپر پر اوڑ مشکل ہے

کسی کم ظرف سی ہرگز تو اُمیدِ وفا مت رکھ
زمین شور سے سنبل کا ہونا موڑ مشکل ہے

لطیف ہرچند نازاں ہے تو اپنی شعر گوئی پر
مگر محفل میں مردوں کے سخن مُنہ توڑ مُشکل ہے

شعر بنتا ہے اوسی سی دل میں جسکے یاس ہے
ہے بجا بلبل کا رونا گل میں جب تنگ باس ہے
نالۂ بُلبُل اگر انصاف ہی تو باغباں
اہلِ معنی کی جگہ پر نشتر الماس ہے
کونسی اُمید پر بُلبل پہ سر سائی کروں
زندگانی کے میاں گلشن میں چند انفاس ہے
یاس کے غیر از بناوٹ سی سخن بنتا نہیں
شاعرِ بے درد کو ایک صرف جھوٹی آس ہے
کارگر ہر دل پہ میرا کیوں نہ ہو تیرِ سخن
دل نشانہ اوس کماں ابرو کا تیر پاس ہے
خلقِ بد انسان کو دیتی ہے دوزخ کا پیام
جیسا مخبر موت کے بیمار کو آماس ہے

چشمِ بد تیرِ نگہ سے زخم کھاتی ہے لطیف
وِرد میں جب سے کہ تیرے سورۂ والناس ہے

گر کسی ناقے پہ میرا بارِ غم چڑھ جائے ہے
کافروں کا بامِ جنت پر عَلَم چڑھ جائے ہے
مت لیجا ساقی تو اس بیدم کو میخانے کے بیچ
ضعف سی میرے ترے شیشے کو دم چڑھ جائے ہے
گر مسیح بھی ہو تو ہو سکتا ہے کب اوسکا علاج
زُلف کے مارِ سیہ کا جسکو سم چڑھ جائے ہے
اشک آہِ سرد سے گر جائے شبنم پر اگر
اے فلک سوزاں ترے مجھ کو نم چڑھ جائے ہے
مُو بمُو تصویرِ حیرت کیوں نہ بنجاوے میاں
ہات جب اُوس مُو کمر کے مُو قلم چڑھ جائے ہے
عشق کا مجکو ثمر حاصل جنوں سے کیوں نہو
بیدِ مجنوں پر یہ جب شاخِ الم چڑھ جائے ہے

جو کہ اس رنگین زمیں پر آکے پر مارا لطیف
جھاڑ پر مُرغِ خرد اوسکا بہم چڑھ جائے ہے

سر رشتہ ایک سوزن کا خدا کے راہ میں سد ہے
ریا کے رُو سے میں دیکھا تو مجکو بوریا بد ہے
ارے بادِ صبا دے تو ہرگز بوریا مُجھکو
تری گلشن کی فرش خاک مجکو فخرِ مسند ہے

میں پوچھا تختِ دارا سے خبر شاہِ سکندر کی / وہ بولا مجھکو بتلا کر یہی تو خاکِ مرقد ہے
میں سمجھا خاکساروں نے اسی دن کیلیے شاید / بنائے سیرگہ اپنا جہاں مجنوں کی مشہد ہے
ارے فرہاد شیریں کے نہیں ہے خال چہرے پر / گویا پہلو میں کعبے کے نگیں سنگِ اسود ہے
درختِ بے ثمر کو باغباں آزاد مت کیجے / کہ ہر یک شاخ سے ظاہر اوسی شمشاد کا قد ہے
اے ناصح خبر کل کی جو تو مجکو سناتا ہے / تجھے راہِ خدا ہیں آ چکے دن جد و کد ہے
خموشی کوہ کی لازم ہے حرفِ ناسزا اوپر / بقولِ حضرتِ سودا صدائے غیب سر زد ہے

لطیف اب کس لطافت سی ترے موجِ سخن خاطر
مرے طبعِ رسا کو صرف یک دریا کی آمد ہے

صبا جورِ خزاں سی جب گریباں چاک ہوتی ہے / یہی ہے باعثِ شبنم کہ شب غمناک ہوتی ہے
جدھر ہووے صبا مائل اودھر صیاد ہے حائل / یہ کافر ظلم سے بلبل تو کب بیباک ہوتی ہے
نہ کھ بدو محبت میں کسی سی لاف جوشش کا / جو آتش شعلہ زن ہووے سو جلدی خاک ہوتی ہے
خدا کے واسطے واعظ ڈرا مت مجکو دوزخ سی / کہ چوبِ خشک اوسکے فضل سے مسواک ہوتی ہے

لطیف اپنے بھٹکنے کا مجھے تو غم نہیں ہرگز
بھلا ہے ایسے جانے سے کہ دنیا پاک ہوتی ہے

گل حقیقت میں بھی گر بلبل ترا معبود ہے / ذکر اوسکا چھوڑ دے آخر خزاں آلود ہے
باغباں کی دوستی اور دشمنی صیاد کی / برق و باراں سے کہ جوں حاصل زیاں و سود ہے
الفتِ بے فیض سے اب شمع کی سوزش نہیں / بے سبب جلنے سے پروانے کے بہتر عود ہے
دل اگر دریا بھی ہو تو رہز کا دیتا نہیں / خار و خس کو منہ پہ لانے موج تو موجود ہے

گل سے لے بلبل تلک دیکھا تو دنیا میں لطیف
الفتِ خالص کی بو گلشن سے اب مفقود ہے

ابر اس داغ کے سوزش سے جہاں روتا ہے / ہوڑ لالہ کا وہاں نشو و نما ہوتا ہے

جبکہ گلشن میں ہوا یار مرا نافرمان
باغباں اشک مرا تخم کی جا بوتا ہے

دل کو دیوانوں کے سینے میں نہ سمجھو غافل
شیر زخمی کہو صحرا میں کہاں سوتا ہے

مجکو شکوہ نہیں غیبت سے کیجے اے دل
مفت گا ذر ہے مرا داغ گنہ دھوتا ہے

شیخ کامل کے تصور سے تو رکھ کام لطیف
شعر گوئی میں تو اب عمر عبث کھوتا ہے

مکین دارِ حرم یا مقیم دَیر کرے
مگر یہی کہ خدا خاتمہ بخیر کرے

جہاں کے شیخ و برہمن سے مجکو کام نہیں
یہی دعا کہ مجھے غیریت سے غیر کرے

بجز نبیؐ کے یہ ممکن نہیں کہ جنت میں
کوئی کسی کے وسیلے سے جاکے سیر کرے

جو حق شفیع کے شفاعت کا تھا سو میں بولا
یہ مدعی اوسے ناحق سمجھ کے بیر کرے

میں گذرا صحبت نازک سے ہم صفیروں کے
لطیف دام محبت کا مجکو طیر کرے

آبرو شبنم کی ہے جس خوبرو کے واسطے
چشم کے سیلاب ہیں اوسکے وضو کے واسطے

مثل گل صد چاک ہوجاوے گریباں جنوں
زلف کا ہر تار ہے اوسکے رفو کے واسطے

حال سے مجنوں کے تو گر کچھ بھی رکھتا ہے خبر
دل کو دیوانہ نہ کر ہرگز کسو کے واسطے

صحبت بد کی صحابت کیوں کرے اہل حیا
جان دیتے ہیں جہاں میں آبرو کے واسطے

لوح خاطر پہ مرے دن رات اے مرد گدا
آہ کی تحریر ہے یک حرف ہو کے واسطے

خار و گل کو مت سمجھ ہرگز تو پابند چمن
ہیں سبھی گلشن میں اوسکے جستجو کے واسطے

غیر کی خوبی کہاں چھپتے ہیں اب اہل غرض
ہے اگر جوشش تو کچھ اپنے لہو کے واسطے

حرف زن ہرگز کسی کے شعر گوئی پر نہ ہو
ہر کوئی کہتا ہے اپنے آرزو کے واسطے

دوستی خالق کی چہتا ہے تو اے مرد لطیف
مانگ لے پہلے دعا اپنے عدو کے واسطے

گر خاتمہ خدا کے عنایت سے خیر ہے
پھر تو ہمارے روح کو جنت کی سیر ہے

دیر و حرم میں جا کے میں بیکار کیا کروں
دیکھوں تو میرے بت کو نہ کعبہ نہ دیر ہے

زاہد ہمارے ذکر پہ تکفیر تو نہ کر
سمرن ہمارے کب ترے تسبیح سی غیر ہے

کیونکر صفائی شیخ و برہمن کی ہو سکے
دیر و حرم میں جبکہ قیامت کی بیر ہے

یکتار زلف اوس بت بیدار کا لطیف
لگ جائے ہاتھ گر تو گویا شب بخیر ہے

میں سمجھا دور سے مرقد ہے یا کوئی پشتہ گل ہے
پہ جانا دیکھ دیکھا تو مکان صاحب دل ہے

مرا دل ڈر گیا پشت زمیں پر پاؤں رکھنے کو
نہیں معلوم کس مرد فنا کی خاک شامل ہے

میاں خاک شفا سے کم نہیں ہے خاک عاشق کی
زیادہ اس سے کچھ بولوں تو آگے بات مشکل ہے

میں جس گل کو سمجھتا تھا ہوں خون آلود دامن ہے
ارے بلبل یہ زیر خاک ایسا کون بسمل ہے

غزل اپنی سنانے کو کسی سے تو کمی مت کر
لطیف ہر یک سخن تیرا صلہ لینے کے قابل ہے

رکھیے قدم سمجھ کے کہ یہ وہ زمین ہے
دشت حسین جسکے ہے پہلو نشین ہے

ورنہ کسی کے جوش محبت کا نا رہا
اس ملک کا جناب رسالت امین ہے

دعوی میں اپنے ایک قیامت کا کیا کروں
ہر ہر یہاں جہاں کا مسافر مکین ہے

نام و نشان اونکا اگر پوچھتے ہو یہاں
کس کس کا کر بتاؤں سبھی اہل دین ہے

سو بات خوش نہیں ہے بجز تحفۂ درود
سوغات مفلسوں کی یہی بہترین ہے

یارو خوشی نہ کیجو دم واپسیں تلک
اس ڈھب سے ان میں آنے کا کسکو یقین ہے

مضبوط رکھ تو دست سعادت کو اے لطیف
بخشش کو تیرے آیۂ حبل المتین ہے

یارو جب زمانے کا گلشن کا رنگ ہے
دل جسکا دیکھتا ہوں تو غنچے سا تنگ ہے

روزی تو اس چمن میں ہوئی اس قدر گراں
چھاتی پہ گل کے دانۂ شبنم بھی سنگ ہے

جامِ شراب کس کو میسّر ہے زاہدو
نان و کباب کو مرے دستر سے ننگ ہے

اہلِ غرور کا میں گلہ تم سے کیا کروں
خرگوش کو یہاں کے بھی خوابِ پلنگ ہے

دریا دلوں کے خشک لبی پر نہ جائیے
آبِ عمیق سے مجھے خوفِ نہنگ ہے

حیرت مرے سخن کی زمانے پہ کیوں نہ ہو
جب میرے صاف گوئی پہ سحبان دنگ ہے

قصّہ نہ بلبلوں سے نہ قضیہ گلوں کے ساتھ
دن رات جسکو اپنے ہی قسمت سے جنگ ہے

بوڑھے ہوئے ضعیف ہوئے گرچہ ہم صنم
پر اب تلک جوانی کی دل پر اُمنگ ہے

اس شعلہ رُو کے روبرو کیوں جا سکے لطیفؔ
پروانہ جس کے عکس کے آگے پتنگ ہے

وضع میری اگرچہ رِندی ہے
پر فصیح ہوں زبان ہندی ہے

کب رسائی تھی شعر کو میرے
یہ مرے آہ کی بلندی ہے

یہ نہ سمجھو کہ مر گیا سودا
ابھی قدرت خدا کی زندی ہے

شعر گوئی کا جو کرے دعوی،
خود نمائی ہے خود پسندی ہے

وضع اہلِ غرور کی یارو،
اہلِ معنی کی پاس چندی ہے

مجھ کو شاعر جو لوگ کہتے ہیں
صرف میری نیاز مندی ہے

نقشِ دُنیا لطیفؔ دیکھا تو
موج دریا کی نقشبندی ہے

اس قیدِ زندگی میں جو ہم خوار ہوگئے
فرقت کے بحر و بر میں گرفتار ہوگئے

گذری تھی عُمر وصل کے نت آرزو کے بیچ
آخر کو آہ و درد کے طُومار ہوگئے

ہم اپنے یار گردشِ قسمت پہ کر نظر
حیرت سے بستہ نقشۂ دیوار ہوگئے

کس طرح صدق گذرے تیرے وعدے سے صنم
ایسے قرار ہم سے کئی بار ہوگئے

اس پار کے نظر سے گذر کیوں سکے لطیف
جب آہ و غم کے تیر جگر پار ہو گئے

بعد مدت کے جو ہم لگ کے گلے بیٹھ گئے
تو بھی چھاتی سے رقیباں نہ ٹلے بیٹھ گئے

جب میں رویا تو رقیبوں نے مجھے دیکھ کہے
تم تو شبنم کی طرح جم کے بھلے بیٹھ گئے

شعلہ رو نے کسی پروانے کی پروانہ کیا
گرچہ وہ شمع کی الفت میں جلے بیٹھ گئے

منزل عشق میں اے قافلے والو ہم تم،
ضعف کے مارے ڈگے ڈگ پہ چلے بیٹھ گئے

کون سیماب مزاجوں کی کرے دلداری
ہم تو شیشے کی صفت تھے کہ ڈھلے بیٹھ گئے

طفل اشک آہ کے بجلی سے چمک کر میرے
کیا الک آن کے مژگاں کے تلے بیٹھ گئے

وہ عبادت نہیں منظور مجھے اے زاہد
جو اٹھے خاک پہ سر اپنا ملے بیٹھ گئے

کوہ سا دل کو بنا کاہ سبک بار نہ ہو
یہ بری بات ہے پارے سے ہلے بیٹھ گئے

ایک دھڑی نہ دیا تو کسی مطرب کو لطیف
گاتے گاتے ترے محفل میں گلے بیٹھ گئے

جب تو رب کریم میرا ہے
ہر سقیم و سلیم میرا ہے

میں ترا شکر کیا کروں صاحب
مہرباں تو قدیم میرا ہے

مغفرت تجھ سے کیوں نہ میں چاہوں
تو غفور الرحیم میرا ہے

سر سے پا تنگ ہوں میں ترا نادم
تو ہمیشہ ندیم میرا ہے

گرچہ ہوں خار تیرے گلشن کا
پر تو باد نسیم میرا ہے

گو کہ لا تقنطوا کہا تو نے
مضطرب خوف و بیم میرا ہے

حال پوشیدہ کچھ نہیں تجھ سے
سب طرح تو علیم میرا ہے

منحصر طور پر نہیں صاحب
سب جگہ تو کلیم میرا ہے

مجھ کو دار الشفا سے کیا مطلب
جب تلک تو حکیم میرا ہے

مجکو دوزخ طرف تومت لیجا
جب کہ پہونچوں صراط کے اوپر
یعنے وہ ذاتِ سرورِ عالمؐ

کیونکہ دار النعیم میرا ہے
رہنما مستقیم میرا ہے
دستگیر عظیم میرا ہے

لُطف اپنا لطیفؔ پر رکھئے
کیونکہ تُو ربّ کریم میرا ہے،

بہت آتش بھڑکتی ہے ہوا سے
یہ مرض الموت سے کُچھ کم نہ جانو
خُدا کوئی دوسرا رکھتے ہیں تُم تو
تمھارا آشیاں اور تُم ہو کیا چیز
اگر کُچھ ہے تو بُوئے آشنائی
ہمارا انتہا کیا دیکھتے ہو

ڈرو کچھ تو مری آہِ رسا سے
طبیب عاجز ہے یہاں تیکے دوا سے
ڈرو مت ہم غریبوں کے خُدا سے
خدر دوزخ کو ہے دودِ گدا سے
تومت انکو خُدا کے آشنا سے
ہم واقف ہیں تمھارے ابتدا سے

لطیفؔ اب دُور کر دُنیا کی کلفت
تُو اُلفت رکھ خُدا اور مصطفےٰؐ سے

محض ہم جنّت سے آئے بندگی کیواسطے
پیٹ بھر کھالو کھلالو برگِ عقبےٰ تاندلو
ہات مت چھورو نہیں کچھ فائدہ وقتِ اخیر
خاتمہ بالخیر ہو تو اس درمِ دُنیا سے دل

دفعِ گندم کے نہیں شرمندگی کیواسطے
سب تمھارے مہتمم ہیں زندگی کیواسطے
پہلے ہی کہتے تھے ہم اس گندگی کیواسطے
باغِ جنّت ہے ترے واماندگی کیواسطے

سرکشی لازم نہیں صانع سے اپنے اے لطیفؔ
سر دیا تجکو فقط افگندگی کیواسطے

شکل جو یار کی آنکھوں نہیں آتی ہے
عشق پروانے کا مت مُرغِ سحر سے پوچھو

دل میں رکھتا ہوں اوسے زور مری چھاتی ہے
اوسکو معلوم نہیں رات کدھر جاتی ہے

شمع سا کون جلا کون مُوا کون رہا
وصل کی شب تو جُدائی کے کہانی میں گئی
سُن کہانی کو میرے یار نے ہنس ہنس کے کہا
شُکر واجب ہے کسی وقت نہ ایسا کہیئے

پھر یہ شب کسکے جلانے کیلئے آتی ہے
یہ شبِ ہجر مرے حق میں گویا ہاتی ہے
تیری تقریر مرے دل کو نہیں بھاتی ہے
کہ دیا گھر کو تو مسجد کو دیا باقی ہے

وضع پر اپنے کبھی دل سے نہ نازاں ہے لطیف
جس نے دیکھا سو کہا تجھ کو خراباتی ہے،

چمن میں جو رُخِ گلگوں کو تیرے تاڑ گئے
نہ دیکھا دیر و حرم میں کوئی صنم میرا
صدا نہ آئی بجز لفظِ لَن ترانی کے
لگا نہ داغ کبھی پیرہن کتَیں اوسکے
کبھی ہوائے مخالف سے وہ نہیں ٹوٹا
اب آ گئے اہلِ زمانہ کا ہے خُدا حافظ

دیوانے ہو گئے دامن کو اپنے پھاڑ گئے
بہت سے در پہ یہ دونو کے سر پچھاڑ گئے
اگرچہ حضرتِ موسےٰ بہت پہاڑ گئے
چمن میں جو کہ پر و بال اپنے جھاڑ گئے
عَلَم جو علمِ الٰہی کا دل میں گاڑ گئے
بھلی بُری سے ہمارے تو ہم نبھاڑ گئے

کمالِ لُطف یہی ہے کہ اس زمانے میں
لطیف ہم نے کسی کا نہ کُچھ بگاڑ گئے

خزاں کے قتل کرنے پر کہ جب تیغِ صبا چھوٹے
مرے کہنے سے باہر کھول کیا بُلبُلو تم سے
نہیں فردوس میں ایسی غنیمت دیکھ لے زاہد
چھپا تھا زُلف کے سایہ میں دل ڈر سے رقیبو کے
ارے صیّاد آہستہ تو مُجھ کو صید کر لیجے
سخن مُنہ کے بناوٹ سے نہیں سر سبز ہوتا ہے
لطیف اب کس تمنّا پر پڑا گلشن میں ہتا ہے

تو ہر کوچے میں گلشن کے نکھوں غنچوں کا دل چھوٹے
کہ یہاں شب خُون سی شبنم کے جو گل اپنا گلا گھوٹے
بہارستانِ ہستی میں جو مرغِ گل چمن لُوٹے
تو افعی جان کر اوسکو یہ مُوذی بدگمان کُوٹے
کہیں ایسا نہ ہو اس ناتواں کے بال و پر ٹُوٹے
نہ نکلے جب تلگ باہر نہالِ دل کے گُل بُوٹے
نہیں کُچھ آرزو باقی جو باندھے رنگ کے موٹے

مجھ سے مت پوچھ کہ یہ عمر گھٹے جاتی ہے
ہے غنیمت غمِ دنیا سے چھٹے جاتی ہے

سر اٹھانیکی کہو کونسی صورت ہے یہاں
زندگی گھڑی کہ کس گھر میں لٹے جاتی ہے

دیکھ آئینۂ ہستی سے تو اپنے نادان
حیثیت شکل کی ہر حال مٹے جاتی ہے

گرد بارے کو سمجھتے ہو غبارِ طوفان،
خاکِ مجنوں کسی صحرا سے اٹھے جاتی ہے

شوق سرمے کا اگر ہو تو اٹھالے ظالم
در بدر خاک مری اب تو بٹے جاتی ہے

کونسی سمت یہ پڑتی ہے خدا ہی جانے
برقِ حیرت تو مرے دل سے ہٹے جاتی ہے

اے صبا دکھ دلِ صد چاک کا کس سے بولوں
جس سے چھاتی ترے غنچو نکی پھٹے جاتی ہے

اب خموشی بھلی شکوے سے جہاں کے اے دل
بات سنبھلے نہ کہ جب منہ سے پھٹے جاتی ہے

چھوڑ مطلق تو ریاکاری کو دنیا کے لطیف
کونسی یہ کہ تری شان سے ٹے جاتی ہے،

گوہرِ اشک مری چشم سے ڈھلتے ہی دیے
دل تڑپتا ہی رہا یار تو چلتے ہی دیے

دل راحت نہ دیا ملنے سے دلبر کے کبھو
ان رقیبوں کے سدا آنکھوں میں سلتے ہی دیے

شمع و شرطِ وفا تم نے تو ایسی نہ کئے
ہر کسے ہم پہ پروانہ سا جلتے ہی دیے

شب سے لے تا بہ سحر محفلِ ہجراں ہیں ترے
دل کے فانوس میں ہم شمع سا گلتے ہی دیے

بلبلو غل نکرو گل کے ہے آنے کی خبر
مجکو جاسوس صبا صبح نکلتے ہی دیے

شعرِ شیریں کو مرے سنکے زمانے کے مگس
ہات حسرت کیلیئے اپنے ہی ملتے ہی دیے

پوچھ تعبیر کسی جا کے معبّر سے لطیف
شب کو دل پر مرے آ خواب ہیں ٹلتے ہی دیے

بس میاں ہم نے تری مہر و وفا دیکھ چکے
جو کہ قسمت میں تھا وہ جور و جفا دیکھ چکے

مت قیامت پہ رکھو پھر کبھی مکافات صنم
ہم نے دنیا میں بہت اس کی سزا دیکھ چکے

جو کہ بلبل کے ستانے پہ کمر باندھ چکا،
اسکو ہم گل کی طرح گل پہ پڑا دیکھ چکے

باغباں پھر کبھی تکلیف چمن کی مت دے
پھر بھی تکلیف طبیبوں کو نہ دیجے ہرگز
آرزو دل ہی میں اب کسکے سماعت کی رہی

بس ترے باغ کی ہم آب و ہوا دیکھ چکے
ہم نے اِس مرض کی تاثیر دوا دیکھ چکے
جب کہ اشعار مرے شاہ و گدا دیکھ چکے

جو حلاوت کہ جوانی نے دکھاتی تھی لطیف
اسکا ہم اپنے بڑھاپے میں مزا دیکھ چکے

عجب کچھ یار کی گلگوں گلی ہے
خس و خاشاک کو گلشن بنائی،
تصوّر میں میاں اُس غنچہ لب کے
صدائے غیب سے شرمندہ کرنے
ہمچو سنگ ہے مرقد پہ میرے
سخن میرا جواں مردوں کے آگے

کہ جس کا خار بھی ہو تو کلی ہے
ہوا جس سمت پر اوس کی چلی ہے
عجب کچھ دل پہ میرے بے کلی ہے
خموشی کوہ کی سب سے بھلی ہے
گویا حق میں مِرے نادِ علیؑ ہے
گویا بازی میں اسپ کابلی ہے

لطیف ہرگز زباں کو باندھ مت رکھ
کہ تیری بات جوں ذکرِ جلی ہے

بھرے ہیں آب سے دامن سحاب کے ابکے
فلک کو رہنے نہ دے گر کبھی صحیح پہنچے
جگر ہے آبلہ دل ناتواں دماغ ضعیف
ڈبا دی نام ہاتوں سے دخترِ رز نے
شراب کس کو میسّر ہے یہاں ارے زاہد
ہزار شکر کہ مستانوں کے ستائے سے

خدا بچا دیوے گھر کو حباب کے ابکے
یہ برق آہ مِرے اضطراب کے ابکے
میاں ہیں کیا کہوں شکوے شباب کے ابکے
مصاحبت ہیں یہ خانہ خراب کے ابکے
پڑی ہے دشمنی نان و کباب کے ابکے
ملے ہیں ساقی کو ساغر شراب کے ابکے

لطیف گرچہ تو ہر ہر سے یہاں رہا سائل
مگر ہیں صدقے ہوں تیری جواب کے ابکے

ہمارے شعر گوئی پر لگے ہیں آ ہوان آنے
ارے ہمجنس آ دم کے نہ سمجھے دردِ دل میرا
نزاکت شعر گوئی کی اوسی شاعر کو ہی حاصل
ہمارا شمع رُو شب کو پر پروانے کے ضد سے
قسم شبنم کی اے بُلبُل ہمارے دیدۂ نم سے
گلہ ہیں غیر کا تُم سے کروں کسطرح سی یارو

میاں اب ہم تو جنگلی ہیں ہمارے شعر دیوانے
کہ جیسا جانور جنگلی کہ میرا حال پہچانے
شب فرقت میں جو اپنے سُنا مجنوں کے افسانے
جلایا جو ازل کے تھے ہمارے پاس پروانے
بہت اس باغِ ہستی کے ہُوئے آباد ویرانے
سگوں کے کاٹ کھانے سی بھلے جنگل کے بیگانے

کبھی تو اہلِ دُنیا ہیں کبھی صحرا نشینوں ہیں،
لطیف ایسی تو خوش گذری پھر آگے اب خدا جانے

ایسا نہ کہو لفظ تصوّر میں صنم کے
کیا بات کرے مردِ فنا اہلِ جہاں سے
کب قدر ہے اس بلبلِ گلزار کی ان کو
اے ابرِ طپش کیا کہوں افسردہ جگر کی
گریاں نہ لے آ چشم مرے روبرو شبنم
صد شکر مجھے پردۂ ظُلمت سے نکالا،

بلوا نہ کریں لوگ کہیں دیر و حرم کے
لائق ہیں یہ ہستی کے نہ قابل ہیں عدم کے
یہ مُرغِ سحر ہیںگے فقط باغِ ارم کے
جسکے کہ دمِ سرد سے بجلی ہو تو چمکے
دریا ہیں تموّج ہیں مرے دیدۂ نم کے
صدقے ہیں صنم تیرے سدا فضل و کرم کے

کوئی لفظ لطیف اپنے زباں سے نہ نکالو
بس بات وہی ہے کہ رہو آشنا دم کے

کسی نے اُونٹ سی پُوچھا ترے گردن کیوں خم ہے
اگر تو چشمِ باطن سی سراپا دیکھتا مجھکو
تو کج فہمی سے اپنے پُوچھتا ہے کیا تجھے بولوں
اگر دو سینگ بھی ہوتے تو میں شکرِ خدا کرتا
اے ناشکر صنعت پر تو کس کے حرف رکھتا ہے

وہ بولا کونسا اعضا میرا شمشاد سے کم ہے
تو کہتا یہ بھی ایک قامت خمِ ابرو سے باہم ہے
بتا کیا چیز سیدھی ہے کہ گردن کا تجھے غم ہے
یہی کہتا کہ یہ زینت مری فخرِ بہائم ہے
نہیں سمجھا کہ ہر قامت ظہورِ اسمِ اعظم ہے

فقط گردن مری دیکھا نہ دیکھا اس بھونڈے کو
خبر سر کی رکھا کچھ سقم ٹیڑھی کا نہیں جانا
ہنر ہر عیب کو لازم ہے ناداں سیکھ لے ہم سے
ہنر وہ چیز ہے اپنے سے فضل غیر کو سمجھے
کسی کے عیب پہ ہرگز نہ گردن اپنی سیدھی کر
میں پوچھا سارباں سے اونٹ نیر اکسکو کہتا ہے
جو اس تمہید تازہ کی ہیرسے گوز مشتر سمجھا

اگر تو دیکھتا اوسکو تو کہتا خوب سمدم ہے
اسے الّو کی دُم احمق تو کس صحرا کا آدم ہے
وگرنہ بے ہنر انساں مثال کاہ و ہیزم ہے
اگر یہ چیز رکھتا ہے تو اوسکو دولت جم ہے
اگرچہ عیب ہو اسکے تو جیسا چاہے محرم ہے
وہ بولا اوسکو کہتا ہے جو گردن میں کہا خم ہے
تو اوسکو جان لے صاحب کہ وہ مردود ظالم ہے

لطیفہ ہرگز کسی کا عیب تو اظہار مت کیجے
نصیحت اونٹ کی رکھ یاد دل میں جب تلک دم ہے

میں اس سینے کو سمجھا تھا کہ میرا خانہ دل ہے
ٹٹولا دل کو میں نے تو مجھے چوہا نظر آیا
میں اس کی دم پکڑ باہر نکالا تو کہی بلّی
موا گھونسوں کے رشوت ہے بہت چھینکے کترالا
قسم ہے بوہریرہ کی میں اسکو وہاں لیجاتا ہوں
غرض وہ چھینکر مجھ سے جب اسکے روبرو لیگئی
تو تحفہ جانکر اسکو مرے خدمت میں لے آئی
کسافت اب مرے دل کی جسے دل ہے وہی جانے

جب اوسکو کھود دیکھا تو کسی چوہے کی یک بل ہے
سو وہ بھی رزق کا مارا کسی بلی کا گھائل ہے
یہ چوہا چور کنگی کا مرے چوڑوں میں داخل ہے
میں جس کنگی میں دیکھوں تو اسی بدکار کا بل ہے
جو بلی ایسے چوہوں کے پکڑ کھانے میں کاہل ہے
تو وہ کہنے لگی بیٹی یہ کب کھانے کے قابل ہے
یہ چوہا نہیں ہے واقع میں کسی بدکار کا دل ہے
وگرنہ قعر سینہ میں نہ چوہا ہے نہ کوئی بل ہے

لطیفہ ہرگز نہ لے سینے میں اوس مردار چوہے کو
جسے بلی نہیں کھائی وہ کب شیروں کے قابل ہے

مکھیوں جب مرے پر سختوں گرنے آئے
دیکھے جو جاگتا ہوں سوتا نہیں سمجھکر

مچھروں نے کوچ کی وہاں تب تُرتُری بجائے
چیٹیوں کی فوج اپنے تائید کو بلائے

جب دیکھے فتح اپنی ہوتی نہیں کسی سے
چن چن کے تب جو اُن کو ڈھونڈے اُڑا کے لائے

دو تین سلطنت کے لشکر ہوئے یہ باہم
پنسو تکی ڈار پہنچی بولے نہ کوئی بُلائے

دیکھے جو روشنی ہیں قابو نہیں سپر کا
کچھ دے کے پاتروں کو گھر کا دیا بجھائے

جب ہو گیا اندھیرا لاچار ہو گیا میں
مثلِ کباب مجھکو سب مل کے کاٹ کھائے

بس سے لطیف بولا یہ حادثہ تو اس نے
بتلا کے پیٹ اپنی کہتا ہے ہائے ہائے

زنداں میں اسیروں کے تقدیر کو پر نکلے
دیوانے لگے اُڑنے زنجیر کو پر نکلے

یوں قید سے زُلفوں کے دیوانے نکلتے ہیں
جوں حضرتِ یوسفؑ کے تعبیر کو پر نکلے

کاشانے سے ہم اپنے مجروح نکل آئے
ترکش میں ستمگر کے جب تیر کو پر نکلے

بجلی بھی دمِ تیغِ ابرو سے چمکتی ہے
کہتے ہیں ملک، شاید شمشیر کو پر نکلے

اے مُرغِ ہُما تو نے کیا استخواں کھانا ہی
یہاں زاغ کے قسمت سے انجیر کو پر نکلے

اے شیخ سند اپنی تفویض سند کر دے
سمجھا ہوں میں اب تیرے جاگیر کو پر نکلے

اتنا جو سخن میرا دلچسپ خلایق ہے
شاید دلِ ناداں کے تاثیر کو پر نکلے

محفل میں لطیفوں کے جاتی ہے غزل میری
جب سے میرے خامے کے تحریر کو پر نکلے

کیا لُطف سے یہ مصرع کہتا ہے کوئی شاعر
دیوانے لگے اُوڑنے زنجیر کو پر نکلے

لیلیٰ تو خاکِ مجنوں اوجِ ہوا پہ دی ہے
صحرا یہ کس کے خاطر فرشِ زمرد دی ہے

اے ابرِ مت برس تو سرحد پہ سنگدلوں کے
شیریں کو کوہ کن کے ہر سنگ سے ہدی ہے

کیا خاک کشتگاں کا احوال لکھ سکوں میں
خاکِ لحد سے جنکے اب تک تمرّدی ہے

اُمید کچھ وفا کی اب تو کسی سے مت رکھ
سن بارواں گذر کر یہ تیرھویں صدی ہے

گردش سے اس فلک کے گھبراؤ مت عزیزو
شمس و قمر ہے جب تک دینِ محمدی ہے

مجنوں کے بیکسی پہ کہتا ہے کوئی شاعر
صحرا یہ کس کے خاطر فرش زمرّدی ہے

یہ چشم گر امامِ آخر زماں کو دیکھے
پھر تو لطیف اوسکے لشکر کا مقتدی ہے

شب کو باہر تو مت نکل پیارے
صبحِ رخسار دیکھکر تیرا،
آسماں پر شفق ہے شرمندہ
آفتاب زمیں سمجھ تجھکو،
بوسہ لینے کی کیوں کروں چوری
عشق بازی میں اوس پری رُو کے

ماہ گھٹتا ہے رشک کے مارے
مُنہ چھپاتے ہیں شرم سے تارے
دیکھ کر سُرخ تیرے رخسارے
گُل بھی شبنم کے موتیاں وارے
زُلف کے ہیں فریب ہر کارے
ہم بھی جینے تلک نہیں ہارے

صرف میرے لطیفہ گوئی پر
اہلِ دل ایک زبان ہیں سارے

ہر صبح بلبلوں کا جو گل پر ہجوم ہے
یہاں تک نہال گل کو مرصع کئی صبا
پوچھا میں گل سے کون ہے یہ کسکی ہے خوشی
سُنتے ہی دل کہا کہ قدم یہاں سے مت اُٹھا

شاید کسی کے آنے کی گلشن میں دھوم ہے
شبنم کے موتیوں پہ تصدّق نجوم ہے
بولا وہ ہنس کے دخترِ رز کے رسوم ہے
جبتک کہ اس پری کے چمن میں قدوم ہے

جو دم چمن میں گذرے غنیمت ہی اے لطیف
پھر تو صبا کے سر یہ بلائے سموم ہے

غبارِ دُنیا سی موجِ دریا ہمیشہ دامن جھٹک رہی ہے
بہت سے عاشق لگا کے پردے ہوئے دُنیا سی پار ہو گئے
ہے کون ایسا غریقِ رحمت سوائے ابنِ علیؑ نہ ہوگا
بہارِ دولت یہ اس چمن کے نہ پھولو ہرگز اے عندلیبو

ہمارے حرص و ہوا کی کشتی الٰہی ابتک اٹک رہی ہے
مگر یہ کشتی ہیوفا کی ہنوز لنگر لٹک رہی ہے
کہ جسکے ماتم میں موجِ دریا ابھی تلک سر پٹک رہی ہے
رہیگی چگنے کی جوت کبتک جو آشیانمیں چٹک رہی ہے

اگرچہ آدم ہمارے خاطر ہوائے جنت کو چھوڑ نکلا
مگر وہ حوا کی دلفریبی جگہ میں اپنی کھٹک رہی ہے

نہیں بگولا اے غزالو جو تم نے صحرا میں دیکھتے ہو
تلاشِ لیلیٰ میں خاکِ مجنوں ہمیشہ جنگل بھٹک رہی ہے

لطیف حکمِ قضا سے کوئی دن گلہ شکایت نہیں ہے ہمکو
جہاں میں جسدن سے آئے ہمنے یہ اندنوں سے ہٹک رہی ہے

دل کو شانے کے ہات مت کیجے
اوس دیوانے کے سات مت کیجے

مانگ چہتی ہے دل کتیں مانگے
ایسے منزل میں رات مت کیجے

گر طلب ہے تو تم کو عزت کی
بے تمیزوں سے بات مت کیجے

اپنے نوکر کی اے مرے صاحب
عالموں پر برات مت کیجے

صاف گوئی پسندِ عالم ہے
دل کے رنگیں نکات مت کیجے

سب کو محکم خبر ہے جانے کی
آرزوئے حیات مت کیجے

لطف ہے تو لطیف شطرنج کا
پہلے بازی میں مات مت کیجے

گوہر جو تم نے کان میں ڈالے نئے نئے
کس بحرِ بے بہا سے نکالے نئے نئے

جسکے شعاعِ نور سے اے ماہرو مرے
دکھلا رہے ہیں چاند پہ ہالے نئے نئے

اوس دُر کی یاد میں صدفِ چشم سے مری
موتی کے بنکے آتے ہیں حالے نئے نئے

آزادگوں کو حلقہ بگوشوں میں جا دیے
کانوں میں اپنے ڈال کے بالے نئے نئے

زُلفوں میں اسقدر جو سپنولے ہیں سانپ کے
بولو یہ کسکے جان پہ پالے نئے نئے

شاید کہ اس چمن میں ہے صیاد کا گذر
آتے ہیں بلبلوں کے جو نالے نئے نئے

آشفتہ دل لطیف کا کرنے کو اے صنم
یہ چونچلے کہاں سے نکالے نئے نئے

سخن سے مرے دل کو آرام ہے
سخن مجکو رشکِ دلارام ہے

کروں کیوں نہ میں اب ثنائے سخن
کہ جس سے جہاں میں مرا نام ہے

مجھے دیکھ کہتے ہیں اہلِ سخن
وگرنہ سخن کے مہوّاشت ہیں
سخن کے وسیلے سے انسان کو
یہ گلشن ہیں ہر غنچۂ دل کے لیئے
سخن کے سوا مجھکو صُبح و مسا
شراب سیاہی سے مخمور ہوں

سخن کا ترے دل پہ الہام ہے
کہاں کس کتبیں یہ سرانجام ہے
بزرگی ہے عزّت ہے اکرام ہے
سخن کے برابر نہیں دام ہے
کسی سے غرض ہے نہ کچھ کام ہے
مرے حق میں نونِ سخن جام ہے

سخن تیرا افضالِ حق سے لطیف
پسندِ دلِ خاص اور عام ہے

حق مجکو مشرّف کیا مرشد کے قدم سے
صد شکر یہی قبلۂ حاجات کو میرے
مرشد کے قدم دیکھتے ہی دِل یہی بولا
اس دیرِ کہن میں مرے مرشد کے بغیر از
بتلایا اوسی کو مرا ہادیٔ حقیقی
دیکھا جو مرے پیر کے اقدامِ مبارک

کچھ کم نہیں قسمت مری سلطانِ ادم سے
بتلایا خدا لا کے مجھے فضل و کرم سے
حق مجکو نکالا بڑی دُنیا کے الم سے
دل میرا نہیں لاگا کبھی اور صنم سے
تھی جستجو جس کی کہ مجھے مُلکِ عدم سے
گویا کہ مشرّف ہوا میں طوفِ حرم سے

یہ آرزو اتنی ہے مرے حق سے لطیف اب
غافل نہ رہے دل میرا ارشاد کے دم سے

اگر ہم فارسی کہتے تو یوں مشہور نا ہوتے
ولو بالفرض ہم تقلید غیروں کی کیا کرتے
اگر ملکِ سخن کو ہم نئے یوں تسخیر نا کرتے
شراب ارغواں کس کو میسّر تھی ارے زاہد
اگر ہم اپنے حق گوئی کے غیر از غیرِ حق کہتے

کسی کے صفحۂ خاطر پہ یہ مسطور نا ہوتے
تو اہلِ ہند کے محفل میں یوں منظور نا ہوتے
تو یہ اشعار پُر مضمون کہیں مذکور نا ہوتے
اگر اس باغِ ہستی میں کہیں انگور نا ہوتے
تو یہ آنسو مژہ کے دار پر منظور نا ہوتے

اگر وہ سنگ دل کی کچھ بھی ہوتی ہم سے دلجوئی — تو ہم شیشے کے مانند اسطرح دل چور نا ہوتے

لطیف ہم در پہ دائم خوبرویوں کے پڑے رہتے
اگر جنت کے خوباں میں قصور و حور نا ہوتے

شیر و شرزہ ہر دو میرے روبرو مجبور ہے — کیونکہ میرا اصل مولد شہر شرزہ پور ہے
ہے بہت قرب مسافت دور مت سمجھو اوسے — متصل اوس شہر کے آبادی بنگلور ہے
شہریار اوس شہر کا جب واصل حق ہو گیا — تب سے سمجھو دل مرا درد سے رنجور ہے
حافظ قرآن تھا اور تھا محافظ خلق کا — خلق پر اوسکے زمانہ اب تلک مشکور ہے
اسم اوس فیاض عالم کا یہی معروف تھا — حضرت حافظ محمد خاں جو یہ مشہور ہے
یک ہزار و دو صد و شش سال کی ہجری میں وہ — راہی جنت ہوا سجدے میں ہو مذکور ہے

جا زیارت کو تو اوس فیاض عالم کے لطیف
مرقد عالی پہ جسکے حق کا دائم نور ہے

یہ شیشہ مئے غم سے رنجور ہے — ترے سنگ دوری سے بس چور ہے
ارے ساقی مت دے مجھے جام مئے — یہ دل شاخ زخمی کا انگور ہے
مبادا اگر ہو تو یہ زخم خام — تو اسکا رفو نیش زنبور ہے
کبھی تھا تلاطم کبھی تھا خروش — غرض جوش دریا کا اب پور ہے
میں بتلاؤں دل کا کیسے آبلہ — حباب فلک چشم سے دور ہے
بجز وصل کے اب نہیں التیام — جو زخم جگر دل کا ناسور ہے
ترے بن میں دیکھا تو شمع جہاں — مرے صبح محفل میں بے نور ہے
سوا میرے اب گل سے بلبل تنگ — ہر ایک اپنے عالم میں مسرور ہے
ارے مرغ گل اوس کی پہنچا خبر — قفس جو یہاں اپنے معذور ہے
نہ وہ جام نرگس کو دیجے صبا — کہ جس مئے سے یہ چشم مخمور ہے

ترے جامِ ہجرت سے اے جانِ گُل — یہ کُنجِ قفس ظغطۂ گور ہے

جلا پھر نہ اس دل کو اے سُرمہ کش — تو پھر بھی یہ خمخانہ معمور ہے

نہیں کوئی کس کا جہاں میں شریک — مثلِ اہلِ دُنیا کا مشہور ہے

تُو خاطر کسی کی رکھے نا رکھے، — غرض تو سو اس دل کا مخظور ہے

لبوں پر ترا ذکر اور فکر جان — یہی رات دن مجھکو مذکور ہے

ہر یک ماہ مجھکو تری یاد ہیں، — قیامت ہے اور روزِ عاشور ہے

ہیں دعوے محبت کا رکھتا نہیں — گواہ میرے قسمت پہ جمہور ہے

ترے باغِ اُلفت کا مجھ کو میاں — یہی جان دو دن کا مزدور ہے

یہ بستی ترے بن مجھے صُبح و شام — گویا شکلِ شہرِ بجاپور ہے

بیانِ مُصیبت ہیں کس سے کروں — نہیں کوئی ایسا تو مہجور ہے

قصورِ کتابت پہ مت رکھ نظر — یہ دل خط کے لکھنے میں مقصور ہے

تُو لکھ بھیج نامہ مجھے رات دِن — ترا خط مرے حق میں منشور ہے

ہیں احسان تیرا کہاں تک کہوں — ہر ایک مُو مرا دل سے مشکور ہے

دُعا اس قدر حق میں تیرے کروں — جہاں تک مرے دل کو مقدور ہے

ترا ہلیگا حامی خُدائے کریم، — عدو تیرا دُنیا سے مقہور ہے

خُدا تجھ کو قائم جہاں میں رکھے — یہی صفحۂ دل پہ مسطور ہے

نہ شاعر سمجھ اُس کو ھرگز کبھی — سخن پر جو یہاں اپنے مغرور ہے

وفورِ محبت سے بنتی ہے بات — خُدا کا کرم جس پہ موفور ہے

جو سینے سے نکلے نہ سوزِ سخن — وہ سینہ نہیں بلکہ تنبور ہے

تو اوس راگ کو روگ سے کم نجان — جو نغمہ کو محفل میں بے صُور ہے

نہیں جسکا چالاک اسپِ سخن، — تو اُسکو سمجھ کرم آخور ہے

حُسن کا اگر ہو تو حُسنِ سخن
گویا گنجِ معنی کا گنجور ہے

سوا اوسکے میرا سخن سُرمہ سنج
گویا عینِ معنی کا اب نُور ہے

زمانے کے شاعر اسی کے لئے
سخن پر مرے جل کے تنور ہے

تو جلدی سے آ ورنہ میرے صنم
یہ شعلہ کوئی دم میں کافور ہے

اب آگے نہ پُوچھو میرے دل کا حال
اوسی شاخِ زخمی کا انگور ہے

ترے اہلِ قربت کو کہہ کر سلام،
یہی کہئے خادم مرا دُور ہے

مرا ہم سے ہرگز نہ مانو **لطیف**
دیوانوں کی کب بات منظور ہے

بنایا خاک سے مجکو ترے حکمت کے مَیں صدقے
کیا اشرف مجھے سب سے ترے عزت کے مَیں صدقے

زمین و آسماں جسکے لئے پیدا کیا تُو نے
شفیع میرا کیا اوسکو ترے منت کے مَیں صدقے

کئے تھے آرزو جنت میں جسکے آدمؑ و حوّا
سو ویسے کی دیا ملت ترے حرمت کے مَیں صدقے

نہ تھے جب وے انت ظاہر میں تو مجھکو دُودھ سے پالا
کروں کیا شکر مَیں تیرا ترے اُلفت کے مَیں صدقے

لطیف اب دولتِ دُنیا نہیں چہتا ہی غربت ہیں
مگر کعبے کو پہنچا دے ترے قُدرت کے مَیں صدقے

مدینہ گر ملے مجکو ترے کعبے کے صدقے سے
کروں گا جان و دل ایثار ترے رحمت کے مَیں صدقے

الٰہی اس قدر مہلت نبیؐ کے رُوبرو دیجے
کہ تا یکبار مَیں بولوں ترے تربت کے مَیں صدقے

کہاں نسبت ہی موسیٰؑ سے جو ہوں مَیں طُور کے صدقے
کرو لیجا کے اب مجکو شہِ ناگور کے صدقے

خُدا قادر توانا ہے اے قاصد تو اب جا
کرے گا وہ مجھے اوس روضہ پُر نور کے صدقے

جو دیکھا مرحمت اوسکی نہ دیکھا داغِ دل ہرگز
ہے میرا زخم دل اوس مرہم کافور کے صدقے

مجھے راہِ ریاضت سے حضوری کیوں نہ ہو حاصل
کیا مَیں جان و دل اپنا یہ منزل دور کے صدقے

گیا جو اوسکے روضے کو کیا وہ شکر کعبے کا
مَیں اوسکے شکر میں ہوتا ہوں اوس مشکور کے صدقے

شجر اوسکے کرامت کا ثمر سے شاخ پر لایا
سفینہ غرق کو جس نے سلامت لاکے دکھلایا
ارے بادِ صبا کر دے تو اپنے گُل کے ہاتوں سے

ہے ظاہر شاخ گاؤ تک ہیں اس شہور کے صدقے
یہ ہی آئینہ سب اوپر ہیں اس مقدور کے صدقے
مجھے یکدم لجا قادر و لگ گور کے صدقے

رہا جو اُسکے سائے میں وہ دیکھا مغفرت دائم
لطیف اب کیوں نہ ہو اوس درگہِ معمور کے صدقے

سفر میں چھوڑ کر تنہا جو ساقی تھے سو آگے گئے
مسافت اپنے منزل کی ہیں کہ ساعت میں طے کرتا
بہت ہر چیز کو چاہا پرستش کیلئے ہم نے
در و دیوار سے مجکو یہی آخر صدا آئی
غنیمت جا نیو یارو کہ اپنے بعد خوبی سے
شراب تازہ تر ایسی پلا دے مجکو اے ساقی

اکیلا ہو رہا آخر کروں کس طرح منزل طے
نہوتا راہزن کوئی یہ میرے راہ کے درپے
نپایا ذات سے اوسکے مشابہ کوئی ایسی شئے
دریں دُنیائے ناکامی لقائے زندگی تا کئے
یہ ہر دِ نیک محضر بھا گیا دُنیا سے اتنا کئے
کہ تا دل سے نکل جاوے یہ ہیر می پنے کی مے

لطیف ان ہی گُنتوں سے اب یہی ہے التجا میری
پلا دیں مجکو ایسی شئے کہ جس میں لے اوسکی ہے

تری تیغ ابرو جو ماری ارے
ہزاروں کو تڑپے دیکھ دل نے کہا
نظر میں نہیں چشمِ نرگس ترے
تو غیروں سے مل ہم کو رسوا کیا
چمن میں اکیلا ہیں تیرے لئے
مجھے دیکھ روتا ہے ہر فصل میں

عجب دل پہ ہے زخم کاری ارے
نہیں کوئی ایسی کٹاری ارے
یہ کیسی تجھے ہے خماری ارے
نہ پوچھ قدر تو جا ہماری ارے
کروں کیونکر انتظاری ارے
فغاں کر کے ابرِ بہاری ارے

نہ قاتل کے خنجر سے گھبرا لطیف
ہے تیرے شہادت کی باری ارے

کیوں تو اپنے کیے پہ روتا ہے
جو مقدر میں ہے سو ہوتا ہے

وہی آخر ثمر تو پاوے گا،
تخم تو جس طرح کا بوتا ہے

فکرِ دنیا میں اے دلِ ناداں
کیوں تو عمرِ عزیز کھوتا ہے

بے دھڑک بلبلو نہ تم جاؤ
یار میرا چمن میں سوتا ہے

مثلِ شبنم یہ دامنِ عصیاں،
اشکِ تر سے لطیف دھوتا ہے

صلب زادوں سے طبع زاد بھلے
خویش سے اہلِ اتحاد بھلے

ویسے ہی نامراد زادوں سے
ایسے فرزندِ بامراد بھلے

اہلِ قربت کے کم عقیدت سے
دور کے مردِ اعتقاد بھلے

زن و فرزند کی رفاقت سے
رنج و راحت میں اب عباد بھلے

بے وفائی سے ماہ رویوں کے
ملکِ زنگبار کے بلاد بھلے

وصل کے آرزو میں اے ہجرت
تیرے ایام امتداد بھلے

ہر غزل سے لطیف کے یارو،
صاف گویوں کے مستزاد بھلے

بیمارِ مرضِ عشق کا یارو عجیب ہے
جس کو دعا نہ دارو نہ ملا طبیب ہے

کیونکر علاج وصلِ مسیحا سے ہو سکے
سائے کی طرح ساتھ ہمارے رقیب ہے

حرص و ہوا سے ہم نہیں چھوٹیں گے زاہدا
جب تک یہ نفسِ شوم ہمارا منیب ہے

جو پوچھے کہ تھا ظہور سو ہستی کا ہو چکا
سمجھو قیامِ حشر بہت اب قریب ہے

وحشت یہ ان غزالوں کے حیرت نہ کیجئے
صحرائے حشر ہم پہ نہایت مہیب ہے

القصہ ان دنوں ہیں جو ایمان سے گیا
بن پوچھے پاسباں کے وہ جنت نصیب ہے

اس معرکے میں کوئی کسی کا نہیں لطیف
پر ہے تو غمگسار خدا کا حبیب ہے

زلفوں سے گلرخوں کے چوٹی تو یک غضب ہے
دو شام کے شفق میں پھلی عجب یہ شب ہے

ابرو مژہ تو اوسکے تیر و کماں سے گذرے
شمشیر کی صفائی خنجر کا کام اب ہے

اوس چشم مست کا میں مشتاق ہوں غزالو
نرگس کو جس نین کے دیدار کی طلب ہے

تشبیہ اوس دہن کی کس چیز سے بتاؤں
اے بلبلو یہ خوبی غنچے کے لب میں کب ہے

مانند خضرؑ کے میں چاہ ذقن پہ اوسکے
پہنچوں تو آبرو سے آب حیات تب ہے

یہ حسن یہ ملاحت ہے اب کہاں کسیکو
گرچہ ہر ایک اپنے عالم میں منتخب ہے

کیونکر وصال جاناں تجکو لطیف ہووے
ہر ایک رقیب تیرا مثل ابی لہب ہے

گرچہ عشق بتاں مجازی ہے
پر حقیقی کی پہلے بازی ہے

جو یہ بازی کو جیت کر نکلا
تا ابد اوس کی نرد بازی ہے

نفس بد سے جہاد ہے جس کو
وہ مجاہد ہے مرد غازی ہے

جس کو عشق مجاز نا ہووے
اُس کو سمجھو کہ فخر رازی ہے

عشق بن فائدہ نہیں زاہد
گرچہ تو عمر کا نمازی ہے

عشق میں جل گیا ہے پروانہ
گل سے بلبل کی جانگدازی ہے

وصل غیر از فنا نہیں حاصل
یہ نہ ہووے تو سحر سازی ہے

اوس سے ناز و نیاز ہے مجھکو
جس کو ہر شئے سے بے نیازی ہے

کیا حقیقی و کیا مجازی میں
فکر طبع لطیف تازی ہے

جس طرف یہ کثیف آجاتا ہے
لوگ کہتے لطیف جاتا ہے

سن کے بولائیں اے جوانمردو
یہ تمہارا ضعیف جاتا ہے

تاب و طاقت نہیں ہے چلنے کی
مثل مجنوں نحیف جاتا ہے

دل دُھواں دھار ہو گیا جل کر
رہ گیا سو خفیف جاتا ہے
اوسکے جانے پہ مت خوشی کیجو
نفسِ بد کا حریف جاتا ہے
مت ظرافت کرو تم اب اوس سے
وہ جہاں کا ظریف جاتا ہے

آرزو ہے لطیف کی یہاں تک
جسکے ملنے شریف جاتا ہے

راحت ہے مجھے گر کوئی تلوار سے مارے
پر دل پہ جراحت ہے کہ بوڑھا نہ پکارے
کیا جان کے بوڑھا مجھے کہتے ہو عزیزو
شاید کہ سیاہی نہیں آنکھوں میں تمھارے
ظاہر مرے نقصانِ بصارت پہ نہ جاؤ
گن دیوینگا عینک سی ابھی دن کو ستارے
جی جل کے مرے دل سے نکلتی ہے یہی بات
بوڑھے ہو جہاں بیچ مجھے بولنے ہارے
دُنیا میں ابھی خضر کو جینے کی ہوس ہے
کیا دن گئے اور کون سے ایام ہمارے
یہاں تک تو فلک مجمرِ فرقت میں جلایا
ہے ہر بُن موسیٰ مرے آتش کے شرارے

کب ایسی جوانوں کے سخن میں ہے لطیفے
جو لطف کہ بوڑھے میاں ہوتے ہیں پیارے

یاری ہماری چھوڑ کے جب دانت چل بسے
ہر خوب رُو کے رُوبرو ہم زشت رُو رہے
دندان گئے ہمارے تو زِشت رُو ہوئے
ناحق یہ گلعذار ہمارے سی کیوں رہے
یہ استخواں رہے نہ رہے اس دہن کے بیچ
پر آرزو ہے چشمِ منور کی ہر کسے
مُنہ خضر سا بنا کے چمن میں جو ہم گئے
غنچوں نے مُسکرائے تمسخر سے گل ہنسے

پہنچی خزاں چمن میں تو یکبار گی لطیف
جو مُسکرائے اور ہنسے تھے سو سب کھسے

جگ میں رکھے خُدا تو سدا شان سے رکھے
باشرم و آبرو و حیا آن سے رکھے
ہر ایک جواں کو تا دمِ پیری اے دوستو
عیش و نشاط کے سر و سامان سے رکھے

اس دورِ آخری میں عزیزو کسی کے سات
نعمات سے جہاں کے خدا کرکے بہرہ ور
ہے عرض اپنی حضرتِ رزاق سے یہی
صوم و صلوٰۃ و حج و زیارت سی زائرو
ہر مرد و زن کو جگ میں دم واپسیں تلگ
ہے جب تلگ بہارِ گلستاں میں اے صبا

شرمندہ ہر کسی کو نہ احسان سے رکھے
خالی کبھی کسی کو نہ مہمان سے رکھے
روزی ہماری مردِ مسلمان سے رکھے
ہر ایک کتیں تلاوتِ قرآن سے رکھے
محفوظ عیب جو یوں کے بہتان سے رکھے
بلبل کو گل کے ساتھ میں آرام سے رکھے

مت رکھ نظر لطیف تو مال و منال پر
دولت یہی ہے گر تجھے ایمان سے رکھے

یا الٰہی ابرِ رحمت سے ترے برسات دے
ایک تو امساکِ باراں دوسری ہم پر وبا
ماہی بے آب ہیں بندی ترے اے ربِ کریم
بے نوا سب طور سے ہم ہو گئے ربّ الجلیل
رزق پر تیرے کبھی ہم شکر تیرا نا کئے
کس نشانی سے کریں فریاد ہم تیرے حضور
دوسرا خالق تو ہم رکھتے نہیں تیری سوا
رزق سے روزی سی ہم ہو گئے ہیں یا تو نسے خراب

رزق و روزی دستِ قدرت سی ہمارے ہات دے
سر پہ اپنے بندگاں کے ایسے مت آفات دے
ابرِ رحمت سے تو اپنے سب طرح برکات دے
توشۂ عقبےٰ تو دنیا سے ہمارے سات دے
فضل سے توفیق ہم کو شکر کی دن رات دے
کچھ تو رحمت کے گنہگاروں کتیں آیات دے
بس تصوّر میں ہمارے ایک تیری ذات دے
اب تہی یا رب ہمارے بہتری کی بات دے

جو تیرے بندے ہیں صالح پاک باطن یا لطیف
عصمت و غیرت کے اونکو پارسا عورات دے

اے صبا تو صاحبِ دولت سے اتنا بول دے
بندمت رکھ دستِ بخشش کو سخاوت سے کبھی
مول لینا ہی تو تو غلمانِ جنّت کے تئیں

مشتِ بخشش ہر کسی پر گل کے مانند کھول دے
سیم و زر گل کی طرح سے بےعدد تو تول دے
بے نوایاں کو تحائف بے بہا بے مول دے

گلشنِ ہستی میں تیرے نیکنامی ہے یہی
مثلِ شبنم گوہرِ بخشش کو اپنے رول دے

قند سے شیریں زیادہ ہے سخن تیرا لطیف
پند میں اہلِ دول کے اونکو دایم کھول دے

رشک ہرگز اہلِ دولت کا کبھی مت کیجیے
بلکہ عبرت مفلسونکی دل پہ اپنے لیجیے
کوچہ و بازار میں مفلس اگر آویں نظر
درد اُن کا کیجیے کچھ ہو تو اُنکو دیجیے
جامۂ پاریدہ تن پر مفلسوں کے دیکھ کے
رشتۂ عبرت سے اپنا زخمِ حسرت سیجیے
عُمرِ دو روزہ کسی صُورت سے ہو کٹ جائیگی
پر مزہ ہے زندگی کا آبرو سے جیجیے

شربتِ شیریں کی مت رکھ آرزو دل میں لطیف
ساقیٔ محشر سے دایم آبِ کوثر پی جئے

مجھے کعبے کا حق حاجی بنا دے
نہ خلق اللہ کا ھاجی بنادے
نہ ہم سے بن سکے گی ہجوِ عالم،
مگر چاہا تو کوئی ہاجی بنادے
برکت سے شفیع المذنبیںؐ کے
خُدا ہر یک کتیں ناجی بنادے
مرے سرسبز ریحانِ سخن کو
نہ ایسا ہو کوئی بھاجی بنادے

کسی مردِ غنی کا اے لطیفو،
نہ سایل مُجکو محتاجی بنادے

جس کے جیب و گرہ میں ہو پیسے
کیوں نہ مخمور وہ رہے مَی سے
میٔ اُلفت مجھے پلا ساقی،
نار ہوں روز و شب اوسے کئی سے
بندۂ پُرگنہ ہوں میں اوس کا
جسکو نسبت نہیں کسی شئی سے
یا الٰہی نہ رکھ مجھے خالی،
سوزِ چنگ و رباب اور نَی سے
میرے شعر و غزل کو یوں جانو
آبِ دریا میں ہیں گہر جی سے
کوئی غمخوار نا رہا باقی ۂ
آہ قسمت مرے ہوئے کئی سے

دم غنیمت لطیف کا سمجھو،
اس زمانے میں پھر کہاں ایسے

ہم تو مہماں ہیں شب کے آئے ہوئے
نیند بھر کب سفر میں سوتے ہیں
گرچہ بلبل ہیں مبتلا گل کے
مثلِ شبنم چمن میں روویں گے
آہ و نالے سے کب نکلتے ہیں،
کم جہاں میں وہ لوگ جیتے ہیں

سایۂ زلف کے سمائے ہوئے
صبح رخسار کے جگائے ہوئے
آنکھ نرگس کے پرہیں آئے ہوئے
آج اُس گل کے کل منائے ہوئے
چشم کے دشمناں بسائے ہوئے
زلفِ کافر کے مار کھائے ہوئے

دوست دشمن کو صاف دل سے لطیف
چپ چلے جاؤ اب نبھائے ہوئے

صیاد سے کہد تجے مرا آشیاں لوٹے
باوصفِ پروبال نہیں طاقتِ پرواز
دل ڈر کے رقیبوں سے چھپا زلف میں جاکر
احوال رقیبوں کا جو حق چاہے سو ہووے
اے باغباں تکلیفِ چمن مجکو تو مت دے
مرغانِ چمن سے تو ذرا جاکے خبر لے

پر عرض یہی ہے کہ پر و بال نہ ٹوٹے
جس دن سے کہ ہم اپنے ہیں گلزار سے چھوٹے
وہ اسکو سرِ مار سمجھ مفت میں کوٹے
پر آبلے دل کے نہ مرے روبرو پھوٹے
بس باندھ چکا مَیں نے بہت رنگ کے بوٹے
طوبیٰ سے زیادہ ہیں مرے باغ کے بوٹے

اس گلشنِ ہستی میں لطیف آن کے ہم نے
غنچے سا لہو اپنا ہی بن پانی کے گھوٹے

مست ہوں مَیں خیال میں میرے
خال کا جب خیال کرتا ہوں،
شالِ طوسی نہ اوڑ اے ظالم،

خود سے بے خود ہوں حال میں میرے
حال آتا ہے قال میں میرے
ہے دھواں بال بال میں میرے

آہ کیسا رفیق سنا ئے سنا،
نہیں راحت کسی سے پاویگا،
نہ سُنے کوئی گر غزل میری

ٹل گیا ہے زوال ہیں میرے
یہی نکلا ہے فال میں میرے
نہیں نقصان کمال ہیں میرے

بے تکلف لطیف کہہ دینا
فرق کچھ ہو تو چال میں میرے

ارے ظالم ہرزہ گے تیر سی تکلیف مت دیجے
پڑا ہوں میں شب ہجراں میں تیری زلف کا مارا
خدا کیواسطے اے شمع رُو تو اپنے محفل میں
لکھا تھا آہِ دل سے میں نے تجکو سرنوشت اپنا
اگر قسمت سے آجاوے تو کوئی تقدیر کا مارا
محبت کے گناہوں سے ہوا ہی دل میرا عاصی

قسم ابرو کی آب شمشیر سی تکلیف مت دیجے
مجھے زندان کے زنجیر سی تکلیف مت دیجے
کسی پروانے کو گلگیر سی تکلیف مت دیجے
تو اس خط کے مجھے تحریر سی تکلیف مت دیجے
اوسے ہرگز کسی تدبیر سی تکلیف مت دیجے
مجھے اس امر کے تقصیر سی تکلیف مت دیجے

لطیف اب اُس مصوّر سے یہی ہے التجا میری
کہ مجکو یار کے تصویر سے تکلیف مت دیجے

نہ سمجھو علم پڑھنے سے شرافت اپنی بڑتی ہے
بھلا تم علم سے پوتی بزرگوں کی چھپا ڈالے
ارے انجب زمانیکے بگاڑو مت نجیبوں سے
سُنا ہوں لومڑی کی موت جب آتی ہی صحرا میں
بہت کمظرف چہتے ہیں کہ اپنے کو بدل ڈالیں
شقاوت قلب کی انکے سیہ بختی سے ظاہر ہے
ہُوا جب پیٹ بھر کھانا تو کمظرفوں کو یوں سمجھو
بہت کُفّار و مشرک کو خدا محکوم کر ڈالا

خورش سے بیل کلتھی کی کہیں مندو بھی پڑتی ہے
مگر صورت کے میں صدقے کہ وہ از خود سپڑتی ہے
کہ تم کو انکی غیبت سے اُلٹ کر میخ پڑتی ہے
تو چوترا کا نچکوری کے درختوں سے رگڑتی ہے
مگر ترکیب شیشے کی تغیّر سے بگڑتی ہے
پھر ایسی پاک صورت پر صبا کیا اُجڑتی ہے
کہ جیسا پیچ کے بل سے سڑی چنڈی اکڑتی ہے
یہ کیسی قوم ہے یارو مسلمانوں سے لڑتی ہے

خدا کے فضل سے مجمع ہی یہاں اجماعِ اُمّت کا
خدا کا فضل یہ دیکھو کہ اونکے اب قصیدے پر
نہیں کوئی قافیہ باقی اُنہوں کے دم ہلانے کو
سنیں گے جب غزل میری یہ منکر اپنے محفل میں
عجب ناپاک خلقت ہے کہ جسکے نام لینے سے
نصیحت ایسے کمظرفوں کو اب زنہار مت کیجے

اُنہوں کے یک بگڑنے سی ہماری کیا اکھڑتی ہے
جو خلقت دیکھتی ہے اسکو تو لاحول پڑتی ہے
بلا زنجیر کے انکو غزل میری جکڑتی ہے
تو مُنہ سے اُنکے دیکھیں گے غلاظت کیسے جھڑتی ہے
نجاست خاکروبوں کی عفونت کرکے سڑتی ہے
کہ میخِ آہنی ہرگز نہیں پتھر میں گڑتی ہے

ارے ناپاک مذہب کے لطیفوں سے بگاڑے ہو
مگر یہ بات مت سمجھو کہ تھوڑے سے نبھڑتی ہے

ترے تبسم سے اے پری رُو ہر ایک غنچہ تڑک رہا ہے
چھپا نہ ہم سے خدا کی خاطر ارے تو ظالم ذرا تو کہیے
ترے دوانے کا قتل کرنا تجھے کچھ آئیں نہیں ہے حاصل
نہیں ہے گھڑیال فی الحقیقت جو تم نے حیرت سے دیکھتے ہو

بہارِ رخسارِ گل سے تیرے گلوں کا شعلہ بھڑک رہا ہے
چمن میں کس بیگنہ کے اوپر جو تیغِ ابرو سرک رہا ہے
ارے تو بانکے ترے ہوئے کا دلوں پہ نیزہ کھڑک رہا ہے
کسی مقید کا دل ہے نالاں و را وسکا سینہ دھڑک رہا ہے

رقیب ہیبت صبا سے سُنکر خدا سی آمان مانگتے ہیں
لطیف مانند برق کے یہاں جو آہ دلسے کڑک رہا ہے

نہ جنس جن ہے نہ آدمی ہے نہ حور ہے نا تو یہ پری ہے
کسیکو نوکر بنائی اپنا کسی کو باندی غلام کی ہے
اوسی سے اُلفت ہی بھائی بن میرا اوسی سی ہے لطف و زن مردمیں
سوائے اسکی نہیں ہے ممکن قضائے حاجت کسیکی ہووے
یہ سُنکے مجھ سی کہا کسی نے نہ بول اسکو تو مالزادی
جہاں ہیں جس پاس اشرفی ہے اوسکو اشراف بولتے ہیں
لطیف سُنتے ہی اوس سے بولا شریف سمجھا تو اشرفیکو

یہ کیسی خلقت ہی یا الٰہی جہاں کو یک مبتلا کری ہے
کسی کو دی ہے تو تاج شاہی کسی کے سر حاشیہ دھری ہے
نہووے یہ تو ارے عزیزو کہاں کسی کی برادری ہے
یہ کس گروہ کی ہی مالزادی کہ جسمیں ایسی ادا بھری ہے
ہے اصل میں وہ شریفزادی لقب میں پھر تو اکبری ہے
نہووے ایسی جسے شرافت تو اُسکی عالم میں ابتری ہے
مگر جو اشراف زاد ہوگا یہ اشرفی اوسکو ٹھیکری ہے

جوں شاخِ حنا آتشِ باطن سے ہری ہے
دِل جلکے ہے شعلہ بھی تو آنکھوں میں تری ہے

پروانے کے جل جانے پہ افسوس نہ کیجے
یہ شمع بھی کوئی دم میں چراغِ سحری ہے

آذر سے یہ کہیو کہ صدا سنگ کی مت دے
دل شیشۂ نازک ہیں مری رشکِ پری ہے

گوہر ہیں جو دیکھا سو وہی سنگ میں دیکھا
اس نُورِ مجلّٰی کی عجب جلوہ گری ہے

مقدور نہیں ہے جو تیرے ذات کو سمجھے
موجود ہے ہر شئی میں تو پھر سب سے بری ہے

دُنیا کی جو تم چاہو سو تعبیر بنا لو
پر ہم کو جو سوجھی سو میاں بے خبری ہے

اس غم سے سبک بار ہو کس طرح سے جاؤں
یک سِل ہے کہ چھاتی پہ گراں بار دھری ہے

تجویز عمارت کی میاں ہم سے نہ پوچھو
کافی ہے جو خیمہ کو ہمارا سفری ہے

جوں خضر لطیف اب تو دُعا جینے کی کیجے
پیری بھی تیری دیکھا تو ارمان بھری ہے

دولت ہی حکومت ہی مہیا مجھے سب ہے
معلوم نہیں نوبتِ رخصت میری کب ہے

یہ بات سمجھتا تو نہ رہتا کوئی غافل
اس عالمِ ہستی میں عجب حکمتِ رب ہے

مختار گناہوں کا نہیں گرچہ یہ خاکی
پر خلقتِ خاکی کو یہاں جانے ادب ہے

کیا سہل سمجھتے ہیں گذر جانے کو یارو
جاوینگے یہاں سے تو مزا جانے کا تب ہے

کسطرح کٹیگی بڑی مشکل ہے عزیزو
جس منزلِ وحشت میں نہ کوئی روز نہ شب ہے

جو کام کہ احسن ہے اوسے ہاتھ سے کرلو
اُمید یہ بعد از زن و فرزند سے کب ہے

اُمید شفاعت کی اگر ہے تو لطیفو
بالخیر دمِ خاتمہ لیجاویں تو عجب ہے

طبعِ موزوں میری کہتے ہیں بہت عالی ہے
جائے اوستاد ئیں دیکھا تو ابھی خالی ہے

شاخِ گل کٹتیں جبتک نہ ہو اصلاحِ قلم
لائقِ گل نہیں بے برگ و ثمر ڈالی ہے

مو شگافی ہے بہت نبضِ چمن کی مشکل
گرچہ حجّام بھی روزی کے لئے مالی ہے

ٹوکتے ہیں میرے اشعار کو ارباب سخن
چشم بد دور غریبوں کا خدا والی ہے

کبھی تکلیف فلک نے مجھے ایسی نہ دیا
یہ زہیں جیسا کہ محنت میں مجھے ڈالی ہے

سختی اوس قاتل بے رحم کی دل دیکھ کہا
کون بدبخت اسے دود پلا پالی ہے

شمع قندیل حرم تجکو بتاتی ہے لطیف
کان میں اوسکے جو صد رشک گہر بالی ہے

سوتے سوتے ہوئے کیا رات چلے جاتی ہے
جو گئی رات سو پھر ہات نہیں آتی ہے

زخم عصیاں کیلئے اے دل مجروح ترے
ہر سحر مرہم کافور صبا لاتی ہے

اشکا خویش و برادر کا کبھی مت کیجے
کوئی اس منزل مشکل کا نہیں ساتی ہے

کوئی کچھ کام نہ آوے گا بجز ذات خدا
گرچہ در پر تیرے کئے اسپ و شتر باقی ہے

اوسکو روشن کرو کیا شمع لگا بیٹھے ہو
جس اندھیری میں نہ کوئی شمع و دیا باقی ہے

بد و فطرت سے مجھے درد و الم سہنے کو
سنگ ہے یا کوئی فولاد کی یہ چھاتی ہے

دیکھتا ہوں تو تجھے محفل رنداں میں لطیف
کوئی ایسا تو نہیں تجھ سا خراباتی ہے

تو مت ہراساں ہو معصیت سے تری شفاعت نبی کرینگے
نکال دوزخ سے تجکو باہر تری حفاظت نبی کرینگے

نہ کوئی ساتی نہ کوئی براتی نہ کوئی غمخوار ہیگا تیرا
تو ایسے عالم میں بیکسی کے تری رفاقت نبی کرینگے

اگر ہے تصدیق دل میں تیری شفیع روز جزا سے میرے
تو مجکو فردوس میں لجاکر تری اقامت نبی کرینگے

دلیل لاتقنطوا سی مجکو اگر ہے امید حق سے واثق
تو حق سے پہنچاکے عرض تیری تری وکالت نبی کرینگے

حضور دل سے توجب کریگا ادائے صوم و صلوات دائم
تو اپنے صلحائے دیں میں داخل تری عبادت نبی کرینگے

وطن سی اپنے جدا ہوا ہے دل وطن مدینہ توجب کریگا
تو اپنے مقبول بارگہ میں تری ریاضت نبی کرینگے

درود دائم کا لیکے تحفہ توجبکہ راہی عدم کا ہوگا
تو لیکے ہمراہ انبیاء کو تری امامت نبی کرینگے

صراط پر جب تو ہوگا راہی نہ پائی لغزش سے ہل سکیگا
تو دست اعجاز رہبری سے تری اعانت نبی کرینگے

اگر ہے کچھ داغ دل پہ تیری شہیدِ سُلطانِ کربلا کا
تو اپنے آلِ عبا میں داخل تری سیادت نبیؐ کرینگے

اگر ہے منظور تجکو شہرت تو شعر ہندی کا مشق کیجے
کہ فیضِ الہام سے زیادہ تری فصاحت نبیؐ کرینگے

لطیفہ ہر گز نہ ہو ہراساں تو اپنے اعمالِ معصیت کا
وہ نفسی نفسی کے شور و غل میں تری حمایت نبیؐ کرینگے

یہ وِرد روز و شب ہے اے صانعِ حقیقی
بے شک مرا تو رب ہے اے صانعِ حقیقی

یک مشتِ خاک سے تو یہ صُورتیں بنایا
صورت شکم میں کب ہے اے صانعِ حقیقی

مادر پدر کا حیلہ تُونے جو یہ لگایا
یہ کونسا سبب ہے اے صانعِ حقیقی

آدم کو باپ و ما سے لانا تو تُو عدم سے
حیلہ اُنہوں کا تب ہے اے صانعِ حقیقی

عیسےٰ کو بے پدر تو مریم سے جبکہ لایا
حیلہ نہ تب نہ اب ہے اے صانعِ حقیقی

اسلام و کفر کب ہے صنعت گری ہیں تیرے
یک مشتِ خاک کب ہے اے صانعِ حقیقی

جرأت نہیں کسی کو یہ بات تجھ سے پُوچھے
بندے کو یہاں ادب ہے اے صانعِ حقیقی

چون و چرا کی گرچہ طاقت نہیں بشر کو
پر یہ سبب عجب ہے اے صانعِ حقیقی

ہر شئے میں ذات تیری موجود جانتا ہے
جسکو تری طلب ہے اے صانعِ حقیقی

جامِ وصال اپنا یکبار اوسکو دیجے،
جو تیرا تشنہ لب ہے اے صانعِ حقیقی

کسبِ کمال مُجکو الطاف سے عطا کر
دل میرا بے کسب ہے اے صانعِ حقیقی

یہ نفسِ بد ہے ایسا اس دل کے دشمنی میں
جیسا ابی لہب ہے اے صانعِ حقیقی

اس مدعی کو میرے پہلو سے دُور کیجے،
یہ دشمنِ عقب ہے اے صانعِ حقیقی

حمد و ثنا میں تیرے جرأت جو اب کروں میں
نعتِ نبیؐ میں کب ہے اے صانعِ حقیقی

دونو جہاں میں مجھکو الطاف سے نبیؐ کے
تُو ہی تو مجھکو سب ہے اے صانعِ حقیقی

لولاک کا جو تُو نے بخشا مرے نبیؐ کو
ایسا کسے لقب ہے اے صانعِ حقیقی

آلِ نبیؐ کے غیر از رشتے میں انبیا کے
پھر کس کو یہ نسب ہے اے صانعِ حقیقی

اُمّت مرے نبیؐ کی مشکور کیوں نہووے
سنّتِ نبیؐ کو حسنات فرض دیتے
بخشانے مجکو تجھ سے محشر کی بے کسی بیچ

تا حشر بے غضب ہے اے صانعِ حقیقی
اور جو کہ مستحب ہے اے صانعِ حقیقی
بیشک شہِ عرب ہے اے صانعِ حقیقی

گرچہ بہت قصیدے بولا لطیف ایسے
پر یہ سو منتخب ہے اے صانعِ حقیقی،

بخشانے مجکو اے دل پیرانِ پیر بس ہے
کُنجِ لحد سے میرے ظلمت کو دُور کرنے
دوزخ سے کھینچ مجھکو جنّت طرف لجانے
غلمانِ باغِ جنّت محکوم سب ہیں اوسکے
اوسکی تو ذات بیشک ہے دستگیرِ عالم،
جب فتح بابِ رحمت جد اوسکا جا کرے گا
اُمّت کے عاصیونکو بخشانے ایک پل میں
اے مرغِ دل چمن میں فردوس کے لیجانے
چاہا تو ایک پل میں شاہی گدا کو دیوے
یا غوث رکھ سلامت نوّاب غوث خاں کو

یک نامِ غوث اوسکا وقتِ اخیر بس ہے
یہ عرشِ کبریا کا ماہِ منیر بس ہے
بیشک مرا عزیزو یہ دستگیر بس ہے
چاہا تو وہ یہ مجکو منکر نکیر بس ہے
ہر ہر غُلام اوسکا روشن ضمیر بس ہے
تب ہم کہے اے عزیزو یہ بے نظیر بس ہے
سلطانِ دو جہاںؐ کا یہ یک وزیر بس ہے
مجکو مرے نبیؐ کا یہ ہمصفیر بس ہے
یہ شاہِ اولیا کا ہر ایک فقیر بس ہے
لاکھوں کے پرورش کو یہ یک امیر بس ہے

یہ مختصر قصیدہ بولا لطیف گرچہ
مقبولِ غوث ہو تو یہ دلپذیر بس ہے

گرچہ لطیف شعر کے کہنے سے نام ہے
سودا سے میر درد سے جرأت یقین ہے
خدمت غلامی ایسے فصیحوں کی کیجئے
قُدرت خُدا کی اور یہی ممکن ہے ہو سکے

پر شاعرانِ ہند کا بوڈھا غلام ہے
انشا سے اور تقی سے عقیدت مدام ہے
جن کے سخنوری سے سخن کا قیام ہے
فکرِ سخن کسی پہ نہیں اختتام ہے

فرہاد کیوں نہ اوسکے سخن پر فدا رہے
جرأت رہا نہ درد نہ انشا یقیں رہا
ملکِ عدم کا کوئی مسافر پھرا نہیں
اے بے سخن سخن سے ہمارے ڈرا کرو

شیر و شکر سے جسکا کہ شیریں کلام ہے
سودائے خام تجکو یہاں صبح و شام ہے
نامہ نہ نامہ بر نہ سلام و پیام ہے
شمشیر شاعروں کی سدا بے نیام ہے

فکرِ سخن میں اپنے تو مشغول رہ لطیف
تیرا سخن پسندِ دل خاص و عام ہے

ہمیں رسوا شراب کرتی ہے
محتسب کا تو کچھ قصور نہیں
ایسے صحبت پہ مارنا جوتی
برخلاف اس کے صحبتِ نیکاں
گرمیٔ تربیت مری یارو
پر مقدر کی بات نا بولوں
روسیاہی مرے گناہوں کی
مجھ سے غافل نہیں قضا میری

صحبتِ بد خراب کرتی ہے
فیضِ صحبت عذاب کرتی ہے
محتسب کو حوالات کرتی ہے
آب کتیں گلاب کرتی ہے
سنگِ خارا کو آب کرتی ہے
مجھکو یاں لاجواب کرتی ہے
آئینے سے حجاب کرتی ہے
روز و شب کا حساب کرتی ہے

ناتوانی لطیف اب تیری
مجھکو پا در رکاب کرتی ہے

دیوانے بن کے رہنا تدبیر ہے تو یہ ہے
گر کوئی تجھ سے پوچھے دیوانہ کیوں ہوا تو
آزادگوں کو ہرگز عزلت سے مت اٹھاؤ
گر کیمیا جہاں میں پوچھو تو ہے توکل
خوشنود ہر وجہ سے دل مومنوں کا کیجے

سو زلف سے زیادہ زنجیر ہے تو یہ ہے
کہہ تجھے ان بتوں کی تاثیر ہے تو یہ ہے
ملکِ خدا ہیں انکی جاگیر ہے تو یہ ہے
خاکِ رہِ قناعت اکسیر ہے تو یہ ہے
اس خانۂ خدا کی تعمیر ہے تو یہ ہے

صورت یہ ان بتوں کے دل مبتلا نہ کیجے
کہتی ہے تیغ رستم ابرو کو دیکھ اس کے
اے گل یہ دل کا تجھ سے کیا ماجرا کہوں میں
گلگیر وہ نہیں ہے کہتے ہیں لوگ جسکو
جب خضر کو سکندر محفل میں دیکھتا تھا

ہم شیفتہ ہیں جسکے تصویر ہے تو یہ ہے
برّش میں یا الٰہی شمشیر ہے تو یہ ہے
غنچے سا اس چمن میں دلگیر ہے تو یہ ہے
منقار بلبلوں کی گلگیر ہے تو یہ ہے
کہتا تھا ہمدموں سے تقدیر ہے تو یہ ہے

دنیا کو غور کر کے دیکھا تو اے **لطیفو**
ابلیس لعنتی کی ہمشیر ہے تو یہ ہے

اشک جاری نہیں اس دامن مژگاں کے تلے
دل یہ چہتا ہے کرے چاک گریباں اپنا
ہر سحر گل سے جو گل خوں میں بھرا آتا ہے
صدر سیمیں یہ نہیں اوسکے مرصع کی پدک
خال مشکیں وہ پریرو کا تہہ زلف نہیں
سرخی اوس لب کی جو مسّی میں چھپی رہتی ہے

ہے نہاں جوئے رواں خار بیاباں کے تلے
گل صد چاک کے جا سایۂ داماں کے تلے
کس کی مشہد ہے کہو خاک گلستاں کے تلے
شعلۂ طور نمایاں ہے گریباں کے تلے
مرحلہ زاغ کا ہے سنبل بستاں کے تلے
لعل ایسا نہیں کوئی کان بدخشاں کے تلے

ذبح جو تجھکو کیا خنجر ابرو سے **لطیف**
پھر رہا ہے وہی اس دیدۂ حیراں کے تلے

عمر گذری مری اس باغ میں بستے بستے
ضد سے بلبل کے تو یہ خانہ برانداز چمن
لشکر حسن جو گلرو کا نمودار ہوا
نہ رہا کوئی زمانے میں خریدار سخن

آہ گلچیں نہ دیا گل مجھے ہنستے ہنستے
گل کو پامال کیا باغ کے رستے رستے
پھر گئے رشک سے گلزار کے دستے دستے
کو بکو ہو گئے اشعار جو سستے سستے

قافلے جا چکے اس منزل ہستی سے **لطیف**
رہ گئے بار مصیبت ہمیں کستے کستے

یہ دل جس آشنا سے لاگتا ہے، — تو وہ کئی کوس ہم سے بھاگتا ہے
نہیں مشکل ہے سوتے کو جگانا — جگانا کس طرح جو جاگتا ہے

ایضاً

ساگ والی جو پکاری کہیں کیرے کیرے — دوڑ کر مَیں نے کہا اوسکو اری آ کیرے
وہ سیہ رُو نے سپیدی پہ نظر کرکے میرے — شور کرنے کو لگی مجکو پکارا کیرے

ایضاً

اسقدر روزی جو اس گلشن میں ہمپر تنگ ہے — دانۂ شبنم بھی شاید گل کے دل پر سنگ ہے
باغباں کے اس چمن میں ہم شکایت کیا کریں — گلشنِ ہستی کا اب ہر روز تازہ رنگ ہے
اور تو نعمت کہاں ہم کو میسّر منعمو — نامِ مطبخ سے ہمارے نانِ جو کو ننگ ہے
وسعتِ مُلکِ خدا کُچھ کم نتھی روزی کیتیں — پر دمِ پیری سے اب تو پائے ہمّت لنگ ہے
فکر روزی کی کبھی دل میں نہ لا ہرگز لطیف — کیونکہ تیرا اسابق الانعام اشرف جنگ ہے
اپنے جد کے خادموں پر وہ جو رکھتا ہی کرم — کب صبا کو اس طرح کے پرورش کا ڈھنگ ہے

یا الٰہی رکھ عزیزِ دل اوسے اوسکے حضور
دولتِ اسلام کا جسکے سبب اورنگ ہے

سراپا معدنِ جود و سخا ہے، — جنابِ پاک ممتاز النّسا ہے
سخاوت سے نہیں نسبت کِسی کو — صفت حاتم کی بولوں تو بجا ہے
کمی کس بات کی ہرگز نہ ہوگی — کسی سیّد کی اس گھر کو دُعا ہے
الٰہی رکھ عظیم الشّان اوس کو — کہ جب تک چاند سُورج کو بقا ہے

لطیف اب چھوڑ مت اوس آستاں کو
کہ تو اس گھر کا موروثی گدا ہے

یہاں تلک بادِ صبا کو اس خوشی کا پاس ہے — ہر گل و غنچے میں دیکھوں تو وہی بو باس ہے

تہنیت ہر صبح اوسکو کیوں نہ دے بادِ صبا
مرحمت اوسکی فقط چاہتے نہیں اہلِ چمن
چشمِ بد سے دور رکھ اب اسکے گلشن کو صبا
جز دعا گوئی کے اب میں کیا کروں اس پر نثار
کیونکہ اوسکے مدحِ عالی میں کروں فکرِ سخن

جسکے گلزارِ عقیدت میں گلِ عباس ہے
ہر دعا گو کیتیں گلشن سے اوسکے آس ہے
صفحۂ قرآں پہ جبتک سورۂ والناس ہے
جسکے سہرے پر تصدق گوہرِ الماس ہے
قدر کچھ اہلِ سخن کی ہے تو اسکے پاس ہے

جس بہادر کو مجید الدولہ کہتے ہیں لطیف
اسم اس عالی نسب کا حضرتِ عباس ہے

یارب تو سب طرح سے غفور الرحیم ہے
جیوں خضر اوسکے باپ سے سائے کو رکھ کریم
یہاں تک خوشی ہے یار کی شادی کی بلبلو
اہلِ چمن کو کیوں نہ ہو اس جشن کی خوشی
یارب مرے کریم کو خوانِ کرم کے ساتھ
ہیں اوسکی خیر خواہی میں رہتا ہوں روز و شب

رکھیئے کرم تو اوس پہ جو میرا کریم ہے
سر پہ گلوں کے جب تلک بادِ نسیم ہے
ہر گل کے بر میں دیکھوں تو فرحت شمیم ہے
جو مطربِ چمن ہو سو اوس کا ندیم ہے
محفوظ رکھ جہاں میں کہ تو ربِ کریم ہے
جس کو کہ میرے ساتھ محبت صمیم ہے

ہر لحظہ تہنیت ہے مجھے یار کی لطیف
جب تک کہ مجھکو قوتِ طبعِ سلیم ہے

محفل میں تہنیت کے عجب کچھ بہار ہے
صحنِ چمن میں گل کو کہاں ہے یہ آب و رنگ
جسکے جلوسِ خاص سے ہر اک چمن کے بیچ
اہلِ دعا کے فیض سے اے رشکِ صد چمن
اہلِ قریش کیوں نہ کریں اوسکی آرزو
مشفق کہوں رحیم کہوں یا کہوں کریم

جس کے نسیمِ خوش سے چمن کو وقار ہے
مسند پہ حاجی بادشا جو زیب دار ہے
ہر شاخِ گل پہ دیکھوں تو تازی بہار ہے
جلوہ ترا جہاں میں سدا برقرار ہے
ہر کوئی دستگیر کے اوپر نثار ہے
جو کچھ کہ میں کہوں سو اوسے سازوار ہے

حاتم بھی گر کہوں تو بجا ہے اوسے **لطیف**
حاجی محی الدین جو عالی تبار ہے

ہر کوہ و بیاباں مجھے محراب حرم ہے
جو نقش تیرے دفتر اعجاز سے نکلے
گر سنگ بھی آوے تو ترا ہو کے قدمبوس
پہنچا تو مری خاکِ وفا تیرے قدم تک
شاداں ہو مصیبت پہ مسافت پہ ہو نالاں
گر خاک مدینے کی نہو مجھکو میسّر
خاطر سے ہوس دولتِ دنیا کی اُٹھا دے
نامے سے مٹا دے تو مرے حرفِ سیہ کو
از روئے شفاعت کے تو بخشے تو عجب نہیں
تحریر ترے وصف کی ہے لوحِ جبیں پر

سر اس پہ دھروں جسپہ ترا نقشِ قدم ہے
اُمت کے خلاصی کا وہی عین رقم ہے
کہطور کروں اوسکو یہ آنکھوں کی قسم ہے
واللہ تیرے مجکو قدمبوسی کا دم ہے
محروم اسی طرح سے مرجاؤں تو غم ہے
صحرا ترے قربت کا مجھے باغِ ارم ہے
ہر نقشِ قدم مجکو ترا افسرِ جم ہے
عاصی تیرے اُمت میں مرے طرح کا کم ہے
میں مائلِ عصیاں ہوں تو ملجائے کرم ہے
جب تک کہ میرے دستِ سعادت میں قلم ہے

ہر لحظہ **لطیف** اوس غمِ ہجرت میں رہا کر
جس درد و مصیبت کا مرے دل پہ الم ہے

سجدۂ شکر ہے دوگانہ ہے
جس کا ہر سورۂ کلام اللہ
ہر سحر مرغِ دل کو اے بلبل،
جس جگہ دخل نہیں فرشتے کا
عرصۂ آسماں قیامت تک
قرصِ مہ جس کا آسماں اوپر
برق جس شحنۂ عدالت کا

سر ہے اور اوسکا آستانہ ہے
شرحِ اعجاز کا فسانہ ہے
ذکر اوسکا ہی آب و دانہ ہے
اوس جگہ اوس کا آشیانہ ہے
جس کے مسند کا شہمیانہ ہے
تیر اعجاز کا نشانہ ہے
دل پہ بادل کا تازیانہ ہے

ابر و باد و مہ و فلک خورشید
ہر سخن اوس کا سرفرازی میں
ہات ہیں اُسکے سب خدائی کا
یعنے وہ ذات احمدِ عربی
عذرِ تقصیر کیا لکھوں اپنی
جسم اور جان سے مِرے صاحب
درس جب سے لیا ہوں درسن کا

جس لئے قایم زمانہ ہے
بزمِ بخشش کا شادیانہ ہے
ملک ہے مال ہے خزانہ ہے
جسکے خاطر یہ کارخانہ ہے
عذر ہے حیلہ ہے بہانہ ہے
دل تری راہ میں روانہ ہے
دیس اپنا مجھے بگانہ ہے

کر مشرف لطیف کو یا شاہ
عالمِ وصل کا دیوانہ ہے

ہم نہیں سمجھے تھے ہیں زُلف تمہارے ایسے
جس نے دیکھا سو کہا ریز تمہارے رُخ پر
ایسی اُمید نہ تھی تم سے کسی وقت صنم
میرے مشہد پہ جو آتا ہے تو کہتا ہے یہی

دام ہو جائیں گے آخر کو ہمارے ایسے
آسماں پر بھی نہ دیکھا ہیں ستارے ایسے
ہم سے ہو جائیں گے یوں کو رے کنارے ایسے
تیغ ابرو کے بہت شاذ ہی مارے ایسے

دردِ دل سُنکے ترا ہر کوئی کہتا ہے لطیف
آہ دُنیا میں بہت کم ہیں دکھارے ایسے

مت نکل یار تو مِرے گھر سے
کہیں بادِ صبا نہ لے جاوے
اس لئے کر رہا ہے پروانہ
خاک بھی ہو گیا یہ وہ عاشق
وہ رہے عاشق بغیر جلنے کے
یا الٰہی تو رکھ اوسے روشن

چاندنی بیچ چادرِ زر سے
تاجِ زرّیں کو شمع کے سر سے
شب تمامی محافظت پر سے
نہیں نکلا ہے شمع کے بر سے
نہ رکھا کام خیر اور شر سے
روشنی ہے تو اوسکے افسر سے

نہ پھرے سر **لطیف** کا ہرگز،
شمع افروز کے کبھی در سے

جس دم کتابِ درد کی تحصیل ہوگئی
مجمل جو دل میں رکھتے تھے تفصیل ہوگئی

فرہاد تو جدائی میں شیریں کے مرگیا
پر اوس کی ہر زمانے میں تمثیل ہوگئی

شکوہ گلہ کسی کا میں کیا کروں
صورت ہی جب زمانے کی تبدیل ہوگئی

مرغِ ہما بھی آوے تو باور مجھے نہیں
سمجھا تھا جس کو بحری سو وہ چیل ہوگئی

مرغانِ گل کے دل پہ یہی داغ ہے صبا
بادِ خزاں کی گل پہ جو تعجیل ہوگئی

جو خاتمہ بخیر کیا اوس کی روح پر
تسبیح اور درود کی تہلیل ہوگئی

خاموش رہ **لطیف** تو فکرِ سخن نہ کر
تیرے کلام درد کی تکمیل ہوگئی

اب یاد آتی ہے چڑیا کی کہانی،
بچپن میں جو ہم سنتے تھے دایہ کی زبانی

گہوارے میں سو رہتے تھے لولی کی صدا پر
وہ دن گئے آرام کے جب آئی جوانی

آئی جو جوانی تو ضعیفی کو لے آئی
ایام جدائی کے نہ جانی نہ پچھانی

معذوری سے جب بیٹھ گئے گھر میں تو ہم نے
بیزار ہوئے ہم سے بہت ہمدمِ جانی

معلوم ہوئی جب زن و فرزند کی یاری
تب یاد لگی آنے کو خوبیٔ جوانی

اے مردِ جواں آرزو جینے کی تومت کر
اس عالمِ ہستی کا سمجھ عالمِ فانی

بے فکر تھے قصے سے دو عالم کے **لطیفو**
سنتے ہوئے سو رہتے تھے چڑیا کی کہانی

پھر جوانی میں میاں تم کہو ہم کیسے تھے
نہ کہ اب کے سے جوانوں کے طرح ایسے تھے

غیرِ ورزش نہ کئے ہم کسی عورت پہ نگہ
گرچہ اللہ کے عنایت سی بہت پیسے تھے

دل فریبی میں کسی کے نہیں آئے ہم نے
وہ تو چہتے تھے کریں ہم کو بھی خود جیسے تھے

اپنے محفل میں کبھی دخل نہ ہم انکو دیئے
جو کہ مخمور نشہ بازی سے اور مے سے تھے

ایک آئینہ جو ہم روبرو رکھتے تھے لطیف
تھے تو مشغول اوسی سے نہ کسی شئی سے تھے

دل ہمارا مت دُکھاؤ آہ سے جل جائینگے
بات حسرت کے میاں آخر کو تم ٹل جائینگے

کونسی دُنیا پہ تُم بھولے ہو اپنے کو یہاں
آج کے دن ہم گئے اور تم بھی تو کل جائینگے

یاد میں اوس چشم کے صحرا میں گر گریہ کروں
اشک آنکھوں سے غزالوں کے یقیں ڈھل جائینگے

ذکر ابرو کا کروں تو بزم میں عشّاق کے
تیغ اور شمشیر و خنجر مُفت میں چل جائینگے

زلف کے بل کو نہ کھولو تُم خُدا کیواسطے
بلکہ ہم اوس بل کے اُوپر جان سے بل جائینگے

شعلہ رویوں کے حرارت کا گلہ مجھ کو نہیں
شمع کے مانند یہ بھی ایکدن گل جائینگے

بے وفائی بد ادائی ہم سے مت ایسی کرو
بات رہ جائیگی باقی پر یہ دن ٹل جائینگے

جامِ کوثر ہے انہیں کے واسطے اے دوستو
ڈوب کر جو عشق کے دریا سے تر مل جائینگے

جب صدا نکلے گی میرے آہ دل سے اے لطیف
کاہ کے مانند زمیں سے کوہ سب ہل جائینگے

مجنوں کے آہِ سرد سے جنگل ہرے ہوئے
لیلا کے دم سے کیوں نہ اُٹھینگے مرے ہوئے

وہ کب کسی کے دام میں آتے ہیں اے صبا
صحرا میں جو غزال ہیں سنبل چرے ہوئے

یہاں تک تو ہم نے چشم سے دریا بہا دئے
تحت الثریٰ میں جسکے نمی سے جھرے ہوئے

گاہے خوشی و گاہے الم ہے رقیب پر
ہم جب سے اوس پری کی نظر سے پرے ہوئے

ساقی گیا چمن سے نہ میخانہ لے گیا
گل رو رہے ہیں دیکھ کے شیشے دھرے ہوئے

ہے کون ایسا صاحب انعام زیرِ گل
آتے ہیں گل جو موتی سے دامن بھرے ہوئے

مصرع کہا ہوا کسی شاعر کا ہے لطیف
مجنوں کے آہِ سرد سے جنگل ہرے ہوئے

سازؔ سے سوز لطف رکھتا ہے
یہ نہ ہو تو وہ سوز کو سمجھو
راگ کی شب اوسیکو ہے حاصل،
راگ سے اہلِ دِل کا دِل یارو
نہیں بجھتی ہے راگ کی آتش،
جس کو ہے راگ کی میاں لذّت

سوز ہر تار سے اُبکتا ہے
جیسا دیوانہ بیٹھ بکتا ہے
دل جو سینے میں جسکے جکتا ہے
جل کے چونے کے طرح پکتا ہے
جیسا پارے سے گھر سلگتا ہے
وصل کی چاشنی وہ چکتا ہے

نشۂ راگ ناسمجھ کے لطیفؔ
طرح شیشے کے کیوں سسکتا ہے

اب تو واعظ درِ دوزخ سے ڈراتا ہے مجھے
سنکے بولا میں یہ دونوں سے مجھے کام نہیں
کیا مجھے دوزخ و جنّت کی سمجھ بُوجھ نہ تھی
معنیٔ عشق سے پروانے کے آگاہ نہیں
عشقِ مجنوں سے خبر رکھ کے تجاہل سے یہ کیوں
سُن چکا میں تو بہت دُور کے اب افسانے

بابِ جنّت ہے ہتیلی میں دکھاتا ہے مجھے
اوسکو بتلا جو لے آتا ہے لجاتا ہے مجھے
طفلِ مکتب سا سمجھ کر جو سکاتا ہے مجھے
جاہلیت سے یہ ناحق کے جلاتا ہے مجھے
نام لیلےٰ کا جو لے لے کے ستاتا ہے مجھے
پھر بھی کیا کیا یہ فلک لاکے سناتا ہے مجھے

نفسِ بد درپئے ایماں ہے بہت ڈریئے لطیفؔ
نہیں معلوم یہ کس رخ پہ جھکاتا ہے مجھے

شب کو جو اس پری کے محفل میں تین بج گئے
سازوں کے خوش صدا سے معلوم کچھ ہوا نہیں
احوال اوس سما کا کس طرح سے کروں میں
آوازۂ سخن کو خاموش کیوں رکھوں میں
چنگ و رباب اسدم ایسی لطیفؔ گونجی

سنتے ہوئے عزیز و یارا کے تین بجگئے
شاید کے چار گھنٹے شب کے یقین بجگئے
مستی سے مے کشوں کے پشتِ سرین بجگئے
نقارے جس سخن کے تا ملکِ چین بجگئے
جسکے کہ خوش صدا سے کوہِ زمین بجگئے

اگرچہ زر سے سارا کرّ و فر ہے
بہر صورت گذر جاتی ہے دُنیا
سفر دُنیا کا ہر سالک کے حق میں
زمین و آسماں تابع ہیں اوس کے

مگر سمجھے تو یہ بھی ایک نفر ہے
غنی مفلس پہ دو دن کا سفر ہے
گویا عقبےٰ کا یہ عینِ ظفر ہے
جہاں ہیں جس کتیں علمِ جفر ہے

تری دفعِ حرارت کو لطیف اب
شراب درد ہے یا نیلوفر ہے

بد دُعا خالی نہیں تاثیر اوسکی سانچہ ہے
کیوں نہ ہو اوسکی رسائی درگہ باری کے بیچ
جب سلگتی ہے تو اوسکی آگ پھر بجھتی نہیں
ناتواں ہیں جہاں کی تم سے یارو کیا کہوں
ابر رحمت سے بھی اوسکی تشنگی مٹتی نہیں
بے طمع ہرگز کسی کا کام کوئی کرتا نہیں

اوسکی ہر چنگے کو سمجو گوبری کی آنچہ ہے
جسکے عرضِ حال کو وقتِ اجابت پانچہ ہے
پھر تو اوس آتشکدے مین نا ربو کا ناچہ ہے
دیکھ کر بیرے کو کہتے ہین یہ انڈی کا ناچہ ہے
روز و شب افیون پر سینہ کی جسکو ٹانچہ ہے
بیماز سے بدتر مجھے پوچھو تو رشوت لانچہ ہے

عاقبت کی کب ہی خوبی اوس کے قسمت میں لطیف
خوبیٔ دُنیا اگر پوچھو تو اوسکی یہانچہ سے ہے

نور ہین کی بُرد باری نہ ہے
جسکو پوچھا تو وہ کہا مجھ سے
پھر کہا پھل کسی طرح کا ہو
جسکو ہووے جذام پیدا تو
ناروں کا حساب مت پوچھو
گرچہ خارش بہت مبارک ہے
جسکو پرے نے کر دیا برما

سر سے دیکھا تو خایہ بھاری ہے
یہ تو برسوں کی بار داری ہے
بیل کا بیل کو نہ بھاری ہے
ہر بنِ مو سے آہ و زاری ہے
جس کو دیکھوں تو زخم کاری ہے
پر کھجانے کو رات ساری ہے
تو قضا اس کو میخ ماری ہے

جائے عبرت ہے الحذر کیجے ۔ یہاں تو صدقات ایسے جاری ہے

فیصل بائی لطیف دیکھا تو
یک عمارت کی پائیداری ہے

تجرد بادشاہی تھی گئے جب تو وزارت ہوئی ۔ ہوئی دور چار پیدا تو جو تھی سو وہ بھی غارت ہوئی
ہوئی قسمت سے روزی تو بہر نوع زندگانی تھا ۔ وگرنہ بھیک کی جھولی میاں جی کو عنایت ہوئی
اگر بعد از عنایت کے بھلا ہے کچھ بھی لاوے تو ۔ نہیں تو اس بچارے پہ گویا برپا قیامت ہوئی
ہوئی برپا قیامت تو تجرد اسکو یاد آئی ۔ یہی کہتا تھا وہ رو رو یہ کیا مجھ سے حماقت ہوئی

لطیف اہل تجرد پر تو کیا اب حرف کھتا ہے
وہی معنی حماقت کی تری آخر عبارت ہوئی

نان تو پیدا کیئے پر نام ناپیدا کیئے ۔ ایسے خوش آغاز کا انجام ناپیدا کیئے
جو یہ میخانہ میں آیا شیشہ خالی کر گیا ۔ ایسے فیض عام سے یک جام ناپیدا کیئے
زور بازوئے سخن کے مثل شعرائے جہاں ۔ ہم کسی دولہ سے یہاں انعام ناپیدا کیئے
اوسکو قسمت شرط ہے شکوہ کسی سے ہے نہیں ۔ ہم بھی تو کوئی دام سے یک دام ناپیدا کیئے
فرش قالیں پہ جو ہم نے استراحت کر گئے ۔ بستر خاکی کا کچھ آرام ناپیدا کیئے
حیف ہے اے مومنو ہم گبر و ترسا کی طرح ۔ کفر میں غلطاں رہے اسلام ناپیدا کیئے
عمر عزت سے کٹی پر یہ ہوس باقی رہی ۔ بزم میں شعرا کے جو اکرام ناپیدا کیئے
یہ گلہ تم پر ہمارا حشر تک باقی رہا ۔ تم ہمارے واسطے کوئی کام ناپیدا کیئے

داغ دل پر ہے یہی دنیا سے گذرے لگ لطیف
ہبر کی جو صحبت اقدام ناپیدا کیئے

باغ میں فردوس کے حوا نہ آنے کا شکے ۔ دانۂ گندم اگر آدم نہ کھانے کا شکے
یہ مصیبت ہم نہ بھرتے نام ہستی کے ہیچ ۔ زندگی ملک عدم سے ہم نہ لانے کا شکے

لذّتِ اصلی کو اس عالم میں آنا بھولتے
دانۂ گندم کے ہم محتاج نا ہوتے کبھی

یہ مزے دنیائے دوں کے ہم نہ پاتے کاشکے
پاس اس شاخِ شجر کے یہ نہ جاتے کاشکے

مطربوں کے بزم سے یوں دُور نا ہوتے لطیف
وہ جو گائے تھے سہیلہ ہم بھی گاتے کاشکے،

ہمارے باغ میں سمدی جو آئے
پڑی جو مار تو کھانڈوں کے اوپر
لے آئے تھے جو کھانڈوں ہم کو دینے
ہوئی جو مار تو پھولوں کی جسدم

تو بھارے باند کر کھانڈوں کے لائے
تو مُنہ مروا کے کباروں میں چھپائے
وہ اپنا مبخ میوہ آپ کھائے
تو سمدی ہار کر ہاراں پنائے

لطیف اب دے مُبارکباد اُونکو
مزہ اس مبخ میوے کا جو پائے

خُدا کی خُدائی کی وسعت بڑی ہے
زمیں کے بتاسے کوئے شاخِ گاؤ
طلاطم سے دریا کے جنبش نہ کھاوے
تقاطر سے ابرِ بہاری کے نسدن
عجب پرورش ہے یہ بندوں کے خاطر
خُدائی کو دیکھا تو اوس کے عزیزو

فلک کے پیالے میں دریا پڑی ہے
فقط پُشتِ ماہی کے اُوپر کھڑی ہے
پہاڑوں کے گُل مبخ ایسی جڑی ہے
مسلسل عجیب موتیوں کی لڑی ہے
لفافہ ہر یک شئی یہ قدرت مڑی ہے
خرد نخلِ حیرت کے اُوپر چڑی ہے

سدا ابرِ رحمت سے حق کے لطیفو
مری شعر گوئی کی جگ میں جھڑی ہے

تو اتنے میں ہم سے جُدا ہو کھڑا ہے
عجب کُچھ خُماری ہے آنکھوں میں تیرے
اثر کُچھ تو تریاق کرتی نہیں ہے

ابھی تو زمانہ بہت سا پڑا ہے
نگہ میں نظر میں نہ چھوٹا بڑا ہے
یہ سُم کیسے موذی کا تجکو چڑا ہے

سمجھ کر تو رکھ پاؤں سطحِ زمیں پر
کہیں ہے بلندی تو اور کہیں گڑا ہے

لطیف اب غرض تو کسی سے نہ رکھیے
قضا سے سروکار تجکو پڑا ہے

چمن میں جا کر ارے ای بلبل گلو نکی سنکر تو آشنائی
کھڑا ہے صیاد دام لیکر قفس میں لیجا کے قید کرنے
نکوئی سائی نکوئی براتی نکوئی غمخوار ہیگا تیرا
گلہ گلو نپر نہیں ہے میرا گلہ ہے دنیا کے دوستوں سے
کسی کا دنیا میں حق نہیں ہے حقوقِ فرزند و زن گئے آگے
لکھا تھا نامہ جو میں نے اوسکو وہ نامہ بر سے اوسے نہ پہنچا

قسم ہے بادِ صبا کی تجکو ہی باغبانکی تجھے دہائی
نہیں ہے پھر تا دمِ قیامت وہ قید و بند سے تجھے رہائی
سمجھ کے رکھیے قدم چمن میں گلوں کی ایسی تو ہی وفائی
کسی میں دیکھا تو اے عزیزو نہ بوئی الفت نہ دلربائی
کہاں کی مادر کہاں کی خواہر کہاں کا بابا کہاں کا بھائی
قصورِ قاصد نہیں ہے یارو ہی اپنی قسمت کی نارسائی

لطیف کہتا ہے اے عزیزو کچھ ایسا دنیا میں کر کے جاؤ
کہ بعد اپنی کسی طرح کی نہووے عالم میں جگ ہنسائی،

فردوس مجکو کیوں نا ملے کچھ مجکو نہیں وسواس ہے
وہ چیز ایسی ہی میاں جسکے کہ نا ہونے سے یہ
بندے کو لازم ہے یہی چھوڑے نہ اپنی بندگی
اوس بے نیاز پاک کیاں سب چیز ہی پر یہ نہیں

جو چیز خدا کے پاس نہیں وہ چیز میرے پاس ہے
فرعون اور شداد کو رحمت سے حق کے یاس ہے
بندہ خدا ہوتا نہیں وہ مدعی خناس ہے
لیجاؤ ایسے چیز کو جو چیز بے وسواس ہے

کر لیجے ٹک سیرِ چمن فرصت کہاں تجکو لطیف
گلشن میں جب لگ ہے صبا اور گل میں جبتک باس ہے

ترے پسینے کی اے پری رو چمن میں نکہت مہک رہی ہے
فقط گلو نپر نہیں خجالت تری یہ رخسارِ گل کے آگے
کمال حیرت یہی ہی مجکو کہ تو نے مکھڑا بتا کے اپنا
خدا کی خاطر ارے پری رو کسی پہ آتش مزاج مت ہو

گلابی رخسار دیکھ تیری گلو نکی آتش دھمک رہی ہے
صبا کبھی مکھڑے کو دیکھ تیری چمن میں آ کر دبک رہی ہے
لگا کے آتش گلوں کے دلکو چمن میں کیا کچھ الک رہی ہے
ترے شرارِ غضب سے ڈر کر فلک پہ بجلی چمک رہی ہے

تری تمنا نہ کیوں جہانیں پری و جن و ملک کرینگے
کہ تیری ناز و ادا کی شہرت سما سے لے تا سمک رہی ہے

نہیں ہے غمخوار کوئی کسی کا جو غم کشونکی صدا سنے وہ
چمن میں کسکے لئے یہ بلبل ڈوانی ہنکر جو بک رہی ہے

عجب ہے دنیا کی بیوفائی لطیف دیکھا تو اے عزیزو
نہ شکرِ نعمت کسی میں باقی نہ کس میں قدرِ نمک رہی ہے

اس زندگی کا کس کو کہو اعتبار ہے
کوئی شئ جہاں میں ایسی نہیں مستعار ہے

غرہ نہ کیجے ایسے دمِ مستعار کا
آخر یہ مشتِ خاک پہ خاکِ مزار ہے

روزِ ازل سے گلشنِ ہستی پہ بلبلو
بادِ خزاں کا سمجھو ہمیشہ بہار ہے

درد و الم کسی کے گذرنے کا مت کرو
دنیا سے جو گیا سو وہ آفت سی پار ہے

ایمانِ غیب اگرچہ میاں ہم پہ فرض ہے
پر چشمِ دل سے دیکھیں تو سب روبکار ہے

سمجھیں تو کاروانِ جہاں کو اے دوستو
بادِ قضا کے روبرو مثلِ غبار ہے

مختار اپنے ملک کا مالک ہے اے لطیف
ملکِ غنا میں اوسکے کسے اختیار ہے

گر کہوں اپنے دیدۂ تر سے
ابر کے طرح سے ابھی برسے

ہے قسم تجھ کو دیدۂ تر کی
مدت نکل یار تو مرے بر سے

تو مجھے اس طرح سے ترسایا
گبر و ترسا بھی دیکھ کر ترسے

رشتۂ زلف سے نبھی ٹوٹا،
تارِ مو جوں نکل گیا سر سے

اشک جو گر گیا سو جانے دے
مت رکھ اُمید طفلِ ابتر سے

اس غزل کا حسین سے مطلع
بن گیا اوس کے طبعِ انور سے

نہ بنے گا لطیف سے ہرگز
بلکہ ایسا کسی سخن ور سے

ترے مصحفِ رُو کی نت آرزو ہے
بتا جب تنگ اختیارِ وضو ہے

نہ منہ آئینہ کو بتا اے پری رو
اگر کچھ ہمارا تجھے پاس رو ہے

چمن لعل گوں ہے جو اتنا عزیزو
کہو کس تنِ کربلا کا لہو ہے

جسے تم نہ دیکھے تھے دیر و حرم میں
اوسے دیکھتا ہوں تو وہ روبرو ہے

کہاں ہے سکندر کہاں ہے وہ دارا
بجز ذات اوسکی نہ میں ہوں نہ تو ہے

نہ ملک و ملک جگ میں باقی رہینگے
یہی سمجھو آخر یہ میدانِ ہو ہے

نہیں کوئی دشمن جہاں بیچ ایسا
جو یہ نفسِ حاسد ہمارا عدو ہے

ہزاروں متاعِ گراں سے زیادہ
یہ بازارِ دنیا سے یک آبرو ہے

لطیفِ حقیقی کے لُطف و کرم سے
مرا شعر ہر سُو بسُو کو بکو ہے،

دامن جھٹک کے گل جو چمن سے نکل گئے
آسیب سے خزاں کے ابد تک سنبھل گئے

اے عندلیب خارِ گلستاں کے طرح سے
کوئی دم ہمارے منہ سے رقیبانہ ٹل گئے

وہ سنگدل رقیب کے ڈر سے ہلا نہیں
گرچہ ہمارے غم سے پہاڑاں بھی ہل گئے

اوس شعلہ رو کے ایک تجلی کو دیکھکر
پروانے پڑ کے جل گئے اور شمعیں گل گئے

دل جل کے گرچہ ہم قفسِ سوختہ ہوئے
پر ہم سے اب تلک نہ جوانی کے بل گئے

بازارِ قدر سے نہیں واپس ہوئے لطیف
جب جس طرف ہمارے مرصّع غزل گئے

فضل سے حق کے جو ہوا ساٹی،
لوگ کہتے ہیں اسکو سدھ نہاٹی

شکرِ حق ہم تو ساٹھ سے گذرے
سدھ ہماری یہ کیوں نہیں نہاٹی

حسن کے یک بد نظر کہا مجھ سے
ہے تری ہمسنوں میں گھٹ کاٹی

ہنس کے بولا میں اوس دیوانے کو
تجھ کو بھی آدمی کی جوں کاٹی

اس قدر ہم سے ہمسری مت کر
ہم ہیں ہندی و تو ہے پرگھاٹی

اے رفوگر ذرا تو تُم کہیو، | میرے جینے سے اوسکی کیا پھاٹی

شال میں یوں لپیٹ کر اوس کو
خوب مارا لطیف ارکاٹی

صنم تجھ بن چمن پر بے طرح سی بے کلی ہے رے
کہوں کیا حالِ دل تجھسے مَیں اسکے بیقراری کا
ارے بلبل چمن سے مت نکل زنہار تو باہر
کسی دیوانے کو مطلق کبھی آزردہ مت کیجے

ترے لب کے تصوّر میں ہر یک گل کی کلی ہے رے
ذرا تو اب کرم کیجے کہ بلبل دل جلی ہے رے
ترے رہنے کے اب خاطر عجب گلگوں گلی ہے رے
کہ اکثر ان دیوانوں میں مَیں دیکھا ہوں ولی ہے رے

لطیف آلِ نبیؐ پر صدق دل سے بلی ذرا کیجے
ترے مشکل کو حل کرنے شہِ مرداں علیؑ ہے رے

ارے یار کوئی مجھ کو دیوانہ کہئے
مرے جوہرِ اشکِ رنگیں کو دیکھ،
مرے گرد پھرنے کو اے شعلہ رُو
مرے دل کے کعبے کو نا دیکھ کر
دریں دیرِ فانی تُو غافل مشو
مرے ظرف کے زیب و زشتی کو دیکھ

کوئی دیوانہ کہئے کوئی مستانہ کہئے
کوئی لعل کہئے کوئی دُر دانہ کہئے
کوئی دورِ نرگس کوئی پروانہ کہئے
کوئی دیرِ مغاں کوئی بتخانہ کہئے
بمانی تو در وار ویرانہ کہئے
کوئی جامِ جم کوئی پیمانہ کہئے

عجب طرز خوباں کی دیکھا لطیف
یہ اپنے پرائے کو بیگانہ کہئے

اگر فرمان پر حق کے نظر ہے
خدا نے دے اسے تاجِ شفاعت
دیا ہے افسرِ لولاک اوس کو
وہ ایسا رحمۃٌ للعالمینؐ ہے

تو اُلفت مصطفےٰؐ کی فرض تر ہے
کہا یہ شافعِ جن و بشر ہے
قدم اوسکا گویا افلاک پر ہے
کہ جس سے نارِ دوزخ کو حذر ہے

جہاں خیمہ ہے اوسکے بارگہ کا
فرشتے کا تو کیا ہے دخل و امکاں
بنی آدم کو ہے گر کشفِ روحی
ابھی آدم ترا ہیں ماؤطیں تھا
ہے اوسکے قوت و قدرت کا یہ حال
چلا جب لامکاں سے لے شفاعت
اور اسکے خواب گہ کی گرمیٔ خاص
کہوں کیا اُس کے میں سرعت کا احوال
درِ خیبر جو حیدر پھینک مارا
جو محی الدّین جیلانی کرشمے
ہوا تھا قُم باذنی سے جو ظاہر
حسن بصری نے بعد از مرگ اپنے
کیا تھا بوعلی خورشید کو بند
نظامی گنجوری کے زلزلے سے
اور اوسکے برق شمشیرِ غضب کا
محمد غوث کے ادنےٰ غضب سے
ولی ہر ایک محمدؐ مصطفےٰ کا
ہزاروں اولیاء کے خرقِ عادت
ہر ایک ذرہ خدائی ہیں خدا کے
جب ایسا ہادیٔ اُمّت نہو دے
ولو بالفرض ہم ایسا ہی سمجھیں

وہاں جبرئیلؑ کا مجبور پر ہے
نبی مرسل کا کب اوس جا گذر ہے
تو سمجھے اوسکو آدم کا پدر ہے
رسالت اس کی تب سے جلوہ گر ہے
کہ جس کا معجزہ شق القمر ہے
تو جنبش میں وہی زنجیر در ہے
وہی باقی تھی جب آیا اِدھر ہے
کہ جس سے برق بھی شرمندہ تر ہے
اوسی کے زورِ بازو کا اثر ہے
بتایا سب اوسی اعجاز پر ہے
اوسی اعجاز کا ادنےٰ اثر ہے
کہا جو رابعہ سے مشتہر ہے
سحر ہونے نپائی تھی خبر ہے
تزلزل میں ابھی تک باغ و بر ہے
نظام الدّین سا غازی سپر ہے
جُدا اہلِ جفا کا دھڑ سے سر ہے
کیا ہے کام سو حیرت اثر ہے
اوسی کے معجزہ سے بہرہ ور ہے
اوسی خورشید کا نُورِ نظر ہے
تو کب ابلیس کے جانب سے شر ہے
تو وہ پھر کونسا جبر و قدر ہے

اگر ایسی ہے اوس کی حکمتِ خاص
تو خالق ہی ہمارے جبر پہ ہے

جنابِ حضرتِ اعظم نے اس جا
رہا خاموش سو سب پر خبر ہے

یہ ایسا عقدۂ لاحل عزیزو
سبکساروں کے حق میں سہل تر ہے

یہی سمجھے کہ ہم توحید سمجھے
نہ سمجھے ہیر کی دمچی کدھر ہے

کہاں دوزخ کہاں جنّت کہاں حشر
کہاں کس پر کسی کا خیر و شر ہے

خُدا راضی نہیں توحید گو سے
رسالت سے وہ جبتک بے خبر ہے

بہت مشکل ہے اس معنی کو سمجھو
نہ سمجھو یہ بھی کُچھ خالا کا گھر ہے

کہا یک روز یک بدبخت مُجھ سے
نبی معصوم نئیں مجھکو خبر ہے

اگر خلقت میں یہ معصوم ہوتے
تو آدم کس لیئے شرمندہ تر ہے

میں اُون کو کس طرح معصوم سمجھوں
تہجّد کی خطا تو سر بسر ہے

یہ سُنتے ہی مرا دل ہوکے لرزاں
کہا لعنت تری اوقات پر ہے

تو اب تک مرتبت کو انبیا کے
نہیں سمجھا تو کس دھوبی کا خر ہے

غرض ایسے منافق سے عزیزو
کرو دُوری بُرا یہ جانور ہے

سوا اوسکے مرے پر ہر طرف سے
علاوہ اور بھی یک طرفہ تر ہے

مرے یک عالمِ رُویا کے اُوپر
یک عالم ہے کہ مُجھ سے کینہ ور ہے

نہیں سمجھے کہ رویت سے نبیؐ کے
مرا ہر ہر سخن رشکِ گہر ہے

وگرنہ یہ فصاحت یہ بلاغت
کہاں کس مبتدی کو اس قدر ہے

ارے بدبخت تم اتنا تو سمجھو
کہ اس الہام کا مرجع کدھر ہے

ہے جنکو خوابِ غفلت انبیا سے
عقیدہ اُن کا کب اس خواب پر ہے

اب آگے جو کہ ہے مرکوز میرا،
سنو تم گوشِ جاں سے مختصر ہے

وہ جب آدم کو جنّت سے نکالا
سبب شیطان کا مشہور تر ہے

دیا ادنی کو جب یہ دستِ قدرت
نہیں بے واسطہ کوئی کام اوسکا
سوا ماں باپ کے چہتا تو لاتا
کیا حضرتؐ کو عبداللہؓ سے پیدا
نظر کر حضرتِ آدمؑ کو دیکھو
ہر یک عالم کلہے یک شانِ تازہ
باین قدر خدائے ذوالمنن نے
بہ نسبت اوس کے احسان وکرم کے
ارے یارو ذرا تو غور کیجو
وہیں جس واسطے سے حکم بھیجا
ولو بالفرض ہم ایسے کو چھوڑیں
ملک کونین ہے پیغمبر سے نسبت
بڑا مخلوق کوئی ایسا جہاں میں
خدا کے فضل کے بعد از عزبزو
ازل سے ہے جسے کشفِ الٰہی
لقب اُمّی تھا، تھا علمِ لدنّی،
نہیں پوشیدہ اس سے لوحِ محفوظ
ازل سے طائرِ ادراک اوس کا
نہ تھا بے علم وہ بی بی عائشہ سے
صریح حکمت تھی اوس محبوبِ رب کی
منافق کتنیں شرمندہ کرنے

تو اوس اعلےٰ کا کیا کچھ کرّوفر ہے
اوسی کے واسطے مادر پدر ہے
کہ جوں مریمؑ سے عیسےٰؑ بے پدر ہے
غرض ہر جا پہ اوسکا یک ہنر ہے
نہ ما مریم نہ عبداللہ پدر ہے
نہ حوّا پر نہ آدم پر حصر ہے
شفیع پیدا کیا کچھ تو ہنر ہے
نہ اُلفت ما کی نہ مہر و پدر ہے
نبیؐ کو کس لئے بھیجا ادھر ہے
توسّل اس کا واجب اسکے سر ہے
تو ایسا کون پھر پیغامبر ہے
کسی مخلوق کا تو کیا گذر ہے
سوا اوسکے کہو یارو کدھر ہے
کرم اوس کا محیطِ بحر و بر ہے
اوسے کونین یک تارِ نظر ہے
کہ حاصل جسکا بے کسب و ہنر ہے
قلم جس کے سبب سے نام ور ہے
مکانِ لامکاں تک تیز تر ہے
جو جاہل اوسکو کہتے بے خبر ہے
کہ وہ قرآن سے اب جلوہ گر ہے
جو تھا خاموش سو عینِ ہنر ہے

جو جاہل رمزِ پیغمبر نہ سمجھا — تو کب اسرار پر حق کے نظر ہے
شفاعت اب نبی اللہ سے چھینا — قباحت کونسی اور کیا ضرر ہے
کیا حق اوس کو سب عالم میں اولیٰ — بچا ہیں اوس سے تو پھر کسکا گھر ہے
ہے اوسکی ذات سے قایم زمانہ — اوسی سے رات دن شام و سحر ہے
مٹے ہو نُوح کی اُمّت کا احوال — یہاں تو لُطف اسکا اسقدر ہے
بہت اُمّت جہاں میں انبیاء کی — ہُوئی غارت سو سب پر مشتہر ہے
رسول اللہؐ کی یہ اُمّتِ خاص — قیامت تک جہاں میں بے خطر ہے
بہت اُمّت میں ہوتے تھے سیہ رُو — ہمارا مُنہ تو یہاں رُوئے سحر ہے
اگرچہ اہلِ ظاہر چشم رکھتے — تو کہتے اوسکو یہ رشکِ قمر ہے
کہاں خورشید کو یہ حُسن و خُوبی — کہ جس سے حُسنِ یوسف جلوہ گر ہے
شنیدہ کے بُوَد مانندِ دیدہ — جو دیکھا ہو سو اب اوس کو خبر ہے
اگر ہم واسطہ ایسے کا چھوڑیں — تو کیوں بے نردبان جاوینگے ڈر ہے
کسی جانب سے مجھکو کام نہیں ہے — وہی کعبہ شفیع میرا جدھر ہے
تصدّق سے شفیع المذنبینؐ کے — عقیدہ تو مرا اب اس قدر ہے
خُدا کے بعد پیغمبرؐ ہے یارو — بس اب قصّہ یہاں سے مختصر ہے
کہو صلوات پیغمبرؐ کے اُوپر — اور اُس کے آل اور اصحاب پر ہے
لطیف اوس پر فدا اب کیوں نہ ہووے — فدا جس پر سدا شمس و قمر ہے
اگر کچھ سقم اس معنی میں پاویں — تو اصلاح کیجیے سہوِ بشر ہے
مگر اصلاح معانِد کا نہ مانوں — کہ یہ جاہل سراپا بے ہُنر ہے
اگر کوئی مرد ہو تو اس محل میں — خلاف اسکا لکھے دِل مُنتظر ہے
وگر ممکن نہیں تسلیم کیجے — خُدا بخشندۂ جن و بشر ہے

الٰہی رکھ عظیم الشان اوس کو
جو حاکم حکمِ دیں سے باخبر ہے

رکھ اوسکے عہد میں عُلمائے دیں کو
کہ جُوں سعدیؒ و جامیؒ نامور ہے

خُدا کے دوست کا جو دوست ہیگا
کہاں اوسکو کسی دشمن کا ڈر ہے

مَیں اپنے عالمِ رُویا کے اوپر
غزل بولا سو ہر مصرع گہر ہے

جو اُس کے معنیٔ رنگیں کو دیکھا
کہا بیشک اوسے شب کی سحر ہے

فصاحت پر گماں میرے نہ کیجے
یہ اوس رویائے صادق کا اثر ہے

نظر فرمائیے چشمِ کرم سے
اگر تحقیق منظورِ نظر ہے

ولہ

چمن آباد ہے الحمدُ للہ
یہاں یک شاد ہے الحمدُ للہ

خوشی ہے اس قدر صحنِ چمن میں
سما سکتا نہیں گُل پیرہن میں

چمن ہے گوہرِ شبنم سے مملوٗ
ہر اک قطرہ ہے اوسکا رشکِ لُولُو

بہاءِ تہنیت دیتا ہے ہر گُل
تصدّق ہو رہا ہے گُل پہ بُلبُل

سما یہ دیکھ کر مَیں گُل سے پُوچھا
یہ کیسی ہے خوشی بُلبُل سے پُوچھا

زبانِ شُکر تب غنچے نے کھولا
یہی ہر مُرغِ گُل اس طرح بولا

کہ یہ ہدیہ ہے اوس نُورُ البصر کا
محمدؐ ہے لقب جس کے پدر کا

لقب کے ساتھ ہے خُلقِ محمدؐ
خلائق پر کرم ہے اوس کا بے حد

نسب میں بھی جو وہ عالی بہادر
ندیکھا کوئی ایسا ہے بہادر

سخاوت میں ہے حاتم سے زیادہ
جلو میں اس کے ہے حاتم پیادہ

اگر اس دور میں حاتم بھی ہوتا
تو اوسکو دیکھتے ہی ہوش کھوتا

چمن آباد ہے اوسکے کرم سے
زمیں سرسبز ہے جس کے قدم سے

غرض اوسکے خلف کی ہے یہ شادی
کہا رب رکھے اوس سے چشمِ بد دُور

یہی ہے غرض اب اس خستہ جاں کی
صلہ میں اس مبارک تہنیت کے
اگر قسمت سے روزی ہو زیادہ
الٰہی لُطف سے تیرے ہمیشہ تو
ہمیشہ آفتابِ عُمر و دولت،

پریشاں خاطرِ دل ناتواں کی
تصدّق سے یہ دولت منزلت کے
تو ہے اوس کے تصدّق کا افادہ
رکھ اوس کو گلشنِ ہستی ہیں نوشہ
درخشاں اُسکا رکھ باشان وشوکت

مسدّس تضمینی

نہیں کوئی بخشندہ تیرے سوا،
یہی روز وشب ہے مری التجا
جو مُشکل سے ہم کو کرے گا رہا
کہ سعدی نے جیسی کہئے ہیں دُعا

کریما ببخشائے برحالِ ما،
کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا،

ارے مُرغِ دل اے اسیرِ قفس
بہت قافلے گئے یہاں سے بکس
یہ گلزارِ دُنیا کی مت کر ہوس
یہی آخر آئی صدائے جرس

نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

الٰہی بحق نبی الورے
اگرچہ خطامند ہوں میں تیرا،
ثواب سعادت مجھے کر عطا
مگر وردِ جاں ہے اسی بیت کا

نگہدار مارا زراہِ خطا،
خطا درگذار و صوابم نما

الٰہی مرا کر کے روشن ضمیر
اگرچہ گنہ ہوں میں ہوں بے نظیر
ثنائے محمد میں کیجے خبیر
یہ یک عرض ہے غیرِ تاج و سریر

زباں تا بود در دہاں جائگیر
ثنائے محمد بود دل پذیر

ہوا جلوہ گر جب حبیبِ خدا
کہا اہلِ تنجیم کو وہ بلا

تو کسرے کے گھر پر ہوا زلزلا
کہے سب کہ اس آن پیدا ہوا

حبیبِ خدا اشرفِ انبیا
کہ عرشِ مجیدش بود متکا

نہ الفت کسی کی نہ کس سے نفاق
مگر اوس کی رویت کا ہے اشتیاق

بتوں کی محبت نہ تابِ فراق
جو پل میں کیا طے فلک کے طباق

سوارِ جہاں گیر یکراں براق
کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

الٰہی میں بندہ ہوں تیرا ضعیف
بتا جلد مجھ کو مقامِ شریف

کسافت میں مملو ہے جسمِ کثیف
کہ تا حشر میں میں ہوؤں خفیف

برکت سے سعدی کے اب یا لطیف
قدومِ نبیؐ مجھ کو دکھلا لطیف

مدراس کے دو نامی گرامی مطبع فردوسی اور نظام المطابع نے ۱۲۹۸ اور ۱۲۹۹ ہجری میں دیوانِ لطیف کو طبع کیا ہے، اس کے بعد یہ توفیق کسی کو نہ ملی کہ جنوبی ہند کے اس نامور صاحبِ کمال اہلِ دل شاعر کے دیوان کو چھاپ کر شائع کرے، اور اس کے نام کو زندہ رکھے۔ اپنے اسلاف کے علمی کارنامے منظرِ عام پر نہ لانا گویا اپنے شرف و مجد کو کھونا ہے۔ بحمد اللہ یہ دیوان اب کتاب گھر بنگلور سے شائع ہوا ہے۔ خداوندِ قدوس اس علمی خدمت کو بھی بابرکت بنائے۔ و باللہ التوفیق و علیہ التکلان

کتاب گھر بنگلور

کی

عظیم الشان خدمت

صرف یہ ہے کہ کلامِ ربّانی کے خوش خط عُمدہ پارے "کتاب گھر" سے شائع ہوئے ہیں اور لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ان پاروں سے چھوٹے بچوں کی تعلیم میں بڑی آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ جو لوگ اس کی صحت و صفائی کے متعلق وقتاً فوقتاً "کتاب گھر" کو ہدایات دیں گے۔ اس پر توجہ سے عمل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ ہم اس طرز پر پُورا کلامِ ربّانی شائع کرنا چاہتے ہیں۔ خُدا کے کلام میں غلطیوں کا رہنا اور پھر اسکی طرف توجہ نہ کرنا نہایت سنگین گناہ ہے!

اس وقت تک پارہ عمّ اور پارۂ الم سے اذا سمعوا تک کُل آٹھ پارے شائع ہو چکے ہیں اور ہر ایک پارے کی قیمت ۴/ مقرر ہے۔ **ہفت پارۂ کلامِ ربّانی مجلّد** جز بندی کیا ہوا

قیمت: یکروپیہ ۸/

قرآن پڑھو اور پڑھاؤ

اس کے لئے بڑی مُدّت نہ لگے گی۔ تمام عربی قاعدوں سے

بہترین قاعدہ

مفتاح القرآن
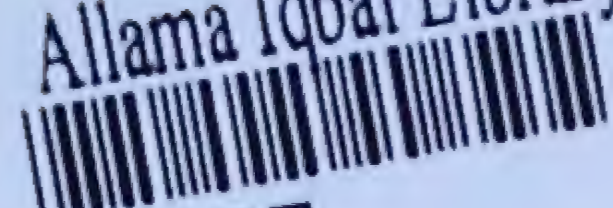
بچوں کو اگر پڑھاویں تو تھوڑی سی مُدّت میں

قُرآنِ پاک پر عبور حاصل ہوجائیگا

یہ مُفید قاعدہ نصف صدی سے رائج ہے۔ ہزاروں نے پڑھایا، اور جس نے پڑھایا پھر دوسرا قاعدہ اس سے بہتر نہ خیال کیا۔ مفتاح القرآن میں بڑی خوبی یہ ہے کہ اُردو میں بچہ پر کوئی دقّت ہی نہیں ہوتی۔ حجم کے لحاظ سے چھوٹا اور فائدے کے لحاظ سے سب قاعدوں سے بڑا اور قیمت کوڑیوں کے مول صرف چار آنے

برقی کوثر پریس بنگلور